پردیس میں تذکرۂ وطن

یعنی

دنیا کے پردیس میں آخرت کے وطنِ اصلی کا تذکرہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

پردیس میں تذکرۂ وطن

یعنی

دُنیا کے پردیس میں آخرت کے وطنِ اصلی کا تذکرہ

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مُجدِّدِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے جنوبی افریقہ کے دسویں سفر کے ملفوظات

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

نام کتاب : پردیس میں تذکرۂ وطن

سفر نامہ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اشاعت : ۴ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۱۶ء بروز منگل

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:92.21.34972080+ اور 92.316.7771051

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

www.khanqah.org

عنوانات

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

www.khanqah.org

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے اخترؔ کہکشاں کو

اخترؔ

www.khanqah.org

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا

جنوبی افریقہ کا دسواں سفر ۲۰۰۴ء

اپریل ۲۰۰۴ء کے وسط میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مع جناب یوسف ڈیسائی صاحب اور چند رفقاء کے حضرت مرشدنا و مولانا عارف باللہ شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلہم العالی کی خدمت میں چند روز قیام کے لیے کراچی حاضر ہوئے اور حضرت والا کو جنوبی افریقہ کے سفر کی دعوت دی۔ حضرتِ والا کا اگرچہ بوجہ بیماری سفر کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن یہ مولانا کا اخلاص تھا اور ان کے رفیقِ سفر جناب یوسف ڈیسائی صاحب کی محبت کا اثر تھا کہ ان حضرات کے اصرار پر حضرتِ والا نے جنوبی افریقہ کا سفر قبول فرمالیا اور ویزا بھی چند روز میں آسانی سے مل گیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب کو چند روز کے لیے بنگلہ دیش جانا تھا۔ یہ طے ہوا کہ اگر سیٹیں مل گئیں تو ۱۸/اپریل بروز اتوار حضرتِ والا مع رفقاء کے دبئی پہنچیں گے اور مولانا عبدالحمید صاحب اور یوسف ڈیسائی صاحب وہاں پہلے موجود ہوں گے اور دبئی سے یہ حضرات بھی حضرتِ والا کے ساتھ سفر کریں گے، لیکن بوجوہ اس پروگرام پر عمل نہ ہوسکا اور جمعرات ۲۲/اپریل ۲۰۰۴ء کی سیٹیں مقرر ہوئیں۔ رات کے ساڑھے دس بجے روانگی کا تعین تھا اور اگلے دن بروز جمعہ امارات ایئرلائن سے جنوبی افریقہ کے لیے سیٹیں بُک کرالی گئی تھیں۔ جناب فیروز میمن صاحب نے عرض کیا کہ حضرتِ والا بُدھ کے دن کراچی سے دبئی کے لیے روانہ ہوجائیں اور دو دن ان کے بھائی جناب سلیم میمن صاحب کے گھر پر آرام فرمائیں

www.khanqah.org

اور پھر جمعہ کو جنوبی افریقہ کے لیے سفر ہو، لیکن حضرتِ والا کے صاحبزادے جناب مولانا مظہر صاحب سفر پر گئے ہوئے تھے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ مولانا مظہر صاحب کو فون کر کے معلوم کرو اگر وہ جلد آجائیں تو یہ سفر ہو سکتا ہے۔ مولانا کو فون کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جمعرات کی صبح سے قبل وہ نہیں آسکتے۔ جمعرات کو صبح چھ بجے کی فلائٹ سے ان شاء اللہ وہ پہنچ جائیں گے۔ اس لیے دس بجے صبح کی فلائٹ سے حضرتِ والا کی دبئی کے لیے روانگی طے ہو گئی۔

۲/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۲/ اپریل ۲۰۰۴ء بروز جمعرات صبح دس بجے حضرتِ والا کے ساتھ ضیاء الرحمٰن صاحب، مظہر محمود صاحب، احقر راقم الحروف، شمیم صاحب اور فیروز میمن صاحب ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے اور دبئی کے مقامی وقت کے مطابق ایک بجے دبئی پہنچے۔ ایئرپورٹ پر حضرتِ والا سے تعلق رکھنے والے بہت سے احباب تھے۔ ایئرپورٹ سے حضرتِ والا مع احباب جناب سلیم میمن صاحب کے گھر تشریف لائے اور لوگوں سے ملاقات کے بعد نمازِ ظہر ادا فرما کر اور کھانا تناول فرما کر آرام فرمایا۔

دیدۂ اشک بارِیدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدہ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہو گئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اخترؔ

www.khanqah.org
www.khanqah.org

مجلس بَر مکان سلیم میمن صاحب، دبئی

شب ۳؍ ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۲؍ اپریل ۲۰۰۴؁ء بروز جمعرات، بعد مغرب

مغرب کے بعد سلیم صاحب کے گھر پر بہت سے احباب جمع ہو گئے تھے۔ حضرتِ والا مجلس میں تشریف لائے اور مندرجہ ذیل بیان ارشاد فرمایا:

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

فَاَعُوۡذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُۨ ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بہت مبارک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں سارا ملک ہے، ملک سے مراد ہندوستان، پاکستان یا کوئی مخصوص ملک نہیں بلکہ مراد پورا جہان ہے وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ملک تو اس کی قدرت میں ہے لیکن مُلوک پیدا کرنا بھی اس کی شان ہے، نطفۂ ناپاک سے بادشاہوں کو پیدا کرتا ہے اور سلطنت عطا کر دیتا ہے اور میری اس قدرت پر تعجب نہ کرو۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہر چیز پر مجھ کو قدرت حاصل ہے، میں چاہوں تو آگ کو پانی کر دوں اور پانی کو آگ کر دوں، مٹی کو سونا کر دوں اور سونے کو مٹی کر دوں۔ اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ اللہ وہ ذات ہے جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو پیدا کیا۔ میرے پیر اول شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب مجھے سورۂ ملک کی تفسیر پڑھائی تھی تو فرمایا تھا کہ موت کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مقدم کیا جب کہ زندگی پہلے ملتی ہے، موت بعد میں آتی ہے؟ تو فرمایا کہ بات یہ

---

[1] الملک:۱-۲

ہے کہ جو زندگی موت کو سامنے رکھتی ہے اس کی زندگی زندگی ہوتی ہے، اس کی آخرت کی ہمیشہ کی زندگی بن جاتی ہے اور جو موت کو بھول جاتا ہے وہ پردیس میں رہ کر وطن کی فکر نہیں کرتا۔ دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے اور دونوں جہاں کا نقصان کر دیتا ہے، اس کی زندگی جانوروں کی سی ہوتی ہے۔ اس لیے موت کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا کہ موت کو سامنے رکھو تاکہ پردیس کو جب پردیس سمجھو گے تب ہی تو وطن کی تیاری کرو گے اور جو پردیس ہی کو وطن سمجھے گا تو وہ موت کی کیا تیاری کرے گا۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لے کہ کون نیک عمل کرتا ہے اور کون نفس کی غلامی کرتا ہے اور شیطانی کاموں میں مصروف ہوتا ہے، ناچ گانے پر اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ڈراموں میں زندگی کو تباہ کرتا ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ کی تفسیر روح المعانی نے نقل کی جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ یہ تفسیر وہ ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ پہلی تفسیر فرمائی لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَتَمُّ عَقْلًا وَّ فَهْمًا یعنی کون ہے جس کی عقل کامل ہے اور کون پاگل اور بے وقوف ہے، پاگل عقل کے خلاف کام کرتا ہے، اس کی نظر انجام پر نہیں ہوتی۔ ایسے ہی نفس کا غلام بالکل بے وقوف ہوتا ہے، وہ کتے اور سور کی طرح زندگی گزارتا ہے۔ وہ یاد ہی نہیں کرتا کہ مجھے قیامت کے دن اللہ کو جواب دینا ہے۔ جس کا قیامت پر یقین ہے وہ نفس کے کہنے پر نہیں چلتا، نفس کی غلامی نہیں کرتا، اللہ کے حکم پر چلتا ہے اور دوسری تفسیر فرمائی:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللهِ تَعَالٰى

تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون حرام کاموں سے بچتا ہے، کون ہے جو ان کاموں سے احتیاط کرتا ہے جن کو اللہ نے حرام کیا ہے اور تیسری تفسیر ہے:

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ[۲]

تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو جانچ لے کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کی اطاعت میں سبقت کرتا ہے۔

[۲] روح المعانی:۲۹/۵،الملك(۲)،دار احياء التراث،بيروت

www.khanqah.org

اس لیے جلدی سے جلدی نیک بن جاؤ، موت آنے والی ہے۔ ایک دن آنکھیں بند ہو جائیں گی، قبر میں اکیلے جنازہ اُترے گا، کوئی ساتھ نہیں دے گا، نہ بیوی نہ بچے، نہ دوست نہ یار، اکیلے جاؤ گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی تمہاری آزمایش ہے کہ جلدی سے میری اطاعت میری غلامی کر کے اور توبہ کر کے پاک صاف ہو کر کون تیار رہتا ہے ؎

نہ جانے بُلالے پیا کس گھڑی
تُو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اللہ تعالیٰ نے عَزِیْز کو غَفُوْر پر مقدم کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ناموں کے استعمال اور ان کی تقدیم و تاخیر میں بڑی حکمتیں اور بڑے علوم پوشیدہ ہیں۔ عزیز کے معنیٰ ہیں:

اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ[۳]

جو ہر چیز پر قادر ہے اور ساری دنیا مل کر اس کو اس قدرت کے استعمال کرنے میں عاجز نہیں کر سکتی، عزیز کو مقدم فرما کر اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جانتے ہو اگر اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے تو بڑی طاقت والی ذات سے تم کو مغفرت ملی ہے، اس کی مغفرت کی قدر کرو، وہ قادرِ مطلق ہے چاہے تو تم کو کُتا اور سُور بنا دے اور چاہے تو ولی اللہ بنا دے۔ عزیز کو اس لیے مقدم کیا کہ صاحبِ قدرت کی معافی کو معمولی مت سمجھو، بہت اہمیت دو، یہ کسی کمزور کی معافی نہیں ہے۔ اگر کوئی کمزور آدمی جو چارپائی پر پڑا ہوا ہے وہ کسی سے کہہ دے کہ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا، تو جس کو ڈراتا ہے وہ کہتا ہے کہ تو میرا کیا بگاڑ لے گا، چارپائی پر پڑا ہوا ہے، ایک طمانچہ ماروں گا تو پوں پوں رونے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکے گا، لہٰذا کمزور کی طرف سے معافی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اللہ بہت بڑی طاقت والا ہے، اس کی معافی کی قدر کر لو، ہم معاف کر دیں تو سمجھ لو تمہارا بیڑا پار ہو گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۴۶۳، باب قصۃ حجۃ الوداع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

اللہ تعالیٰ میری کمزوری کو دور کر دے اور میرے اس بیان کو پہلے میرے دل میں اُتار دے اور پھر آپ کے دلوں میں بھی اُتار دے اور ہم سب کو نیک بنادے، اے اللہ! ہم سب کو اللہ والا بنادے، اللہ والا بنادے، اللہ والا بنادے، اے اللہ! نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر اپنی پوری پوری غلامی کی توفیق عطا فرما اور جنت کے قابل ہم سب کو بنادے اور دوزخ سے نجات نصیب فرمادے۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ

کچھ تھوڑا سا بول دیا، اگر کچھ نہ بولتا تو آپ لوگوں کو حسرت رہتی کہ دبئی آئے اور کچھ بھی نہ بولے۔ یہ وعظ ٹیپ ہو گیا ہے اس کو کبھی کبھی سن لیا کیجیے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوگی اور نفس و شیطان سے نفرت ہو جائے گی ورنہ زندگی بھر نفس و شیطان کی غلامی کر کے برباد ہوگے اور برباد ہو کر اللہ کے پاس جانا پڑے گا۔ اس لیے اللہ والی زندگی اختیار کرو کہ دور سے دیکھ کر لوگ کہیں کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے، اس طرح زندگی گزارو کہ لوگ دیکھ کر کہیں کہ ہاں بھائی ایسے ہوتے ہیں اللہ والے کہ کسی عورت کی طرف تاک جھانک نہیں کرتے چاہے کتنی ہی خوبصورت ہو مگر نہیں دیکھتے۔ اس طرح ہر گناہ سے بچو، لیکن اس زمانے میں حسینوں کا چکر بہت ہے، حسینوں کو دیکھنے کا شوق بہت ہے، بڈھے ہو گئے! مگر حسینوں کو دیکھ کر آنکھیں ہی نہیں منہ بھی پھیلا دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے بھی دیکھ رہے ہیں۔ دیکھتی تو آنکھ ہے مگر منہ بھی پھیل جاتا ہے۔ میں نے آنکھوں سے دیکھا، ایک بڈھا ستر سال کا تھا، وہ بس میں منہ پھیلائے ہوئے ایک لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور کنڈیکٹر کہہ رہا تھا کہ ٹکٹ دے دو، چاچا! کدھر دیکھ رہے ہو، یہاں تک کہ کنڈیکٹر نے پکڑ کر جھنجھوڑا کہ چاچا! کیا کر رہے ہو؟ بس دوستو! اللہ سے ڈرو، اللہ والی زندگی اختیار کرو (یہ فرما کر حضرتِ والا بے اختیار رونے لگے، اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ سن کر کلیجہ منہ کو آگیا، حضرتِ والا بے اختیار غلبۂ خشیت سے دیر تک روتے رہے اور پھر فرمایا کہ) ہم بھی اللہ سے ڈریں، آپ بھی اللہ سے ڈریں، اللہ والی

www.khanqah.org

زندگی گزاریں جب تک اس دنیا میں رہنا ہے اللہ والا بن کے رہو اور اللہ والا بننے کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو۔ یہ فرما کر حضرتِ والا پھر رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ سے ڈرو، موت آنی ہے، مرنا ہے بس اس کی تیاری کرو، ابھی سے تیاری کرو، عینِ وقت پر کیا کر سکو گے؟ ایمر جنسی ویزے آرہے ہیں، اچانک ہارٹ فیل ہو رہے ہیں، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ والی زندگی گزارو، دنیا میں بھی عزت سے رہو گے، آخرت میں بھی عزت سے رہو گے اور اگر اللہ کو بھول جاؤ گے تو دنیا بھی پریشانی میں گزرے گی اور آخرت تو برباد ہو ہی جائے گی، جو اللہ سے غافل ہوتا ہے اس کی دنیا بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ والا ہو جاتا ہے اس کی دنیا بھی لذیذ کر دی جاتی ہے، بیوی بچوں کو دیکھتا ہے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، چٹنی روٹی میں بھی اللہ مزہ دے دیتا ہے، اور جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے، اللہ کو بھول جاتا ہے، اللہ کو ناراض کرتا ہے، گناہ کے کام کرتا ہے اس کی دنیا بھی تلخ ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کی نعمتوں کی لذت چھین لیتے ہیں کیوں کہ دنیا بھی اللہ ہی کی ہے، اللہ کو بھولنے والا ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ جو میری یاد کو چھوڑ دے گا، میرے ساتھ غفلت کا معاملہ کرے گا، میری نافرمانی سے منہ کالا کرے گا، اس کا انجام کیا ہو گا؟ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا [۴] یاد رکھو اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی۔ یہ شاہانہ کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کی زندگی تلخ کر دوں گا۔ دنیاوی بادشاہوں کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ مجرم کو سزائے موت دی جائے گی، اس کو کوڑے لگائے جائیں گے، اس کو جوتوں سے پٹوا دیا جائے گا۔ بادشاہ یہ نہیں کہتا کہ میں اس کو کُود کُود کر جوتے لگاؤں گا۔ اللہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، سوچو کہ کیا شاہانہ کلام ہے، فرماتے ہیں: فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا پس اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی اور جب انعام دینا ہوتا ہے تو بادشاہ کہتے ہیں کہ مابدولت اس کو یہ انعام دیتے ہیں۔ تو ملک الملوک کا کلام دیکھیے، فرماتے ہیں:

---

[۴] طٰہٰ: ۱۲۴

فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً[۵] ہم اس کو بالطف زندگی دیں گے یعنی مزے دار زندگی دیں گے۔ دوستو! اللہ کا وعدہ سچا ہے یا شیطان کا وعدہ سچا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ اگر تم نیک بن گئے، اللہ والے بن گئے، متقی، پرہیز گار بن گئے، گناہوں کو چھوڑ دیا، میرے فرماں بردار ہوگئے تو میں تم کو ضرور بالضرور بالطف زندگی دوں گا۔ وہ ظالم ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر وی سی آر، سینما اور ٹیلی ویژن میں مزہ تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآنِ پاک میں فرمارہے ہیں: جو میرا فرماں بردار ہوگا اور گناہوں کی حرام لذتوں کو چھوڑ کر نیک عمل کرے گا اس کو میں مزے دار زندگی دوں گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ کے وعدہ پر ایمان لاؤ، نفس و شیطان کے وعدہ کو چھوڑو، ان کے وعدے جھوٹے ہیں، معاشرہ کوئی چیز نہیں ہے، معاشرہ کچھ بھی بکتا رہے، جو ہمارا اللہ فرماتا ہے وہ سچا ہے باقی سب جھوٹے ہیں۔ امریکا، جاپان، روس کے چکر میں مَت آؤ، اللہ کے وعدہ پر ایمان لاؤ کہ جو اللہ کا فرماں بردار ہوتا ہے، اس کی بات پر عمل کرتا ہے، اس کو راضی رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچتا ہے فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ لام تاکید بانون ثقیلہ سے فرمارہے ہیں کہ میں ضرور ضرور اس کو بالطف زندگی دوں گا۔ حضرتِ والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر نون خفیفہ سے بھی فرماتے تو بھی بہت تھا، لیکن ہماری نالائقی کی وجہ سے نون ثقیلہ سے بیان کیا کہ ہم نالائقوں کو یقین آجائے۔ یارو! کہاں گناہ میں مزہ تلاش کرنے جاتے ہو، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میری فرماں برداری میں مزے دار زندگی ہے اور تم میری نافرمانی میں مزے تلاش کرتے ہو۔ نافرمانوں کی زندگی کو حیات نہیں فرمایا مَعِیۡشَۃً فرمایا کہ ان کا جینا ہے جانوروں کا سا۔

مجلس بعد عشاء

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ایک دعا سکھارہا ہوں جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ کوئی پیر دعا بتادے تو لوگ اس کو کتنی اہمیت دیتے ہیں، جن کی غلامی سے پیری ملتی ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

[۵] النحل: ۹۷

www.khanqah.org

کا متبع نہ ہو وہ پیر نہیں ہو سکتا، وہ پیر نہیں پیر (پاؤں) ہے۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اہمیت سے سنو اور یاد کرلو۔

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۶]

اے اللہ! میرے دل میں ہدایت کے راستوں کا الہام کردے یعنی میرے دل میں ایسی باتیں ڈال دیجیے جن پر چلنے سے آپ راضی ہوجائیں، جن پر عمل کرنے سے آپ مل جائیں اَلْھِمْنِیْ امر ہے جو مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں۔ حال اور استقبال یعنی موجودہ زمانے میں بھی اچھی اچھی باتیں جن سے آپ راضی ہوں، میرے دل میں ڈال دیجیے اور آیندہ بھی ڈالتے رہیے، اپنی رضا کے ارادے الہام فرمادیجیے، یعنی سیدھے راستہ کے طریقے دل میں ڈال دیجیے اور گمراہی سے بچالیجیے۔ رُشد میں دونوں باتیں ہیں کہ جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہیں وہ ہمارے دل میں ڈال دیجیے اور جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت و کراہت ہمارے دل میں ڈال دیجیے۔

رُشد کے متعلق علمِ عظیم

رشد کے یہ معانی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی آیت سے میرے دل میں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۟ۙ[۷]

اے صحابہ! ہم نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کردیا اور اس کو مزیّن کردیا اور کفر و فسوق و عصیان یعنی کفر کو اور بڑے گناہوں کو اور چھوٹے گناہوں کو تمہارے دلوں میں مکروہ کردیا۔ حَبَّبَ اور کَرَّهَ کا فاعل اللہ ہے یعنی یہ بتادیا کہ ایمان جو تمہارے دلوں میں محبوب ہوگیا اور کفر و فسق و عصیان جو تم کو مکروہ ہوگیا تو یہ اپنا کمال نہ سمجھنا، یہ ہمارا

---

[۶] جامع الترمذی: ۲/۱۸۶، باب ما جاء فی جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

[۷] الحجرٰت: ۷

www.khanqah.org

فضل ہے، ہمارا احسان ہے۔ حَبَّبَ کا فاعل میں ہوں اور کَرَّہَ کا فاعل بھی میں ہوں، میں نے تمہارے دلوں میں ایمان کو محبوب کردیا ہے اور میں نے ہی کفر و عصیان کو مکروہ کردیا ہے۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ اور جن کو یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں وہی راشد ہیں، ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔ علومِ نبوت علومِ قرآن سے مقتبس ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیۡ رُشْدِیۡ کہ اے اللہ! جو باتیں آپ کو محبوب ہیں، جن باتوں سے آپ راضی ہوتے ہیں، وہ آپ ہمارے دل میں حالاً بھی ڈالتے رہیے اور استقبالاً یعنی آیندہ بھی ڈالتے رہیے اور جو باتیں آپ کے نزدیک مکروہ ہیں، جن باتوں سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے نفرت و کراہت ہمارے دلوں میں ڈالتے رہیے اور ہمیں ان سے بچاتے رہیے۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا سکھارہے ہیں کہ وَاَعِذْنِیۡ مِنۡ شَرِّ نَفْسِیۡ بعض وقت ہدایت کی بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ بات بُری ہے مگر بُری بات سمجھ کر بُرا کام کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ عورتوں کو تاکنا جھانکنا گناہ ہے مگر پھر بھی تاک جھانک کرتا ہے۔ الہامِ ہدایت تو ہوگیا لیکن اس کے باوجود نفس غالب آگیا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَاَعِذْنِیۡ مِنۡ شَرِّ نَفْسِیۡ میرے نفس کے شر سے مجھے بچالیجیے کہ میرا نفس مجھ پر غالب نہ ہو جائے۔ بعض وقت ہدایت کا راستہ دل میں آجاتا ہے مگر نفس غالب ہوجاتا ہے، اس لیے مجھے نفس کے شر سے بچالیجیے کہ آپ کی ناراضگی کے راستے پر قدم نہ رکھوں، میں آپ کی حفاظت میں اپنے نفس کو سونپتا ہوں، جو یہ دعا مانگتا رہے گا نفس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُدْعُوۡنِیۡۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ[۸] مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ اگر کوئی باپ کہے کہ بیٹا! مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا پھر اس میں جو شک کرے تو وہ بیٹا نالائق ہے۔ اسی طرح لائق بندے وہ ہیں جو اللہ کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور ہماری دعا قبول کرے گا۔ پس اس دعا کا معمول بنالیجیے کہ اے اللہ! ہدایت کی باتیں میرے دل میں ڈالتے

۸؎ المؤمن:۶۰

www.khanqah.org

رہیے اور میرا نفس مجھ پر غالب نہ ہونے پائے تاکہ میں آپ کو راضی رکھنے والی باتوں پر عمل کرتا رہوں اور آپ کو ناراض کرنے والی باتوں سے بچتا رہوں اس لیے نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو کیوں کہ عورت چاہے کالی کلوٹی ہو اس کے پاس بِل تو ہے، شہوت سوار ہو گئی تو کالے بل میں ہی گھس جاؤ گے اس لیے ؎

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اُسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

یہ میرا شعر میڈان ساؤتھ افریقہ ہے جو میں آپ کو دبئی میں سنا رہا ہوں۔

اگلے دن حضرتِ والا مع احباب دبئی سے جنوبی افریقہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

مجلس بَرمکان مفتی حسین بھیات صاحب

مؤرخہ ۵/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۵/ اپریل ۲۰۰۴ء
بروزِ اتوار بوقت گیارہ بجے دن، لینیشیا

علاماتِ جذب

ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالیٰ نے جذب فرمالیا ہے، علامتِ جذب کیا ہے؟ جذب کی علامت مجھ سے سن لیجیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ جذب فرماتے ہیں، اس کے دل میں اپنے اولیاء کی محبت ڈال دیتے ہیں، اعتراض کے مادہ سے اُس کو پاک رکھتے ہیں، جس کو اولیاء اللہ کے بارے میں اعتراض پیدا ہو جائے سمجھ لو کہ اس کو جذب حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا شیطان کو سب سے پہلے بیماری حضرت آدم علیہ السلام پر اعتراض کی پیدا ہوئی۔ اعتراض علامت ہے مردودیت کی اور اہل اللہ کی محبت علامت ہے جذب کی۔ شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام پر اعتراض پیدا ہوا کہ ان کو آپ نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے اور آگ کا کرہ اُوپر ہے مٹی سے لہٰذا میں افضل ہوں، آپ افضل کو ادنیٰ کے نیچے کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ پر بھی اس نے اعتراض کیا۔ معلوم ہوا احساسِ افضلیت علامت مردودیت کی ہے۔

www.khanqah.org

حضرت حکیم الامت مجدّد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تمام مسلمانوں سے اپنے کو کمتر سمجھتا ہوں چاہے وہ فاسق ہو یا فاجر ہو، اس لیے کہ احتمال ہے کہ اس کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قبول ہوگیا ہو اور ممکن ہے میرا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوگیا ہو اور اس کا کام بن جائے اور وہ بخش دیا جائے اور میری پکڑ ہوجائے اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے۔ اگر کسی کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا تو وہ مجھ سے اچھا ہے۔ اگر میری شامتِ عمل سے خدانخواستہ خاتمہ خراب ہوگیا تو میں کافروں اور جانوروں سے بھی بدتر ہوں۔ اس لیے حضرت حکیم الامت کا یہ جملہ یاد رکھیے کہ تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور تمام کافروں سے کمتر ہوں فی المآل تب سمجھ لو ایمان کامل ہوگا۔ کتنی بڑی تعلیم ہے کہ اتنا بڑا عالم اور مجدّدِ زمانہ کیا بات فرمارہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تکبر کے علاج کے لیے احتمال قائم کرلو کہ ممکن ہے کہ کسی کا کوئی عمل پسند ہو اور وہ اللہ کے نزدیک مقبول ہو اور ممکن ہے میرا کوئی عمل عند اللہ ناپسندیدہ ہو۔ بس یہ احتمال کافی ہے، یقین کرنا فرض نہیں ہے، احتمال ہی سے علاج ہوجائے گا، قضیہ ممکنہ یہاں کام دے جائے گا کہ یہ مسلمان بھائی جو فسق و فجور میں مبتلا ہے، ممکن ہے اس کا کوئی عمل قبول ہو جس کی وجہ سے اس کی سب معافی ہوجائے اور ممکن ہے میرا کوئی عمل نامقبول ہو جس کی وجہ سے ساری نیکیوں پر پانی پھر جائے۔ اسی طرح کافروں کے متعلق بھی احتمال قائم کرلو کہ ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوجائے اور خدانخواستہ میرا خاتمہ کلمہ پر نہ ہو۔

احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ علامتِ جذب حضرتِ والا نے پہلی بار بیان فرمائی تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہاں (Lens) میں پچھتر سال کی زندگی میں پہلی دفعہ بیان کیا کہ اولیاء اللہ سے محبت ہونا یہ علامتِ جذب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ[۹] نازل فرمایا، لیکن یہاں علامتِ جذب نہیں بیان فرمائی لیکن قرآن و حدیث سے ہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو جذب

۹؎ الشوریٰ: ۱۳

فرماتا ہے اس کے دل میں وقت کے کسی ولی کی محبت ڈال دیتا ہے، اس کو اس ولی کی ہر بات میں مزہ آتا ہے، اس کو اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا اہل اللہ پر اعتراض کا مادہ شیطانی مرض ہے۔ شیطان کے دل میں اعتراض پیدا ہوا تھا کہ میں آگ سے ہوں اس لیے افضل ہوں مٹی سے، آپ افضل کو غیر افضل کے سامنے جُھکا رہے ہیں۔ اس کمبخت کو حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی میں نورِ نبوت نظر نہیں آیا۔ اس کو سمجھانے کے لیے مولانا رومی نے مثنوی میں ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک جانور دریائی گاؤ ہوتا ہے جو رات میں دریا سے نکل کر اپنے پیٹ میں سے ایک روشن قیمتی موتی اُگلتا ہے، جس کی روشنی میں وہ دریا کے کنارے ریحان و سوسن اور ہری ہری گھاس چرتا ہے۔ اس کے موتی کو لینے کے لیے تاجر درخت پر چڑھ جاتے ہیں اور جب وہ جانور موتی اُگل کر دور چلا جاتا ہے تو تاجر اس موتی پر گارا ڈال دیتے ہیں، جس سے وہ موتی چُھپ جاتا ہے اور وہ جانور غصہ میں اس موتی کو تلاش کرتا ہوا اس مٹی کے پاس بھی آتا ہے لیکن مٹی کو دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے کہ اس میں تو وہ موتی ہو ہی نہیں سکتا اور سمندر میں واپس چلا جاتا ہے اور تاجر درختوں سے اُتر کر، مٹی ہٹا کر وہ موتی نکال لیتے ہیں اور کروڑوں روپے کا بیچتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں نبوت کا موتی مٹی کے جسم میں چھپا ہوا تھا۔ شیطان بے وقوف تھا اس کو اتنی عقل نہیں آئی کہ مٹی کے اندر وہ نبوت کے موتی کو دیکھ لیتا۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے مٹی کے جسم میں اللہ نے اپنی ولایت کا موتی چھپا دیا ہے، کم لوگ ہیں جو اس موتی کو پہچانتے ہیں، جن کی قسمت اچھی ہونے والی ہوتی ہے وہ اس ولی کی آنکھوں سے، اُس کے چہرہ سے، اُس کی گفتگو سے، اُس کی رفتار سے، اُس کی گفتار سے، اُس کے کردار سے بھانپ لیتے ہیں کہ اس کے دل میں ولایت کا موتی ہے۔

خوب سمجھ لو کہ نبوت کے موتی کو شیطان مردود نے نہیں پہچانا، یہی نہ پہچاننا اس کی مردودیت کا سبب ہوا۔ اولیاء اللہ کی عدمِ معرفت یہی لوگوں کی محرومیت کا سبب ہے۔ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی آدمی میں بھی آدمی، ان کی بھی ایک ناک میری بھی ایک ناک، ان کی بھی دو آنکھیں میری بھی دو آنکھیں، اِن کے بھی دو کان میرے بھی دو کان، یہ تو بالکل میرے ہی جیسے ہیں، لیکن اندر نہیں دیکھتے کہ ان کے باطن میں کیا ہے،

www.khanqah.org

جن کی قسمت میں ہدایت لکھی ہوتی ہے، ایصال الی المطلوب والی ہدایت، اللہ تک پہنچانے والی ہدایت مقدر ہوتی ہے وہ اولیاء اللہ کو پہچان لیتے ہیں کہ ان کے دل میں کوئی نہ کوئی بات ہے جب ہی تو ان کے منہ سے ایسی باتیں نکلتی ہیں۔ اس کی بات میں، اس کی رفتار میں، اس کی گفتار میں، اس کے چہرہ میں، اس کی آنکھوں میں نسبت مع اللہ کی خوشبو، اس کی باتوں میں اللہ کی پہچان کی خوشبو آتی ہے۔ (اس مقام پر حضرتِ والا پر گریہ طاری ہوگیا)

کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

اس کے بعد مولانا منصور الحق صاحب سے حضرتِ والا نے کلام سُنانے کے لیے فرمایا۔ مولانا نے اپنے اشعار سُنائے۔ اِتنے میں ظہر کا وقت ہوگیا، حضرتِ والا نے اشعار کو رکوادیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق سب پر مقدم ہے سب لوگ جلدی جلدی مسجد جاؤ۔ ظہر کے بعد ایک افریقی طالبِ علم نے عرض کیا کہ مجھے حضرتِ والا کی مجلس میں بہت مزہ آتا ہے، بہت نفع ہوتا ہے، لیکن کلاس کی وجہ سے نہیں آسکتا۔ فرمایا کہ علم کی روح اللہ کی محبت ہے۔ اگر اللہ کی محبت نہ سیکھی تو ایسا عالم بھی بے جان ہوتا ہے، اس لیے کلاس کی فکر نہ کرو ورنہ لاس (Loss) میں رہوگے۔

ایک صاحب نے عرض کیا فلاں صاحب (جو حضرتِ والا سے بیعت ہیں اور مجلس میں موجود تھے) کا دوسری شادی کا خیال ہے۔ گھر میں ان کی بیوی بھی موجود تھیں۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اندر کہلوادو کہ دوسری شادی کرنے کو میں نے منع کردیا ہے۔ دوسری شادی مَت کرو، آخرت کی تیاری کرو، دوسری شادی اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر بشرطِ عدل اور انصاف، جس کا قرآنِ پاک نے اعلان کیا اور ایک بات میری سمجھ میں آئی کہ اس زمانے میں طاقتیں کمزور ہوچکی ہیں، پہلی ہی شادی میں دَواخانوں کے سامنے لائن لگائے ہوئے حکیم صاحب کی خوشامد کررہے ہیں کہ حکیم صاحب! معجون دے دیجیے۔ تو جب پہلی ہی شادی میں معجون کی ضرورت ہے تو دوسری شادی کا کیا سوال ہے۔ دوسری شادی کرنا آخرت کو تباہ کرنا ہے، کیوں کہ اس زمانے میں تقویٰ ایسا نہیں کہ عدل

www.khanqah.org

کرسکو گے اس لیے پھر کہتا ہوں کہ دوسری شادی مت کرو اگرچہ شرعاً جائز ہے، مگر بشرطِ شئ جائز ہے اور وہ شئ کیا ہے؟ "انصاف" جو مشکل ہے اس زمانے میں۔

ایک تعلق والے صاحب نے عرض کیا کہ میری بیوی نے بس مجھے ایک دن کی اجازت حضرتِ والا کی خدمت میں رہنے کی دی ہے۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ تمہاری محبت لینے کے لیے میں شیخ کے پاس رہ رہا ہوں کیوں کہ شیخ بیویوں کے حقوق کی تعلیم دیتے ہیں اور دوسری شادی کو منع کرتے ہیں۔ جب اس سے یہ کہو گے تو بخوشی اجازت دے دے گی، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ دین سیکھنے کے لیے ماں باپ کی اجازت بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر ماں باپ منع کرتے ہیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں کیوں کہ شیخ کے پاس جانا اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے اور اصلاح فرضِ عین ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ ج ۵ میں یہ مسئلہ لکھا ہے البتہ حکمت اور ادب کا لحاظ رکھو، بے ادبی نہ کرو، ادب سے کہہ دو اور کوئی بہانہ کرکے شیخ کے پاس چلے جاؤ کیوں کہ دین سیکھنا فرض ہے۔ تو دین کے لیے جب ماں باپ کی اجازت بھی ضروری نہیں ہے تو بیوی سے کیسے ضروری ہوگی؟

ان ہی صاحب نے عرض کیا کہ میری بیوی بہت زیادہ حسین ہے، بے انتہا حسین ہے، لیکن حضرت والا کی صحبت میں مجھے جو مزہ مل رہا ہے اس کا ایک ذرّہ بھی بیوی کے پاس ایک لمحہ کو نہیں ملا، آپ کے پاس کے مزہ کا کوئی مقابلہ نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ بتادوں اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ تمہاری بیوی کے پاس حسن ہے اور میرے پاس خالقِ حسن ہے۔ وہ حسین ہے مگر مخلوق ہے، میرے پاس خالق کا مزہ آرہا ہے، جس نے اس کو حسن دیا ہے وہ میری گفتگو، میری تقریر میں موجود ہے، تو خالق کے مزہ کے سامنے مخلوق کیا بیچتی ہے۔ آپ کی بات سو فیصد صحیح ہے، جس کو اللہ کا مزہ مل گیا وہ بھول گیا سارے جہان کو۔ اس لیے جب جنت میں اللہ کا جلوہ نظر آئے گا تو جنت اور جنت کی حوریں بھی یاد نہیں آئیں گی، کیوں کہ اس کے سامنے خالقِ حُسن ہے۔ خالق حُسن کے سامنے حُسنِ مخلوق کیا بیچتا ہے، جنت کیا بیچتی ہے، حوریں کیا بیچتی ہیں۔

www.khanqah.org

مورخہ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۵ اپریل ۲۰۰۴؁ء بروز اتوار بعد نمازِ عشاء

بیان حضرتِ والادام ظلہم العالی

میرے دوستو اور عزیزو! اگر دنیا اور آخرت کی عزت چاہتے ہو تو بس اللہ سے ڈرو، گناہ چھوڑ دو اللہ مل جائے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ اللہ مجھ سے راضی اور خوش ہو جائے تو گناہ چھوڑ دو۔ گناہوں کے ساتھ اللہ نہیں پاؤ گے۔ تقویٰ نام ہے گناہ چھوڑنے کا اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ[1] آہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست نہیں ہے، وہ ہمارے دوست نہیں جو گناہ کرتے ہیں، وہ بدمعاش ہیں، بے حیا ہیں، بے غیرت ہیں۔ اگر ہمارا دوست بننا ہے تو سب بے غیرتی اور بے شرمی کے کام چھوڑ دو، حیا دار اور شریف انسان بن جاؤ۔ اگر تمہارے اندر شرافت ہوتی تو تم بے شرمی کے کام نہ کرتے، گناہوں کے لیے پاجامہ نہ کھولتے۔ یہی دلیل ہے کمینہ پن اور ذلت کی۔ اگر اللہ کا ولی بننا ہے تو توبہ کرلو۔ اپنے کیے پر نادم ہو جاؤ۔ گناہوں کو چھوڑنے سے، گناہوں پر نادم ہونے سے ولایت ملتی ہے، توبہ اور ندامت سے ولایت ملتی ہے۔ ورنہ رات بھر نفلیں پڑھو، رات بھر تہجد پڑھو، دن کو روزہ رکھو، لیکن اگر گناہ نہیں چھوڑو گے تو اللہ کے ولی نہیں ہوسکتے۔ جن کو ولی بنانا ہے ان کا اعلان ہے اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ- اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَھَجِّدُوۡنَ نہیں فرمایا اِلَّا الۡمُتَنَفِّلُوۡن نہیں فرمایا اِلَّا الصَّآئِمُوۡنَ نہیں فرمایا کہ نفلیں پڑھنے سے، تہجد پڑھنے سے یا نفلی روزے رکھنے سے میرے ولی ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میرے ولی صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے تہجد پڑھ رہے ہو، روزے رکھ رہے ہو، خانقاہوں میں رہ رہے ہو، تصنیف و تالیف کررہے ہو، تقریر کررہے ہو، اللہ کے نام پر اُمت سے دعوتیں اور حلوے مانڈے کھا رہے ہو مگر گناہ کیوں نہیں چھوڑتے ہو، اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہو۔ بس یاد رکھو اللہ کی ولایت اور دوستی تقویٰ پر ہے، اللہ کی نافرمانی چھوڑنے پر ہے، تہجد پڑھنے پر نہیں ہے، نفلی روزہ رکھنے پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرا کوئی ولی نہیں

---

[1] الانفال: ۳۴

ہے مگر متقی بندے، جو گناہ چھوڑ دیتے ہیں، جو نافرمانی نہیں کرتے۔ اگر کبھی گناہ ہو جاتا ہے بشری کمزوری سے مغلوب ہوگئے تو روتے روتے اپنا ناک میں دَم کر دیتے ہیں کیوں کہ حسینوں کی دُم میں ناک لگائی تھی تو اب روتے روتے اپنا ناک میں دَم کرو۔ اگر کبھی گناہ ہو جائے تو اس قدر روؤ کہ فرشتے بھی کانپنے لگیں، عرشِ الٰہی بھی تمہارے آہ و نالوں سے ہل جائے، آہ و نالوں سے، ندامت سے رونے سے اللہ تعالیٰ صرف معاف نہیں کرتے اپنا محبوب بنالیتے ہیں۔ بے غیرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات میں دبے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی، خاص کر وہ لوگ جو خانقاہی ٹوپی پہنے ہوئے ہیں اور بد نظری کرتے ہیں، لباس صالحین کا اور کام فاسقین کا۔ اللہ سے شرم کرو، اللہ سے عہد کرو، ہم سب عہد کریں کہ اے اللہ! ہم عہد کرتے ہیں کہ آیندہ کبھی آپ کو ناراض نہیں کریں گے چاہے جان نکل جائے مگر نافرمانی نہیں کریں گے، بد نظری نہیں کریں گے۔ بس گناہوں سے بہت بچو، اللہ والے گناہوں سے ہی ڈرتے ہیں، ان کو دنیا میں کوئی خوف نہیں ہوتا بس اُن کو یہی ڈر ہے کہ اللہ! مجھ سے کوئی خطا نہ ہو جائے۔ جو گناہوں پر جری ہوتا ہے وہ شیطان کا چیلا ہے۔ گناہ کرا کے شیطان بھی اُس پر ہنستا ہے کہ دیکھو مولانا صاحب کو میں نے مبتلا کر دیا، میرے بہکاوے میں آگئے، بڑے متقی بنتے تھے۔ اگر اللہ کو حاصل کرنے میں آپ مخلص ہیں اور واقعی اللہ کو چاہتے ہیں تو گناہوں کو چھوڑ دیجیے، گناہوں کا حرام مزہ چھوڑ دو، گناہوں کے ساتھ جو اللہ کے ملنے کا خواب دیکھ رہے ہیں یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور میرے دوستوں کو بھی گناہ چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے، دے دو اللہ کے راستے میں جان، اُسی کی دی ہوئی ہے مگر اللہ کے لیے گناہوں سے منہ کالا مت کرو۔ اگر شیطان لاکھ کہے کہ گناہ کرنے سے بہت مزہ آئے گا تو شیطان سے کہہ دو کہ جس طرح تو اللہ کی نافرمانی کر کے مردود ہوا ہے اسی طرح مجھے مردود کرانا چاہتا ہے، اپنا آزمایا ہوا نسخہ مجھ پر آزمانا چاہتا ہے اور مجھے گناہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی عذاب ہے۔ اگر اللہ کو دل سے چاہتے ہو تو نافرمانی چھوڑ دو۔ عالم اور حافظ اور مفتی بننا فرضِ کفایہ ہے، کچھ لوگ عالم اور کچھ حافظ ہو جائیں تو سب کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا،

www.khanqah.org

لیکن تقویٰ ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ جو گناہوں پر جری ہے وہ جہنم میں جانے پر جری ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو، چاہے عبادت کم ہو، آپ زیادہ عبادت نہ کریں، صرف فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرلیں مگر گناہ ایک بھی نہ کریں تو ان شاء اللہ! جنت میں جائیں گے۔ اور تہجد، اشراق، اوّابین کے ساتھ اگر گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے تو یقیناً اللہ کی دوستی نہیں مل سکتی اور گناہ نہیں چھوڑوگے تو دنیا اور آخرت میں ذلیل ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تین دفعہ معاف فرمادیتے ہیں اس کے بعد پکڑ فرماتے ہیں۔ ایک چور نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: یاامیر المؤمنین! مجھے معاف کردیجیے یہ میرا پہلا گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کم از کم تین دفعہ گناہ معاف فرمادیتے ہیں اس کے بعد گرفت فرماتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اللہ کو بھی چاہتے ہو اور گناہ کا حرام مزہ بھی چاہتے ہو۔ ارے گناہوں میں کیا مزہ رکھا ہوا ہے! گناہوں کے جو مراکز اور جائے وقوع ہیں وہ گندے مقامات ہیں۔ اگر ان کا پیشاب پے خانہ تمہارے منہ میں رکھ دیا جائے تو کیا تمہیں قے نہ آئے گی۔ میرا شعر ہے ؎

آگے سے مُوت پیچھے سے گُو
اے میر جلدی سے کر آخ تھُو

اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو متقی اور پرہیزگار بننا آسان کردے، اپنی راہ کو ہم سب پر آسان کردے، نظر کی حفاظت کی توفیق آسان کردے اور زنا، بدکاری، لواطت اور سب گناہوں سے نفرت نصیب فرمادے۔ اے اللہ! میں مسافر ہوں اور مریض ہوں اور مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں، مشکوٰۃ کی حدیث ہے۔ اے اللہ! فرشتوں کی آمین کی برکت سے اور مسافر ہوں اس بہانے سے قبولیت کا شرف عطا فرمادیجیے اور ہم سب کو متقی بناکر ولی اللہ بنالیجیے اور جنتی بنادیجیے اور گناہوں کی جرأت، گناہ کی بے حیائی کو اور گناہ کی نالائقی کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمادیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

www.khanqah.org

علمی مزاح

ارشاد فرمایا کہ ایک بات یاد آگئی۔ پاکستان کے ایک بہت بڑے عالم سے مکہ شریف میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ذرا پیشاب کے لیے جاتا ہوں، میں نے کہا بُل بُل۔ اس وقت کچھ نہیں سمجھے۔ جب پیشاب کرکے واپس آئے تو زور سے ہنستے ہوئے آئے۔ کہنے لگے کہ پیشاب خانے میں بُل بُل کے معنیٰ سمجھ میں آئے۔ میں نے غور کیا کہ یہ کیا لفظ بولا، تو سمجھ میں آیا کہ بَال یَبُولُ کا امر بُل ہے اور دو دفعہ بُل بُل کہنے سے مزہ بڑھ گیا جس سے سننے والا سمجھے گا کہ پرندہ کا نام لیا لیکن معنیٰ ہوئے کہ پیشاب کرلو، پیشاب کرلو۔

بچپن ہی سے حضرتِ والا کا اہل اللہ سے تعلق

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ایک نعمت کو بطورِ شکر کے تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں اور فخر اور جاہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ جب میں بالغ ہوا تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ بحیات تھے، ان کی صحبت میں تین سال رہا۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تو ان کی صحبت میں سترہ سال رہا۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی صحبت میں ابھی تک ہوں۔ پچاس پچاس دن ان کی صحبت میں رہاہوں۔ اب بھی باقاعدہ خط و کتابت کرتا ہوں، ہر ہفتہ ایک خط بھیجتا ہوں۔ یہاں آنے سے چھ سات دن پہلے ایک خط کراچی سے بھیجا تھا اور یہاں آتے ہی دوسرا خط چلا گیا اور خط میں کیا مضمون ہوتا ہے؟ کہ میں آپ کی دعاؤں کا اور توجہ کا سراپا محتاج ہوں، تاکہ شیخ یہ نہ سمجھیں کہ اب اختر کو لوگ بہت ماننے لگے تو مجھ کو بھول گیا۔ یاد رکھو شیخ کٹ آؤٹ ہے، اگر شیخ اَپنی توجہ کا کٹ آؤٹ ہٹالے تو مرید چاہے کیسا ہی ہو گیٹ آؤٹ ہوجائے گا۔ اس لیے شیخ کا احسان کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔

مجھ کو تین دریاؤں کا پانی ملا ہے: دریائے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ،

دریائے مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دریائے مولانا شاہ ہردوئی دامت برکاتہم، جب دریا ملتے ہیں تو پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے۔ سب میرے بزرگوں کا فیض ہے، میرا کوئی کمال نہیں۔ بس اللہ کی رحمت کا سہارا ہے، اپنے اعمال کا کوئی سہارا نہیں ہے، اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ بخش دیا جاؤں گا، اپنے عمل سے بخشش نہیں ہوگی۔ یہ تحدیث نعمت ہے وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّ کوئی فخر کی بات نہیں مگر یہ اللہ کا فضل ہے۔ امید ہے کہ عالم میں اگر آپ تلاش کریں تو اتنی صحبت پانے والے کم ملیں گے، کوئی چھ مہینہ کوئی سال بھر، کوئی پانچ سال مگر تینوں بزرگوں کی صحبت ملا کر بہت عرصہ ہو جاتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تین سال اور حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں سترہ سال اور اب تک چالیس سال سے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی صحبت میں ہوں۔ اور حضرت سے ڈرتا رہتا ہوں۔ شیخ کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے، اس کی برکت ہوتی ہے، چاہے سارا عالم بیعت ہو جائے مگر مجھے ڈر لگا رہتا ہے کہیں حضرت مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں، شیخ کا سایہ بہت بڑی نعمت ہے۔

مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرتِ والا نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بزرگوں کی برکت سے مجھے بخش دیں گے تو حضرت ہم سب بھی حضرتِ والا کے مرید ہیں، ہمیں بھی امید ہے، حضرت! ہمیں بھی نہ بھولیے گا جب آپ کی بخشش ہوگی۔ حضرتِ والا نے فرمایا: ارے بھائی! اکیلے جنت میں جانے میں تھوڑی مزہ آئے گا، جنت میں جائے تو دوستوں کو بھی ساتھ لے جائے کیوں کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ پہلے ہے کہ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ [۱۱] بعد میں ہے اور یہاں ایک علمِ عظیم بیان کرتا ہوں فَادْخُلِیْ امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دو زمانہ ہوتا ہے تو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ سے معلوم ہوا کہ بار بار میرے خاص بندوں سے ملتے رہنا، حوروں سے لپٹ کر میرے خاص بندوں کو نہ بھول جانا، جب حوروں سے فارغ ہو جانا پھر ہمارے اللہ والوں

---

[۱۱] الفجر:۲۹-۳۰

سے ملنا فَادۡخُلِیۡ بتارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں بار بار اللہ والوں سے ملنے کا حکم ہو رہا ہے کہ جن کی غلامی کے صدقے میں تمہیں آج جنت دے رہا ہوں ان کو نہ بھولنا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ کا جو یہ ترجمہ کرے کہ ایک دفعہ میرے خاص بندوں سے مل لو تو یہ ترجمہ غلط ہوگا کیوں کہ فَادۡخُلِیۡ کا امر مضارع سے بنا ہے جس میں حال اور مستقبل دو زمانہ ہے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ میرے خاص بندوں سے اَب بھی ملو اور مستقبل میں بھی ملتے رہنا پس معلوم ہوا کہ جنت میں بار بار اولیاء اللہ کی ملاقات ہوگی۔

حضرتِ والا کا تقویٰ

مجلس کے بعد حضرتِ والا اپنے کمرہ میں تشریف لائے اور حضرتِ والا کے ایک عالم خلیفہ کے دو صاحبزادے بھی ساتھ آئے، بڑے اور چھوٹے صاحبزادے دونوں دو سال پہلے بھی حاضرِ خدمت ہوئے تھے لیکن اس وقت چھوٹے صاحبزادہ کے داڑھی نہیں آئی تھی، اب ماشاء اللہ پوری داڑھی تھی۔ ان کو دیکھ کر حضرتِ والا نے دریافت فرمایا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو؟ پھر فرمایا: اگر پہلے غور سے دیکھتا تو پہچان لیتا اسی لیے اب پوچھنا پڑا کہ کیا تم ان کے بھائی ہو کیوں کہ بھائی، بھائی کی شکل میں مشابہت ہے لیکن اس وقت غور سے نہیں دیکھا تھا کیوں کہ اس وقت دیکھنا جائز نہیں تھا۔ میرا شعر ہے؎

جِن کے چہرے میں ہو نمک شامل
واجب الاحتیاط ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تقویٰ کی نعمت دی تھی جس سے ان کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھا تھا، آج داڑھی خوب بڑی ہو گئی، ایک مٹھی سے بھی زیادہ ہے تو اَب پوچھنے سے معلوم ہوا اور چہرہ بھی بتاتا ہے کہ بھائی بھائی ہیں۔

فائدہ: جامع عرض کرتا ہے کہ قدم قدم پر حضرتِ والا کے عمل سے نصیحت ملتی ہے کہ اگر تقویٰ سیکھنا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتِ والا کی اتباعِ کامل کی توفیق عطا فرمائے۔

www.khanqah.org

اہل اللہ کی معیت کا انعام

ایک صاحب کے سوال پر کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کس کو نصیب ہوگا۔ ارشاد فرمایا کہ جو یہاں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی مَعِیَّتْ فِی الدُّنْیَا مَعِیَّتْ فِی الْجَنَّۃ میں تبدیل ہوجائے گی۔ اگر وہاں ساتھ رہنا ہے تو یہاں ساتھ رہنے کی کوشش کرو اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ جنت میں جگہ دے دے۔

مؤرخہ ۶ ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۴؁ء دوشنبہ

حضرتِ والا کے شفقت واکرام کی ایک مثال

فجر کے بعد احقر راقم الحروف اور دوسرے خدام حضرتِ والا کے کمرہ میں حاضر ہوئے۔ رات حضرتِ والا نے صالحین کی وضع میں ارتکابِ گناہ کرنے والوں کی اصلاح کے لیے بہت جوش اور درد سے مضمون بیان فرمایا تھا۔ صبح جب ہم لوگ حاضر ہوئے تو غایتِ کرم وشفقت سے فرمایا کہ جس نے توبہ کرلی وہ پاک صاف ہوگیا مگر پھر بھی اس مضمون کو عام عنوان سے اس نیت سے بیان کیا جاتا ہے کہ نفس ڈر جائے اور آیندہ نہ کرے کیوں کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صالحین کی وضع میں بدمعاشیاں کرچکے ہیں، تو ان کے لیے یہ مضمون بہت مفید ہوتا ہے کہ ان کا نفس شرمندہ ہوکر آیندہ کے لیے ڈر جاتا ہے۔ میری نیت یہی ہوتی ہے کہ آیندہ کے لیے ڈر جائے، پچھلے گناہ پر شرمندہ کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ نفس بچہ کی طرح ہے اسے ڈراؤ تو ڈر جاتا ہے۔

اَلنَّفْسُ کَالطِّفْلِ اِنْ تُھْمِلْہُ شَبَّ عَلٰی
حُبِّ الرِّضَاعِ وَاِنْ تُفْطِمْہُ یَنْفَطِمِ

یعنی نفس بچے کی طرح ہے اگر آزاد چھوڑ دو تو جوان ہوکر بھی ماں کا دودھ پیتا رہے گا اور اگر دودھ چھڑادوگے تو چھوڑ دے گا۔ گناہوں پر شرمندہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ میری یہ نیت ہوتی ہے کہ اپنے دوستوں کو اور خصوصاً پیارے دوستوں کو شرمندہ کروں۔

www.khanqah.org

ہر گز یہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ آیندہ کی حفاظت کے لیے یہ مضمون بیان ہوتا ہے۔ عام عنوان سے بیان ہوتا ہے، کسی کا نام تو لیا نہیں جاتا۔ جن میں وہ امراض ہوتے ہیں ان کو سبق مل جاتا ہے۔ مجھ کو علم ہے کہ کون کون لوگ ہیں جو اس لباس میں ارتکاب کر چکے ہیں، بہت سے دوست، بہت سے پیر بھائی اپنے حالات بیان کرتے ہیں تو اس مضمون سے سب کو نفع ہوتا ہے اور اپنے کو سب سے حقیر بھی سمجھتا ہوں، ہر مسلمان سے اپنے کو حقیر سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، ہر مسلمان سے کمتر فی الحال اور ہر کافر سے کمتر باعتبار مآل کے۔ کسی کو حقیر سمجھ کر یہ مضمون نہیں بیان کرتا ہوں، بس یہی نیت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نافرمانی سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو محفوظ فرمادے۔

شیخ کے ساتھ یہ حسنِ ظن رکھنا چاہیے کہ وہ جو کہتا ہے ہمارے فائدہ کے لیے کہتا ہے۔ جیسے کل میں نے کہا کہ بعض لوگ گول ٹوپی اور لمبے کُرتے میں پاجامہ کھولتے ہیں، بایزید بسطامی کی شکل میں ننگِ یزید کام کرتے ہیں تو اس سے کتنا نقصان ہوتا ہے۔ ایک نقصان تو اس کا اپنا ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو کر فاسقین میں شامل ہو جاتا ہے اور دوسرے اس حلیہ میں جس کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے اس کو دوسرے صالحین کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے کہ سب ایسے ہی ڈھونگ ہے اور لمبے لمبے کُرتے پہننے والوں کے ایسے کرتوت ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے کرتوت نیک لوگوں کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ شیخ کے ذمہ یہ صفائی پیش کرنا نہیں ہے کہ اس نے کیوں یہ مضمون بیان کیا لیکن شفقت کا تقاضا یہی ہے کہ ناسمجھ آدمی کو سمجھا دیا جائے کہ بدگمانی نہ کرے اور یہ نہ سوچے کہ شیخ مجھ کو ذلیل کر رہا ہے۔ یہی سمجھے کہ شیخ انتہائی مخلصانہ، محبانہ اور مشفقانہ انداز سے مجھ کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ شیخ اگر لیپاپوتی کرتا رہے، گُو کی برائی نہ بیان کرے تو جو بلی کے گُو کی طرح گناہوں کو چھپاتا ہے اس کو نفرت ہوگی؟ اور دعا بھی کرتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ [۱۲]

اے اللہ! ہدایت کے راستے میرے دل میں ڈال دے اور مجھ کو میرے نفس کے شر سے بچا۔

---

[۱۲] جامع الترمذی: ۱۸۶/۲، باب ما جاء فی جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس لیے کھول کھول کے بیان کرنا پڑتا ہے، جس زمانے میں لوگ شرم وحیا سے رہتے تھے تو ان کی اصلاح بھی شرم وحیا سے ہوتی تھی، اب زمانہ بے شرمی و فحاشی کا آگیا تو مجبوراً شیخ کو علاج صاف صاف بیان کرنا پڑتا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا مریض اپنی نظر میں حقیر ہو جاتا ہے۔ اپنی نظر میں حقیر اور ذلیل رہنا یہ بہتر ہے اس سے کہ خود کو بایزید بسطامی سمجھے اور کارِ یزید کرتا رہے۔ آدمی جب اپنی نظر میں بُرا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جب اپنی نظر میں اچھا ہوتا ہے تو اللہ کی نظر میں بُرا ہوتا ہے۔ تو یہ اچھا ہے کہ ہم لوگ اپنی نظر میں ذلیل رہیں تو اللہ کی نظر میں اچھے رہیں گے۔ بعض میں یہ مرض بھی ہے کہ اللہ کے نزدیک ہماری عزت ہو۔ اللہ کے نزدیک عزت چاہنا جائز نہیں ہے۔ اللہ ہمیں اس وقت سے جانتا ہے جب ہم ماں کے پیٹ میں حیض اور منی تھے:

هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ
وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ ۚ

وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔

اس آیت کا یہی مقصد ہے کہ تم کو اپنی تخلیق پر نظر رکھنی چاہیے، اپنے کو بڑا نہ سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس وقت سے جانتا ہے جب تم ماؤں کے پیٹ میں باپ کی منی اور ماں کے حیض میں لت پت تھے لہٰذا فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ[۱۳] اپنی طرف تزکیہ کی نسبت نہ کرو، اپنا تزکیہ تو کرو مگر یہ مت سمجھو کہ میں مزکّٰی ہوگیا، ”تزکیہ کردن“ واجب ”تزکیہ گفتن“ حرام۔ اپنے کو پاک کرنا تو واجب ہے مگر اپنے کو پاک سمجھنا حرام ہے۔ سب سے بڑی بیماری تقدس مآبی ہے۔ اللہ کا شکر کرنا چاہیے کہ تکوینی طور پر ایسا انتظام ہو جائے کہ تقدس مآبی نِکل جائے۔ یہ بہت بڑی رحمت ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میرا بھانڈا پُھوٹ گیا۔ اگر میرا بھانڈا نہ پھوٹتا تو میں شیخ کی نظر میں معزز رہتا۔ یہ بالکل

۱۳؎ النجم:۳۲

حماقت اور کمینہ پن ہے۔ شکر ادا کرو جو اندر تھا وہ باہر آ گیا اور معافی کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، گناہ ہو گیا تو معافی مانگ لو۔

بعض ارشادات بعد ظہر

ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے بعض احباب حضرتِ والا کے کمرے میں آ گئے اس وقت کے بعض ملفوظات۔ دورانِ گفتگو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے اور پوتوں سے کہہ دیا ہے کہ دین کی خدمت میں لگو چاہے سوکھی روٹی کھاؤ۔

دین سیکھنے کے لیے والدین کی اجازت کا مسئلہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ شیخ کے پاس جانے کو اگر ماں باپ منع کریں تو کیا کرے۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں فتویٰ لکھا ہے کہ دین سیکھنا فرض ہے اس لیے اگر ماں باپ منع کرتے ہوں تو بلا اجازت کسی بہانے سے شیخ کے پاس چلا جائے اور بیوی کی اجازت کے بغیر بھی آ سکتا ہے۔ بیوی منع کرتی ہو تو کوئی بہانہ کر دو کہ کسی کام سے جا رہا ہوں اور تمہارے لیے بہت عمدہ کپڑا لاؤں گا۔ بیوی کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنا سچ بولنے سے زیادہ ثواب ہے کیوں کہ اس کا دل خوش کرنا ثواب ہے مثلاً ایک چیز بیوی کے لیے پانچ روپے کی لائے اُسے بتاؤ کہ یہ پچاس کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ملے گا۔

ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا دین کے لیے آنا زیادہ مفید ہے، اللہ کا زیادہ فضل ہوتا ہے جو اصلاح کے لیے آتے ہیں ان کو نفع ہوتا ہے ورنہ مجمع میں وعظ سن کر چل دیے اور بس۔ اس لیے جو لوگ دین کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اللہ قبول فرما لے تو ان کی تربیت کا ثواب بہت بڑا ثواب ہے۔ ایک آدمی صاحبِ نسبت ولی اللہ ہو جائے تو مغفرت کے لیے کافی ہے اور ولی وہ ہے جو سب گناہ چھوڑ دے۔ عبادت کرنے والے، وظیفہ پڑھنے والے تو بہت ہیں، آنکھ اور دل بچانے والے کم ہیں۔ آنکھ بچاؤ اور دل بچاؤ سمجھ لو کام بن گیا۔ یہی کام مشکل ہیں۔ چار کام بتاتا ہوں: ایک مٹھی داڑھی اور ٹخنے کھولنا

یہ دو کام تو آسان ہیں آنکھ بچانا اور دل بچانا مشکل ہے خصوصاً جہاز میں جب ایئر ہوسٹس پوچھتی ہے کہ جناب! آپ کو کیا چاہیے؟ اس وقت آنکھ بچانا شیروں کا کام ہے، گوشۂ چشم سے بھی اس کو نہ دیکھو کیوں کہ یہی ایئر ہوسٹس جو آج جوان ہے اور اس کو سب دیکھ رہے ہیں جب ستر برس کی بُڈھی ہو جائے گی اور چارپائی پر لیٹی کھانس رہی ہو گی اس وقت اس کو دیکھو گے؟ تو جن کا یہ انجام ہونے والا ہے ان پر کیوں اپنا انجام خراب کرتے ہو۔ نظر کو بچاؤ اور دل کو بچاؤ۔ آنکھوں کو خراب نہ کرو، آنکھیں اللہ کی نافرمانی سے خراب ہو جاتی ہیں، یہ ان کا کرم ہے کہ روشنی نہیں چھینتے ورنہ اس کی سزا یہی تھی کہ روشنی چھین لی جاتی، پھر ڈر کے مارے کوئی نہ دیکھتا مگر ان کا حلم و کرم ہے۔

یہ سوچو کہ یہ سب ایئر ہوسٹسیں ستر برس کی بڈھی ہو کر ایک قطار سے چارپائی پر پڑی ہوئی کھانس رہی ہیں اور بلغم نکل رہا ہے اور سُوکھ کر کانٹا ہو گئی ہیں، گال پچک گئے، پستان ڈھلک گئے، ایک ایک فٹ نیچے لٹکے ہوئے ہیں، اب ان کی طرف دیکھنے کو دل چاہے گا؟ تو جن کا انجام یہ ہونے والا ہے ان کی وجہ سے اپنا انجام کیوں خراب کرتے ہو۔

اور شیطان حال دکھاتا ہے اور انجام کو بُھلا دیتا ہے، اس لیے ایئر ہوسٹس سے شیطان دو طرح سے بہکاتا ہے۔ یا تو پیار و محبت سے کہتا ہے کہ آپ کس محلہ میں رہتی ہیں؟ آپ کا مکان کہاں ہے؟ اچھا گلشن میں! ارے میں بھی تو وہیں رہتا ہوں، آج تک یہ خبر نہیں تھی ورنہ کب کی آپ سے ملاقات ہو جاتی۔ ایک صورت تو یہ ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ غصہ کر رہے ہیں کہ تم نے وقت پر چائے کیوں نہیں دی، لال لال آنکھوں سے اس کو دیکھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ تمہارے آفیسر سے شکایت کر دیں گے۔ اس کو تو نالائق کہہ رہا ہے لیکن خود نالائق بن رہا ہے کیوں کہ نفس میں حرام لذت درآمد ہو رہی ہے، غصہ میں دیکھ رہا ہے اور نفس اندر اندر مزے لے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سینوں کے رازوں سے باخبر ہے۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سب کو تُو اَے بے نیاز

www.khanqah.org

حسینوں سے نہ ہدیہ لو نہ دو

ارشاد فرمایا کہ پی آئی اے کے ایک افسر نے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں بتایا کہ پی آئی اے کی ایک ایئر ہوسٹس نے انہیں حلوہ پیش کیا جو وہ گھر سے بنا کر لائی تھی، وہ انہوں نے قبول کر لیا لیکن دوسرے وقت اس کو ڈانٹ لگائی اور کہا کہ یہ نہ سمجھنا کہ حلوہ دینے سے تمہارے ساتھ کوئی رعایت کروں گا۔ یہ سن کر میں نے ان سے کہا کہ ایک مسئلہ سُن لو کہ اگر کوئی حسین ہدیہ دے تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرو کیوں کہ اس کا ہدیہ قبول کرنے سے اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ شیطان کان میں کہے گا کہ پٹی ہوئی ہے، پٹی ہوئی کو پٹالو۔ اگر کوئی کہے کہ اگر ہدیہ واپس کرتے ہیں تو اس کا دل دُکھتا ہے تو دل دُکھادو مگر اللہ کے قانون کو مت توڑو۔ دل توڑ دو، قانونِ الٰہی مت توڑو۔ اللہ کا قانون زیادہ قابلِ احترام ہے یا ان کا دل زیادہ قابلِ احترام ہے؟ اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کا ہدیہ واپس کر دو اور کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ اس لیے قبول نہیں کہ اس سے تمہاری محبت بڑھ جائے گی اور پھر تم سے ملنے کو دل چاہے گا۔ لہٰذا حسینوں کا ہدیہ قبول کرنا فتنہ ہے۔ جس نے ہدیہ قبول کر لیا ہو وہ اللہ سے توبہ کر لے کہ یا اللہ! اب آیندہ کبھی حسینوں کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ حسینوں کو نہ ہدیہ دینا جائز ہے نہ لینا جائز ہے۔ ہدیہ دینے میں بھی خطرہ ہے اور یہ تو پٹانے کا طریقہ ہے، ہدیہ دینے سے بھی محبت بڑھتی ہے اور ہدیہ لینے سے بھی محبت بڑھتی ہے۔ لہٰذا اللہ کے راستے میں سخت رہو، جلّاد رہو، بالکل لچک پیدا نہ ہو، نہ دل میں، نہ جسم میں، نہ زبان میں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی آپ کو سنکھیا پیش کرے اور کہے کہ تھوڑا سا چکھ لیجیے، بہت مزے دار ہے تو آپ چکھیں گے؟ اللہ کی نافرمانی یا نافرمانی کا سبب زہر سے کم نہیں ہے اور کچھ نہیں تو اللہ کی نافرمانی کے وساوس تو آہی جائیں گے، وسوسہ سے تو بچ نہیں سکتے، اگر بہت متقی ہے تو بھی وسوسے آئیں گے کہ کیا بات ہے، ہدیہ کیوں دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کے باوجود میں پسندیدہ ہوں، اس کی نظر میں شاید سلیکٹ (Select) ہو رہا ہوں۔ یاد رکھو کہ زہر کو زہر سمجھو، اللہ کی نافرمانی سے بڑھ کر کوئی زہر، کوئی عذاب

نہیں۔ ہزاروں لاکھوں دل ٹوٹ جائیں اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دیکھیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمادیا کہ اگر کسی حسین کو دیکھ کر ٹوپی ٹھیک کرلی، داڑھی کو ہاتھ سے برابر کردیا تو یہ بھی حرام ہے کیوں کہ حسین کی نظر میں تم منظور بننا چاہتے ہو۔ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ حسینوں کا ہدیہ واپس کرنا بڑے اللہ والوں کا، اللہ کے شیروں کا کام ہے۔ یہاں بڑے بڑوں کا دل پسیج جائے گا کہ ارے یار! اس کا دل دکھے گا، کہے گی کہ ملا لوگ خشک ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمتِ مردانہ چاہیے، ہمتِ شیرانہ چاہیے۔ شیر ہرن کا خون پیتا ہے، تم بھی اپنے نفس کا خون پیو چاہے کوئی کچھ بھی سمجھے، چاہے سمجھے کہ مُلّا خشک ہوتے ہیں، چاہے غیبت بھی کرے، اِدھر اُدھر برائی بھی بیان کرے، تم سب بدنامی برداشت کرو پھر آسمان کی طرف دیکھو کہ اے اللہ! آپ کے لیے دنیا بھر کی بدنامی برداشت کرتا ہوں ورنہ اگر ہدیہ لے لیا اور اس کی محبت بڑھ گئی اور گناہ کا وسوسہ دل میں آگیا تو کیا ہوگا۔ اس لیے حسینوں کا ہدیہ قبول نہ کرو، نہ لو نہ دو۔ ایک آدمی خواہ کتنا ہی بدصورت ہو، ناک کا چپٹا، آنکھ کا بھینگا ہو لیکن جب اس کو کوئی عورت دیکھتی ہے یا کوئی حسین لڑکا دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں کچھ اس کی نظر میں جچ رہا ہوں، ضرور کوئی بات ہے جب ہی تو یہ مجھ کو دیکھ رہی ہے یا دیکھ رہا ہے، حالاں کہ وہ بے وقوف سمجھ کر دیکھتے ہیں کہ ذرا دیکھ لو اس بے وقوف کو۔ غالب نے کہا تھا ؎

چاہتے ہیں خُوبرویوں کو اسدؔ
آپ کی صورت کو دیکھا چاہیے

کہتا ہے کہ میں خوبصورتوں کو چاہتا ہوں لیکن ذرا آپ کی صورت تو دیکھیے اس حماقت کی کوئی حد ہے کہ بڈھا کھوسٹ ہے اور حسینوں کو چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ حسین بھی مجھے پسند کرتے ہیں۔ ذرا آپ اپنی صورت دیکھ لیجیے، لہٰذا ہر شخص اپنی جیب میں آئینہ رکھے، جب کوئی حسین دیکھے تو آئینہ میں اپنی شکل دیکھو، اگر شکل اچھی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور کہو کہ میرا حسن کسی نامحرم عورت یا مرد کے لیے جائز نہیں۔ حسن کا شکریہ ہے کہ اسے اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے۔

www.khanqah.org

اگر کسی نے کسی حسین کا تحفہ لے لیا اور کھا بھی لیا تو اب کیا کرے؟

تقویٰ کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ قے کردے لیکن قے کرنا واجب نہیں ہے، بس اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے کہ یا اللہ تعالیٰ! آیندہ کسی حسین کا ہدیہ نہیں لوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کے معافی مانگ لے اور اس حسین سے بھی نظر بچا کر کہہ دے یا کسی سے کہلوادے کہ اب آیندہ ہدیہ نہ لانا، قبول نہیں کروں گا۔ اس سے کہلوادینا ضروری ہے ورنہ وہ سمجھے گی کہ ایک دفعہ لے لیا تو آیندہ بھی ضرور لیں گے جب کہ وہ افسر بھی ہو اور ماتحت تو افسر کو اور بھی خوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری ترقی ہو، تو کہہ دو کہ ہم خوش نہیں ہوئے ہم کو تکلیف پہنچی۔ ہمیں ہدیہ کی ضرورت نہیں، بغیر ہدیہ کے ہم ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے، جو بے اُصولی کرے گا اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے اور اگر بے اُصولی نہیں کروگے تو سب کے ساتھ انصاف کریں گے۔ لہٰذا ہمیں کوئی ہدیہ دینے کی جرأت نہ کرے۔

جان کے لالے

ارشاد فرمایا کہ جب مصیبت آتی ہے اور مرض شدید ہوجاتا ہے تو کوئی حسین یاد نہیں آتا۔ میر صاحب سے پوچھ لیجیے، جب ان کی انجیوگرافی ہورہی تھی تو کون حسین یاد آرہا تھا؟ اس وقت تو اللہ والوں سے دعا کراتا ہے کہ میری جان کی حفاظت کی دعا کیجیے۔ جب جان کے لالے پڑتے ہیں تو کوئی لالے یاد نہیں آتے۔ یہ شریف بندوں کا کام نہیں کہ جب مصیبت پڑے تب ہی اللہ کو یاد کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

اُذْکُرُوا اللّٰہَ فِی الرَّخَاءِ یَذْکُرْکُمْ فِی الشِّدَّۃِ[۱۴]

تم اللہ کو سُکھ میں یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دُکھ میں یاد رکھیں گے۔

حُسن پرستی کی مہلک وبا

ارشاد فرمایا کہ بعضے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے یہاں

---

[۱۴] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاک بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

www.khanqah.org

جب جاؤ حسینوں کے پیچھے ڈنڈا لیے پھرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آج کل دنیا میں سب سے بڑا یہی مرض ہے۔ اگر حسینوں سے نظر بچالو اور دل بچالو تو اللہ کا راستہ بالکل آسان ہے، مجاہدہ سے مشاہدہ ہوگا۔ میں پوچھتا ہوں کہ جہاں کالرا پھیلا ہوا ہو تو حکیم وہاں نزلہ زکام کی دوا دے گا یا کالرا کا علاج کرے گا؟ جو مرض مہلک ہوتا ہے، پہلے اُسی کا علاج کیا جاتا ہے۔ بدنگاہی، حُسن پرستی اور عشقِ مجازی کی مہلک وبا پھیلی ہوئی ہے جس سے ایمان تباہ ہورہا ہے اور لوگ اس کو معمولی مرض سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ بدگمانی بھی کرتے ہیں لیکن مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں اللہ کے لیے اپنی عزت کو داؤ پر لگا کر اس مرض کو بیان کرتا ہوں اور ان شاء اللہ! کرتا رہوں گا۔

حُسنِ مجازی کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ حُسنِ مجازی گُو مُوت کا مجموعہ ہے ورنہ کوئی حسین ایسا دِکھلا دو جو ہگتا، موتتا اور پادتا نہ ہو، کوئی ایسی حسین عورت دِکھلاؤ جو ہگتی، موتتی اور پادتی نہ ہو۔ کھال کی ظاہری چمک ہے جس سے آدمی دھوکا کھاجاتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

گوبر کی طشتری پر چاندی کا ورق ہے
وہائٹ کلر کے حُسن سے دھوکا نہ کھائیے

ورق ہٹاؤ تو گوبر نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے خبر دے دی کہ نگاہیں بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں اگر ان حسینوں کو دیکھنا مفید ہوتا تو قرآنِ پاک میں کیوں منع فرماتے؟ کہ اے نبی! ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ معلوم ہوا کہ ہمارا پیدا کرنے والا ہمیں مَضَرَّت سے بچاتا ہے کہ ہمارے بندے کسی حسین کو نہ دیکھیں کہ اس کے عشق میں پھنس کر اپنے کو ناپاک کرلیں۔ بتاؤ کوئی عورت ایسی ہے جس کو دیکھنے سے مذی نہ نکلے۔ تو جو محبت ناپاک کرنے والی ہے وہ کیسے پاک ہوسکتی ہے۔ جس وقت آدمی حسینوں کو دیکھتا ہے بتاؤ اس وقت خدا یاد آتا ہے؟ بس جو ہمارے اللہ کو بُھلادے اس سے بڑھ کر ہمارا دشمن کون ہوسکتا ہے۔

www.khanqah.org

نفس کو بد نظری سے بچانے کا ایک طریقہ

نفس مثل بچہ کے ہے، جیسے چھوٹے بچہ سے کہتے ہیں، ہاں ہاں ''تھو تھو'' گندگی میں ہاتھ نہ ڈالنا، کہیں پیشاب پاخانہ میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ خبر دار! مار ڈالوں گا، کاٹ ڈالوں گا۔ تو بچوں کو نہ مارتا ہے، نہ کاٹتا ہے لیکن ڈرانے سے بچہ ڈر جاتا ہے۔ اسی طرح نفس سے کہو کہ اے ظالم! اگر کسی عورت کو دیکھا تو مار ڈالوں گا، کاٹ ڈالوں گا، بوٹی بوٹی کر کے رکھ دوں گا۔ نفس بے وقوف ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہ واقعی ایسا کر دے گا۔ اس لیے نفس کو ڈراتے رہو اور قابو میں رکھو۔

طاقت رکھتے ہوئے گناہ نہ کرنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ چاہے تقریر میں مجمع بڑا نہ ہو، دو چار آدمی ہوں ایک آدمی بھی اللہ کا ولی بن جائے تو میری محنت وصول ہے۔ اس وقت جو دو چار آدمی موجود ہیں وہی سُن لیں کہ آخر مرنے کے وقت یا بڑھاپے میں سخت بیماری ہو، فالج کا حملہ ہو، ہاتھ پیر سب بے کار ہو جائیں تو گناہ چھوڑ دو گے، لیکن تندرستی کی حالت میں گناہ چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں کہ میرا بندہ گناہ کی طاقت رکھتا ہے مگر میرے خوف سے گناہ نہیں کرتا، گناہ سے بچتا ہے۔ معذوری سے گناہ چھوٹنے سے ولی نہیں بنو گے، طاقت رکھتے ہوئے گناہ چھوڑ دو تو اللہ کے ولی بن جاؤ گے۔

بیویوں کو ستانے کا انجام

ارشاد فرمایا کہ جنھوں نے بیویوں کو ستایا میں نے دیکھا کہ وہ چین سے نہیں رہے۔ ایک صاحب کی بیوی ذرا حسین نہیں تھی تو انھوں نے دوسری شادی کر لی اور پہلی بیوی کا رُلا رُلا کے ناک میں دَم کر دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا جو دوسری حسین بیوی لائے تھے اس کو کینسر ہو گیا اور کہاں ہوا؟ جس گال کو چومنے کے لیے لائے تھے اُسی گال میں کینسر ہو گیا۔ ایک ایک چھٹانک مواد نکلتا تھا، دور سے بدبو آتی تھی اور خود دُور کھڑے رہتے تھے بدبو کی وجہ سے۔

www.khanqah.org

اور دوسرے صاحب کی بیوی ذرا کالی تھی، اس سے چھ بچے ہوئے تھے۔ اس کو رات کو بارہ بجے طلاق دے دی کہ تمہاری شکل اچھی نہیں ہے، اب تمہارے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ وہ بچوں کو لے کر رات کے بارہ بجے گھر سے نکل گئی اور آسمان کی طرف دیکھا اور بزبانِ حال یہ شعر پڑھا۔

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانب آسمان دیکھ کر

وہ تو چلی گئی اور اس کے بعد ایک دوسری خوبصورت سے شادی کرکے لائے، بڑے خوش تھے لیکن کچھ ہی دن کے بعد فالج ہوگیا، بیوی کے بھی قابل نہیں رہے، چھ مہینہ چارپائی پر پڑے پڑے سکتے رہے تو جو نئی بیوی لائے تھے وہ لات مار کر بھاگ گئی، نئی بھی گئی اور پرانی بھی گئی، کوئی دیکھ بھال کرنے والا بھی نہیں تھا یہاں تک کہ پڑے پڑے مرگئے۔

اس لیے دنیا میں کیا رکھا ہے پہلے زمانے میں خون نکلوانا پڑتا تھا تب صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت ہوئی اور اجازت بھی مطلق نہیں دی بلکہ عدل کے ساتھ مقید فرمادیا کہ اگر تم عدل کرسکو تب دوسری شادی کرو۔ جیسے تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترازو رکھی ہوئی تھی جس سے تول کر دونوں گھروں میں آدھا آدھا تقسیم کرتے تھے۔ مثلاً آدھا خربوزہ ایک گھر میں آدھا خربوزہ دوسرے گھر میں۔ کسی نے کہا کہ آپ نے دو شادی کرکے مریدوں کے لیے دو شادیاں کرنے کا راستہ کھول دیا۔ فرمایا کہ نہیں! راستہ بند کردیا کیوں کہ عدل کرنے میں جتنی مشقت و مصیبت اُٹھا رہا ہوں کسی کی ہمت نہیں ہوسکتی۔ مشکل دیکھ کر سبق مل جائے گا کہ دوسری شادی کرنا آسان نہیں ہے۔

شادی مقصدِ حیات نہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ میں نے تمہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ تم جماع کرتے رہو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیُجَامِعُوْنَ تو نہیں فرمایا لِیَعْبُدُوْنِ فرمایا۔ عبادت کے لیے ہم کو پیدا کیا ہے تو عبادت میں لگو۔ بیوی کے ساتھ جماع کرنا مقصدِ حیات نہیں ہے، اس کو ضرورت کے درجہ میں رکھو۔ بیوی کو مقصدِ حیات نہ بناؤ

www.khanqah.org

اور یہ مقصدِ حیات ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ اگر مقصدِ حیات ہے تو انزال کے بعد کیوں منہ چھپا کر بھاگتے ہو اور ناپاک ہو جاتے ہو۔ جو چیز ناپاک کر دے وہ جائز بھی ہو لیکن مقصدِ حیات نہیں ہو سکتی۔ بیوی اگر کم خوبصورت ہے تو اچھا ہے، زیادہ دیر اللہ کے ذکر میں لگاؤ گے ورنہ بیوی ہی کو دیکھتے رہو گے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے لیکن بیوی ایسی تھی جس پر حسن کا اطلاق ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایک طالب علم کی نظر پڑ گئی تو وہ رونے لگا کہ استاد! آپ کی تو قسمت خراب ہو گئی جتنے آپ حسین ہیں بیوی اتنی ہی بد صورت ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے وقوف! روتا کیا ہے۔ اگر بیوی حسین ہوتی تو اُسی کے پاس بیٹھا رہتا نہ تم کو پڑھاتا نہ یہ کتابیں لکھتا جو لکھ رہا ہوں یعنی زیادات، مبسوط، سیر کبیر، سیر صغیر، جامع صغیر، جامع کبیر۔ پھر فرمایا کہ اللہ جس سے دین کا کام لیتا ہے اس کو مٹی کے کھلونوں میں مشغول نہیں ہونے دیتا، یہ تکوینی انتظام ہوتا ہے۔

جنّت اور حوروں سے بھی بڑی لذت

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ[۱۵] کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔ میر صاحب، مظہر محمود اور حافظ ضیاء الرحمٰن کے پاس بیویاں نہیں ہیں، اور میر صاحب تو ۶۵/ سال کے ہو گئے۔ ۶۵/ سال تک ان کا چوہا بِل نارسیدہ و لذتِ بِل ناچشیدہ ہے اس لیے آبدیدہ ہے تو کیا ان لوگوں کے دن رات نہیں کٹ رہے ہیں؟ عرض کیا کہ بہت مزے دار کٹ رہے ہیں۔ احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ جنّت میں بس حضرتِ والا مل جائیں تو سب کچھ مل گیا، حوروں کی بھی ضرورت نہیں، حضرتِ والا کی معیت میں ایسا مزہ ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حضرتِ والا نے فرمایا: دیکھو میر صاحب کیا کہہ رہے ہیں کہ جنت میں اگر حوریں نہ ملیں بس اختر مل جائے تو یہ کافی ہے۔ یہ اللہ کی محبت ہے، جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی محبت میں شامل ہے اور اللہ کے مقابلہ میں حوروں کی کیا حیثیت ہے۔ جنت میں جب اللہ

---

[۱۵] الزمر:۳۶

www.khanqah.org

اپنا دیدار کرائیں گے تو نہ حوریں یاد آئیں گی نہ جنت یاد آئے گی کیوں کہ خالقِ جنت اور خالقِ حور کی تجلی دیکھیں گے۔

بیویوں سے محبت کی تلقین

آج کل بیوی ذرا سی بیمار ہوئی تو دوسری بیوی کا خیال آنے لگا، یہ کیا بے وفائی ہے! اَرے بیوی بیمار ہوگئی تو تم بھی بیمار ہوسکتے ہو، تم بیمار ہو جاؤ اور بیوی تمہیں چھوڑ کر چلی جائے اور طلاق لے لے تو اُسے کتنا بے وفا سمجھو گے، ایسے ہی بیوی کی بیماری میں صبر کرو۔ اللہ کو یاد کرو۔ اصل میں اللہ کی یاد کم ہوگئی ہے اس لیے دوسری بیوی کا خیال آتا ہے۔ اگر اللہ کی یاد میں مَست رہتے تو غنیمت سمجھتے کہ اللہ کی یاد میں مَست ہیں اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ استفہامِ اقراری ہے یعنی یقیناً کافی ہے۔ مدینہ شریف میں ایک کتاب چھپی ہے العلماء العُزاب ۳۵ بڑے بڑے مشہور علماء جن میں تابعی بھی ہیں انہوں نے شادی نہیں کی اور دنیا سے چلے گئے۔ محبتِ الٰہیہ کا غلبہ تھا جس وجہ سے معذور تھے۔

حضرت سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے اپنی بیوی کی محبت میں کچھ اشعار کہے تھے، حضرتِ والا نے سُن کر اَزراہِ مزاح فرمایا کہ سُنا کرتے تھے کہ یہ جورو کا غلام ہے مگر آج دیکھ لیا۔ پھر فرمایا کہ بیوی کی محبت ہزاروں گناہوں سے بچاتی ہے، تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ جن کو بیوی سے محبت نہیں وہی زنا اور دوسرے بُرے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر بیوی کی محبت ہے تو وہ حرام محبت سے بچ جائے گا۔ ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ جب ذکر کرتا ہوں تو بیوی کا چہرہ سامنے آجاتا ہے تو اللہ کی یاد کیسے قبول ہوگی؟ فرمایا کہ بیوی کا تصور غیر اللہ نہیں ہے۔ اس لیے اگر ذکر میں بیوی کا خیال آجائے تو مُضر نہیں ہے، کیوں کہ حلال ہے اور اس میں اللہ کی رضا ہے اس لیے ایسا ذکر ناقص بھی نہیں کامل ذکر ہے۔

www.khanqah.org

مجلس بَرمکان مفتی حسین بھیات صاحب، لینیشیا

مؤرخہ ۷؍ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۲۰۰۴؁ء،
بروز منگل بوقت ساڑھے دس بجے صبح

کچھ احباب حضرتِ والا کے کمرے میں جمع ہوگئے۔ حضرتِ والا سے تعلق رکھنے والے ایک شاعر صاحب نے کچھ اشعار سنائے جو انہوں نے اپنی بیوی کی جدائی میں کہے تھے۔

حسن کی فنائیت اور دھوکا

ارشاد فرمایا کہ بیوی کی محبت جائز ہے لیکن مقصدِ حیات نہیں ہے، مقصدِ حیات لِیَعۡبُدُوۡنِ ہے، اللہ کی عبادت ہے اس لیے بیوی کو بھی زندگی کا سہارا نہ بناؤ ورنہ جب یہ بڈھی ہوجائے گی تو کس سے دل بہلاؤ گے، مان لو وہ اسّی برس کی بڑھیا ہوگئی، کمر جُھک گئی، رکوع کی حالت میں آگئی، گیارہ نمبر کا چشمہ لگائے ہوئے، لٹھیا پکڑے ہوئے، گال پچکے ہوئے، چہرہ پر جُھریاں، پنڈلیاں سوکھی ہوئی تو اس وقت یہ شعر کہو گے یا غزل جیب میں رکھ کر بگٹٹ بھاگو گے جیسے گھوڑے کی باگ ٹوٹ جاتی ہے اور وہ بھاگتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

زلف جعد و مشکبار و عقل بر

جو زلفیں کالی کالی گھونگھر والی مُشکبار ہیں یعنی مشک کی بارش کررہی ہیں اور عقل کو اُڑا رہی ہیں۔

آخر اُو دمِ زِشتِ پیرِ خر

بڑھاپے میں وہی زُلفیں سفید ہوجائیں گی اور ان کی چُٹیا بڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ اس وقت کوئی یہ غزل نہیں پڑھ سکتا اور کوئی غزل نہیں کہہ سکتا اور کسی زمانے کی لکھی ہوئی غزل اَب پڑھتے ہوئے شرم آئے گی۔ یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے، فریب ہے، سراب ہے، ہر جوانی بڈھی ہونے والی ہے۔ مولانا رومی نے فرمایا:

www.khanqah.org

کون می گوید بیا من خوش پیم
واں فسادش گفت رو من لاشیم

ہر چیز کی جوانی کہتی ہے کہ آؤ آؤ میں بہت حسین ہوں، خوش پیکر ہوں، خوش رفتار ہوں، آؤ مجھے دیکھو، میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہوں، میں بہت پیار کے قابل ہوں لیکن وہی جوانی جب بڈھی ہوگئی، صورت بگڑ گئی، حسن زائل ہوگیا تو اس کا یہ زوال اور فساد کہتا ہے کہ میرے چاہنے والو! میرے پاس سے بھاگ جاؤ، میں لاشے ہوں، لاش ہوچکا ہوں اب میں کچھ نہیں ہوں، اَب میرے حُسن کا نشان بھی باقی نہیں ہے، اب اپنی غزل در جیب بانداز، میری جوانی میں میری شان میں جو غزل کہی تھی اب اُسے جیب میں رکھ لو اور بگٹٹ بھاگ جاؤ۔

ہوگیا ناعلاج مجاز کا؟ ارے میاں! جائز دنیا بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے کیوں کہ فنا ہونے والی ہے۔

گیا حُسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

علی گڑھ میں ایک لڑکا تھا جو سب کا نورِ نظر اور معشوق بنا ہوا تھا، پروفیسر بھی اس کے عاشق تھے لیکن تین سال بعد حُسن بگڑ گیا، سینہ پر بال، پیٹھ پر بال یعنی سینہ پر صحرائے سینائی اور پیٹھ پر فلسطینی چھاپہ مار، پیٹ پر بال، بغل میں بال، کندھوں پر بال یعنی بال بردار جہاز ہوگیا تو اب اس کو دیکھ کر سارے عشّاق بھاگ گئے۔ اس وقت کسی شاعر نے یہ شعر کہا۔

گیا حُسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

لَآ اِلٰہَ کی تلوار سے ان حسینوں سے دل کو پاک کرو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، نہیں ہے کوئی موجود مگر اللہ، نہیں ہے کوئی مطلوب مگر اللہ، نہیں ہے کوئی محبوب مگر اللہ۔ اور آخر میں قبر میں دفن ہونے کے بعد نہ ان کی آنکھیں ملیں گی، نہ بال ملیں گے نہ گال ملیں گے، تمام اعضاء قبر میں گل سڑ کے ختم ہوجائیں گے، صرف مٹی رہ جائے گی۔

www.khanqah.org

اگر مٹی سے پوچھو کہ اے حسینوں کی مٹی! تیرا کون سا حصہ گال تھا، کون سا حصہ بال تھا، کون سا حصہ رسیلی آنکھ تھا تو کوئی جواب نہیں آئے گا۔ وہ مٹی بزبانِ حال کہے گی کہ میں تو صرف مٹی ہوں، آہ! میرے نقش و نگار سے تم دھوکے میں آگئے۔ میرا شعر ہے ؎

جنازہ حسن کا جب دفن ہو پیری کی قبروں میں
کہوں کیا آہ اس کی داستاں عہدِ جوانی کی

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، ختم ہونے والی ہے۔ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ[16] اور باقی رہے گا اللہ کا نام، تفسیر روح المعانی میں ذوالجلال کا ترجمہ لکھا ہے صَاحِبُ الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ یعنی اللہ تعالیٰ سارے عالم سے مستغنی ہے۔ سارا عالم اگر کافر ہوجائے تو ان کی عظمت کو ذرا نقصان نہیں ہوگا اور سارا عالم اگر ولی اللہ ہوجائے اور سجدہ میں سر رکھ کر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی کہتا رہے تو ان کی عظمت میں ایک اعشاریہ اضافہ نہیں ہوگا، وہ سارے عالم سے بالکل مستغنی ہے اور وَ الْاِكْرَامِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَامِّ[17] یعنی باوجود اس کے کہ وہ مطلق مستغنی ہے مگر اس کا فیض سب پر عام ہے مومن پر بھی، کافر پر بھی، کافروں کو بھی روٹی دے رہا ہے۔ ذُو الْجَلَالِ کے بعد وَ الْاِكْرَامِ کیوں فرمایا؟ کیوں کہ شبہ ہوتا کہ جب وہ صاحب الاستغناء المطلق ہے، سارے عالم سے بے پرواہ ہے تو سارے عالم کی ضروریات سے بھی غافل ہوجائے گا کیوں کہ دنیا میں مستغنی آدمی کسی کا خیال نہیں رکھتا، کوئی پریشان ہے تو ہوا کرے۔ اس لیے آگے فرمادیا وَ الْاِكْرَامِ کہ مستغنی ہونے کے باوجود ساری مخلوق پر اس کا فیضِ عام ہے، یہاں تک کہ اپنے دشمنوں کو بھی روٹی دے رہا ہے، وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ وہی ایسا محبوب ہے جو باقی رہنے والا ہے اس لیے حقیقی محبوب وہی ہے۔ اس لیے اُسی اُسی سے دل لگاؤ، باقی سب چیزیں فانی ہیں، شمس و قمر پر گہن لگنے والا ہے۔ سورج پر بھی گہن لگتا ہے، چاند پر بھی گہن لگتا ہے۔ ایک شخص بارہ بجے دوپہر کے سورج پر عاشق ہوگیا

---

[16] الرحمٰن: ۲۶-۲۷

[17] روح المعانی: ۱۰۹/۲۷، الرحمٰن (۲۷)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

لیکن جب مغرب کے وقت سورج غائب ہو گیا تو کیا سورج اور چاند سے دل لگاتے ہو؟ ارے! اس پر مرو جو ہمیشہ رہنے والا ہے، ہمیشہ تمہیں سنبھالنے والا ہے، ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ بیوی چاہے کتنی ہی حسین ہو لیکن بڑھیا ہو گئی اور مر گئی تو اب کہاں جاؤ گے، کس سے دل بہلاؤ گے، تمہیں کون سنبھالے گا؟ میرا شعر ہے۔

حسینوں کا جغرافیہ میر بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہو گا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

ارے! اللہ ہی سنبھالتا ہے اسی لیے اُسی پر مرو اور اُسی پر جیو۔ باقی حق سب کا ادا کرو، بیوی ہے تو بیوی کا حق ادا کرو لیکن دل کا سہارا نہ بناؤ، دل میں اللہ کی محبت غالب رہے اور کیسے غالب رہے گی۔

یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی
یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی

کسی ایسے شخص سے دوستی کرو جو اپنے نفس پر غالب آچکا ہو تو تم بھی غالب ہو جاؤ گے اور جو مغلوب ہیں جن پر دنیاوی محبت غالب ہے ایسے مغلوب لوگوں کی صحبت میں مت بیٹھو ورنہ تم بھی مغلوب ہو جاؤ گے۔

نعمت اور منعم کی محبت کا توازن

آخر میں ارشاد فرمایا کہ حسین بیوی نعمت ہے مگر نعمت کو اتنا ہی یاد رکھو کہ نعمت دینے والے سے نہ بڑھ جائے، نعمت کی محبت منعم کی محبت پر غالب نہ ہو جائے۔ نعمت کی قدر کرو اور شکر کرو۔ جس کی بیوی حسین ہو اس کی امامت افضل ہے کیوں کہ اپنی بیوی سے اس کو خوب تسلی ہے اس لیے غیر پر نظر نہیں ڈالے گا تو حسین بیوی اتنی بڑی نعمت ہے کہ ایسے شخص کا امام بننا افضل ہے لیکن امام بھی اللہ کا بندہ ہے، اس پر اللہ

کی محبت غالب ہونی چاہیے کہ اگر کسی وقت بیوی کا ہارٹ فیل ہو جائے تو اس کا ہارٹ فیل نہ ہو۔ اللہ باقی ہے تو اس کی محبت سے اس کا بندہ بھی باقی رہے ورنہ اگر بیوی پر مرے گا تو اگر بیوی کا ہارٹ فیل ہو گا تو مارے غم کے اُس کا بھی ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ بس جس کو اپنا ہارٹ فیل کرانا ہو وہ بیوی کی محبت کو غالب کرلے اور اس پر اشعار کہے۔

آخر میں ان صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کے اشعار پڑھوا کر پھر یہ مضمون بیان ہوا۔ اگر آپ اشعار نہ پڑھتے تو اس مضمون میں اثر نہ ہوتا جب رات آتی ہے تب دن کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ پہلے آپ سے رات کی باتیں کرائی گئیں پھر آفتاب چمک گیا اور رات غائب ہو گئی۔

مجلس دارالعلوم زکریا

مؤرخہ ۷؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۲۰۰۴ء، بروز منگل

سوا دس بجے صبح حضرت مرشدی دام ظلالہم علینا مدرسہ زکریا تشریف لائے جہاں علماء و طلباء کا مجمع تھا۔ مولانا منصور الحق صاحب سے حضرتِ والا نے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ مولانا نے اشعار سنائے جو انہوں نے آج اسی موقع کے لیے کہے تھے۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے مولانا عبد الحمید صاحب سے بیان کے لیے فرمایا۔ مولانا نے بہت عمدہ وعظ بیان فرمایا۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب سے ولی اللہ بنانے والے چار اعمال انگریزی میں بیان کرنے کے لیے فرمایا جو انہوں نے نہایت مختصر جامع اور موثر انداز میں بیان کیے۔ آخر میں حضرتِ والا نے نہایت رقت کے ساتھ مختصر دعا فرمائی۔ حضرتِ والا کا گریہ سن کر کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ حضرتِ والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے گھر والوں کو اللہ والا بنا دے، اپنے اولیاء اللہ کے جوتوں میں جگہ عطا فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے یہاں آنے کی ہمت اور توفیق دے دی، اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی شرکت کو قبول فرمالیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

www.khanqah.org

مجلس بعد عصر بَر مکان مفتی حسین بھیات صاحب

بعد عصر کچھ احباب حضرتِ والا کے کمرے میں جمع ہوگئے، دورانِ گفتگو فرمایا کہ مُرغابی دراصل مُرغِ آبی ہے یعنی پانی کا پرندہ۔

آیت وَتَرَکُوۡکَ قَآئِمًا سے ایک مسئلۂ سلوک کا استنباط

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع ملی کہ شام سے غلہ آیا ہے اور قحط کی وجہ سے غلہ کی بہت ضرورت تھی تو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے، جس کی اللہ تعالیٰ نے آیت وَتَرَکُوۡکَ قَآئِمًا[۱۸] میں شکایت فرمائی کہ آپ کو لوگ خطبہ کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ گئے تھے، اگر وہ بھی چلے جاتے تو مدینہ میں آگ برس جاتی، ان کی وجہ سے عذاب ٹل گیا۔ یہ آیت دلیل ہے کہ کسی ملک میں کوئی اللہ والا یا اللہ والوں کا غلام آئے تو اس کے پاس رہنا اور اس کو تنہا نہ چھوڑنا سنت ہے اور اس کو تنہا چھوڑ کر چلے جانا سنت کے خلاف ہے اور بے برکتی کا باعث ہے۔ یعنی آپ کے شہر میں جب اکابر آئیں تو ان کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے۔

وہ نائبِ رسول ہیں اور نائبِ رسول کا بھی حق ہوتا ہے۔ دیکھو کیسی سنت بتائی جو قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔ یہ سنت کبھی آپ نے سنی تھی؟

دنیاوی جائز عشق میں اعتدال کی تلقین

جن صاحب نے کل بیوی کی جدائی میں اشعار پڑھے تھے وہ پھر بول پڑے کہ میں نے بیوی سے یہی شکایت کی تھی کہ حضرت نے مزاح کے انداز میں ہنستے ہوئے اصلاح فرمائی کہ دیکھو گھوم پھر کے ان کا ہر مضمون آخر میں بیوی پر ختم ہوتا ہے۔ یہ

۱۸؎ الجمعۃ:۱۱

عاشقی پائیدار نہیں ہوتی۔ آج صورت میں کچھ کشش ہے، یا وہ جوان ہے تو جوان کے ساتھ عشق بھی جوان ہے لیکن جب بڑھی ہو جائے گی، کمر جُھک جائے گی، پستان لٹک جائیں گے، گردن رعشہ سے ہلنے لگے گی تو عشق بھی بڈھا ہو جائے گا۔ اس لیے ؎

عشق را باحیّ و باقیوم دار

عشق زندہ حقیقی اور سنبھالنے والے کے ساتھ کرو۔ جو سارے عالم کو سنبھالے ہوئے ہے تو تم کو سنبھالنا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ عقل کا تقاضا بھی ہے کہ عشق اس سے کرو جو ہمیشہ زندہ رہے تاکہ وہ تم سے کبھی جدا نہ ہو اور جو تمہیں سنبھال سکے، جو سارے عالم کو سنبھال رہا ہے تو تم عالم کے جز ہو، جو کل کو سنبھال سکتا ہو تو جز کو سنبھالنا اس کو کیا مشکل ہے ؎

عشق بامردہ نباشد پائیدار

مرنے والوں کے ساتھ عشق پائیدار نہیں ہوتا۔ ابھی زندہ ہے لیکن ابھی مر جائے تو پھر کہاں جاؤ گے اور کس سے دل لگاؤ گے، کس پر غزل کہو گے، قبرستان پر جا کر کہو گے؟ اس لیے اپنے عشق و محبت کو اللہ کے ساتھ قائم و دائم رکھو۔

مجلس برمکان مفتی حسین بھیات صاحب بعد مغرب

مورخہ ۹؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۸؍اپریل ۲۰۰۴ء بروز بدھ

احباب سے حضرتِ والا کی شفقت

ایک تاجر صاحب جنہوں نے مجلس میں حضرتِ والا کے اشعار پڑھے تھے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا پڑھنا مجھے پسند آگیا، اب جہاں بھی سفر ہو، یہ میرے ساتھ سفر کریں۔ کسی نے کہا کہ کل آزادول جانا ہے تو فرمایا: یہ بھی آزادول آئیں اور ان سے پوچھا تو وہ کچھ دیر خاموش رہے تو حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ میں کراچی سے یہاں آگیا، اگر آپ آزادول نہیں آئیں گے تو میں سمجھوں گا کہ محبت صرف دکھانے کی ہے۔ ازراہِ شفقت فرمایا کہ جب تک میں یہاں رہوں گا آپ کو جانے نہیں دوں گا چاہے کاروبار کا کچھ ہی ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے کاروبار میں ترقی عطا فرمائے اور محبت کی بے تکلفی

سے فرمایا کہ ارے! یار کے سامنے کاروبار کیا چیز ہے، لذتِ قربِ یار کے سامنے کاروبار کوئی چیز نہیں ہے۔ بس کاروبار کو چھوڑو اور یار کو تلاش کرو، جہاں یار کی خوشبو ملے وہاں جاؤ، یہاں اللہ تعالیٰ کی خوشبو ملتی ہے یا نہیں؟ بس اب دیکھتا ہوں کہ آپ لوگ کتنی قربانیاں دیتے ہیں۔ میں اتنی دور سے آیا ہوں اور اس بیماری کی حالت میں سب تعجب کررہے تھے کہ اتنا بیمار اور مجبور اور ساؤتھ افریقہ چلے جارہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کی محبت میں مرا جارہا ہوں اور آپ لوگ میری محبت میں زندہ ہونا بھی نہیں جانتے۔ اس جملہ پر لوگ بہت محظوظ اور اشکبار ہوئے۔

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں یہ تاثیر کیوں ہے کہ ان کی صحبت میں آدمی کو اللہ کی طرف جذب نصیب ہوجاتا ہے۔ فرمایا: یہ نہ پوچھو۔ مقناطیس میں کھینچنے کی قوت کیوں ہے کہ لوہے کو کھینچ لیتا ہے؟ جس طرح مقناطیس میں اللہ نے یہ تاثیر رکھی ہے اسی طرح اولیاء اللہ کی صحبت میں یہ تاثیر ہے کہ ان کی صحبت میں اللہ کی طرف جذب نصیب ہوجاتا ہے اور بغیر جذب کے کسی کو وصول الی اللہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ غیر محدود راستہ ہماری محدود کوششوں سے کیسے طے ہوسکتا ہے؟ لہٰذا سلوک بھی جذب ہی سے طے ہوتا ہے۔ آخر میں ہر سالک کو اللہ تعالیٰ جذب فرمالیتے ہیں۔

مؤرخہ ۹/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۹/اپریل ۲۰۰۴ء بروز جمعرات

آج دارالعلوم آزادول روانگی کا دن تھا۔ صبح دس بجے حضرت مولانا عبدالحمید صاحب حضرتِ والا اور کراچی کے دیگر مہمانوں کے لیے کاریں لے کر مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان پر پہنچے اور گیارہ بجے کے قریب آزادول پہنچے اور حضرتِ والا کا قیام حسبِ سابق جناب سلیمان کاکا صاحب کے مکان پر ہوا جس کی سلیمان صاحب نے حضرتِ والا سے پہلے ہی درخواست کردی تھی۔

www.khanqah.org

مجلس بر مکان سلیمان کاکا صاحب (آزادول)

شرطِ ولایت صرف تقویٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ والا بننا، متقی بننا، اللہ کا دوست بننا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے اور عالم ہونا، حافظ ہونا، مفتی بننا فرضِ کفایہ ہے۔ ایک بستی میں چند لوگ حافظ عالم ہو جائیں تو فرضِ کفایہ ادا ہو جاتا ہے لیکن اللہ والا بننا، متقی بننا، گناہوں سے پرہیز کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ تہجد پڑھنے والا، رات بھر عبادت کرنے والا دن کو روزہ رکھنے والا اور گناہوں سے نہ بچنے والا ولی اللہ نہیں ہے۔ لیکن وہ شخص جو چاہے تہجد نہ پڑھے، نفلی عبادت نہ کرے، صرف فرض واجب، سنت مؤکدہ ادا کرے لیکن گناہوں سے بچتا ہے وہ ولی اللہ ہے اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی ولی نہیں، نہ تہجد گزار، نہ قائم اللیل، نہ صائم النہار ہمارا ولی وہ ہے جو گناہوں سے بچتا ہے۔ اگر رات بھر عبادت کرے، دن کو روزہ رکھے لیکن نِگاہ کی حفاظت نہیں کرتا، گناہ سے نہیں بچتا وہ شخص فاسق وفاجر ہے میرا ولی نہیں ہے۔

عشاء کے بعد کی مجلس مولانا عبدالحمید صاحب کی درخواست پر مسجد دارالعلوم آزادول کے بیرونی حصہ میں ہوئی جو مسجد سے خارج ہے۔ مفتی حسین بھیات صاحب کے صاحبزادے معاذ اور اعجاز الحق صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار ”ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا“ پڑھے۔ اس کے بعد حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب نے انگریزی میں بہت عمدہ درد بھرا بیان کیا اور حضرت کے ارشادات سنائے۔

مجلس بمقام بیرونِ مسجد دارالعلوم آزادول

مؤرخہ ۱۱؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۲۰۰۴ء بروز جمعہ بعد عشاء

حضرت مولانا رفیق ہتھورانی صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مُرشدی ادام اللہ ظلالہم علینا نے حضرتِ والا کے اشعار ”جب کبھی دل سے آہ کرتا ہوں“ بہت درد سے

پڑھے۔ جب مولانا پوری غزل پڑھ چکے تو حضرتِ والا نے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔ مولانا نے جب یہ شعر پڑھا۔

گریۂ اشک عشق میں کیا ہے
گریۂ خوں بھی گاہ کرتا ہوں

تو حضرتِ والا نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ صرف آنکھوں سے آنسو بہانے سے عاشقوں کو تسلی نہیں ہوتی بلکہ جب وہ اپنا خونِ جگر اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں تب جاکے ان کو تسلی ہوتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کُجا بینی تو خوں بَر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں اَز چشمِ ما

اے دنیا والو! تم جہاں کہیں بھی زمین پر خون پڑا ہوا دیکھنا تو یقین کرلینا کہ جلال الدین رومی ہی رویا ہوگا۔ کیا کہوں کہ کیا درد مولانا کو عطا ہوا تھا۔ جو دردِ دل سے آشنا ہے وہی اس کو سمجھ سکتا ہے۔

تاثیرِ صحبت کی شرط

ارشاد فرمایا کہ یہ مشہور ہے کہ نمک کی کان میں اگر گدھا گر جائے تو کچھ دن میں نمک بن جاتا ہے مگر نمک کب بنتا ہے؟ جب اس میں جان نہیں رہتی۔ جب تک اس کی جان میں جان ہے گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ جب جان نکل جائے گی اور مردہ ہوجائے گا تب نمک بن جائے گا۔ تو شیخ کی صحبت اور ماحول کا اثر اُس پر ہوتا ہے جو نفس کو مٹادیتا ہے اور وہی کامیاب ہوتا ہے۔

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

حضرتِ والا نے ولی اللہ بنانے والے چار اعمال بیان فرمائے اور فرمایا کہ یہ صالحین کا مجمع ہے یہاں دو باتوں پر تو سب کو عمل حاصل ہے۔ یعنی ایک مٹھی داڑھی اور ٹخنوں سے اونچا پاجامہ۔ بس صرف دو عمل کرنا ہے، آنکھوں کی حفاظت اور دل کی

www.khanqah.org

حفاظت کرو ایسا ایمان نصیب ہو گا کہ گویا اللہ نظر آنے لگے گا، بے پردگی سے نہ گھبراؤ اگر بے پردگی و عریانی ہے تو حلوۂ ایمانی کی بھی تو فراوانی ہے۔ نظر بچاؤ اور حلوۂ ایمانی پاؤ۔ حدیثِ پاک کا وعدہ ہے۔ آنکھوں کی حفاظت کرو، اور دل کی حفاظت کرو، دل میں ماضی کے گناہوں کا خیال لانا بھی حرام ہے۔ بس آنکھوں کو بچاؤ، دل کو بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کو پا جاؤ۔

بر مکان حضرت مولانا عبد الحمید صاحب بمقام آزادول

۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق یکم مئی ۲۰۰۴؁ء بروز ہفتہ مجلس بوقت ۱۱ بجے صبح

حضرت مولانا عبد الحمید صاحب نے میزبان سلیمان صاحب کے مکان پر حضرتِ والا سے عرض کیا کہ حضرتِ والا ہر سال میرے گھر تشریف لاتے ہیں۔ گھر والی نے بھی عرض کیا ہے کہ کافی عورتیں بیعت ہونا چاہتی ہیں۔ حضرتِ والا ہر سال تشریف لاتے تھے تو ہمارے گھر پر ہی بیعت فرماتے تھے۔ اگر حضرت کو تکلیف نہ ہو تو اس سال بھی تشریف لے آئیں تو بہت مہربانی ہو گی۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، مجلس سے پہلے آپ کے گھر چلیں گے، بعد میں یہاں واپس آکر مجلس ہو گی۔ چناں چہ صبح دس بجے کے قریب حضرت مع احباب کے مولانا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ہم ناشتہ کر چکے ہیں، لہٰذا کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ کریں۔ مولانا نے آبِ زم زم پیش کیا جو حضرتِ والا نے اور حضرتِ والا کے جملہ خدام نے نوش فرمایا۔

عملِ قومِ لُوط کی خباثت اور عبرت ناک عذاب

اس کے بعد مولانا منصور الحق صاحب کے بھائی اعجاز الحق صاحب نے مولانا منصور صاحب کا کلام ترنم سے پڑھا جس میں عشقِ مجازی خصوصاً عشقِ امارد کی مذمت بیان کی گئی تھی۔ درمیان میں حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ فعل اتنا مردود فعل ہے کہ اس کا فاعل اور مفعول ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتے ہیں، کبھی عزت بحال نہیں ہوتی چاہے بڈھے ہو جائیں لیکن جب نگاہ پڑے گی ذلیل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اتنا بڑا اور منفرد عذاب نازل کیا جس کی مثال دنیا میں

www.khanqah.org

نہیں ہے۔ قومِ لوط علیہ السلام چھ لاکھ کی آبادی تھی۔ چھ شہر تھے، ہر ایک میں ایک لاکھ کی آبادی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چھ لاکھ کی پوری بستی کو ایک بازو سے اُٹھالیا اور آسمان تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے اس قوم کے کتوں اور گدھوں کی آوازیں سنیں اور پھر بستی کو اُلٹ دیا اور اللہ تعالیٰ کو اتنا غضب تھا کہ اُن گرے ہوؤں پر پتھر برسائے حالاں کہ آسمان سے جو زمین پر گریں گے تو ان کے مرنے میں کیا شبہ تھا۔ یہ انتہائی شدید غضب کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ فعل انتہائی مبغوض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس فعل کی خبر سن کر دل میں خوشی بھی محسوس نہ کرو۔ جس فعل پر اللہ تعالیٰ اتنا غضب ناک ہوئے کہ بستی کو اُلٹ دیا اور پتھر بھی برسایا اس خبیث فعل کی خبر سن کر مومن کو خوش ہونا زیبا ہے؟

فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً[19]

اور دوسری جگہ فرمایا:

مُسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ[20]

ہر ایک پتھر پر اس مجرم کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ اسی کو جا کر لگتا تھا اور وہ بھوسہ بن گئے اور ہمیشہ کے لیے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔ اس لیے جو اس فعل میں مبتلا ہوگا یا جو یہ فعل نہ کرے لیکن اس فعل سے راضی ہو اور اس کی خبر سن کر مزہ لے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اب وہ عذاب تو نہیں آئے گا اور زمین تو نہیں اُلٹی جائے گی مگر دل اُلٹ جائے گا، عقل پر پتھر برس جائیں گے، حماقت اور بے وقوفی کے اعمال اس سے صادر ہوں گے۔

عشقِ مجاز حماقت کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا کہ حُسنِ مجاز اور عشقِ مجازی سخت دھوکا ہے، حُسنِ فانی سے محبت کرنے والا احمق ہوتا ہے کیوں کہ جس سولہ سال کی لڑکی پر آج جان دے رہا

[19] الحجر:۷۴
[20] الذاریات:۳۴

ہے جب یہ اَسّی برس کی بڑھی ہوجائے گی پھر اس پر جان دے گا؟ اس وقت بڑے بڑے عاشقوں کا عشق ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اس لیے عشقِ مجاز ہمیشہ احمق اور گدھے کرتے ہیں جن کے دماغ میں گوبر بھرا ہوتا ہے اور جن کی زندگی جانوروں کی سی ہوتی ہے، جنہیں انجام کی اور اچھے بُرے کی تمیز نہیں ہوتی، لہٰذا عشقِ مجازی سے پناہ مانگو کیوں کہ یہ عشقِ حقیقی سے روک دیتا ہے۔ عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی جمع نہیں ہوسکتے، دونوں متضاد ہیں جیسے مولانا رومی نے فرمایا کہ چاند کے عکس کو پانی میں دیکھ کر اس پر فریفتہ نہ ہو ورنہ وہ تمہیں آسمان کے چاند سے محروم کردے گا کیوں کہ جب چاند کو لینے کے لیے پانی میں گھسو گے تو مٹی ہی مٹی ہوجائے گی اور عکس بھی غائب ہوجائے گا۔ عکس کو دیکھو گے تو اصلی چاند سے بھی محروم ہوجاؤ گے۔ اسی طرح عشقِ مجاز اللہ کی محبت سے محروم کردے گا اِلَّا مَنۡ تَابَ مگر جو توبہ کرلے وہ توبہ کی برکت سے بایزید بسطامی بن سکتا ہے مگر سچی توبہ کرے، یہ نہیں کہ توبہ کرلی اور پھر جان بُوجھ کر توڑ دی اگرچہ ہزاروں بار توبہ توڑنے پر اللہ تعالیٰ معافی پر قادر ہے لیکن معاف ہوجانا اور چیز ہے مگر برکتِ سلوک نہیں ملے گی۔

حسن سے فرار سنتِ نبی ہے

ارشاد فرمایا کہ میں امریکا جارہا تھا تو جرمن ایئرپورٹ پر لڑکیوں کے فتنہ سے میرے بعض دوستوں کے ایمان کو نقصان پہنچا۔ میں نے کہا کہ نگاہ بچاؤ کیوں کہ نگاہ کرنے سے لعنت برستی ہے لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ[۲۱] ناظر اور منظور دونوں پر لعنت برسے گی اور لعنت کے ساتھ رحمت جمع نہیں ہوسکتی۔ رحمت لعنت کی ضد ہے۔ لعنت سببِ بُعد ہے اور رحمت سببِ قُرب ہے، قُرب اور بُعد میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدّین محال ہے۔ پس جو نگاہ خراب کرے گا اللہ کی رحمت سے محروم ہوجائے گا، اس لیے پہلے آنکھ کو بچاؤ تب کامیاب ہوجاؤ گے۔ سالک وہی کامیاب ہے جو عیناً قلباً اور قالباً حسینوں سے بھاگتا ہے۔ قالباً بھاگنا کہاں سے ثابت ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام

---

[۲۱] کنز العمال:۷/۳۳۸،(۱۹۱۶۲)،فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ،مؤسسۃ الرسالۃ

کو جب زلیخا نے بُلایا کہ میرے ساتھ گناہ کرو تو حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کی سنت یہ نہیں ہے کہ گناہ کے موقع پر بجائے بھاگنے کے وہیں سجدہ میں گر کر اللہ سے فریاد کرنے لگیں، وہاں سجدہ بھی نہ کرو، وہاں فریاد بھی قبول نہیں، وہاں تمہاری آہ بھی قبول نہیں، وہاں سے بھاگو، سنتِ نبی یہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جسم کو لے کر، قلب کو لے کر، آنکھ کو لے کر وہاں سے بھاگے عیناً قلباً و قالباً انہوں نے فرار اختیار کیا یعنی آنکھ کو بچایا، قلب کو بچایا اور جسم کو بھی لے کر وہاں سے بھاگے۔ بھاگنے کی برکت سے شاہی تالے ٹوٹے ہیں، معمولی تالے نہیں۔ یہ سمجھ لو کہ حسینوں کو صرف دیکھنا ہی مُضر نہیں ان کا قُرب بھی مُضر ہے، جب جسم قریب ہوا تو جسم کی وجہ سے قلب قریب ہوا اب لاکھ نگاہ بچاتے رہو تب بھی نقصان سے نہیں بچ سکتے۔ اگر کسی گھی کے کنستر کا ڈھکن رانگہ لگا کر خوب بند کر دو اور کنستر کے قریب آگ جلا دو تو اگرچہ کنستر میں آگ کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے لیکن آگ کی گرمی سے بم کی طرح پھَٹ جائے گا۔ ایسے ہی کسی حسین کے پاس بیٹھ جاؤ اور کتنی ہی آنکھ بند کرو تھوڑی دیر میں میاں کی میانی خراب ہو جائے گی، لہٰذا حسینوں سے تین بُعد اختیار کرو: عیناً قلباً و قالباً یعنی آنکھ بھی بچاؤ، دل بھی بچاؤ اور جسم کو بھی لے کر ان سے دور ہو جاؤ، اتنا دور ہو جاؤ کہ اس حسن کے دائرۂ کشش سے نکل جاؤ۔ اگر میگنٹ کے سامنے اٹھنّی رکھ دو تو جیسے جیسے میگنٹ حرکت کرے گا اس کے ساتھ اٹھنّی ناچے گی۔ اگر حسینوں کے ہاتھوں پر ناچنا ہو اور خود کو ذلیل کرنا ہو تو حسینوں کے قریب رہو، یہ حسین تم کو نچا دیں گے اس لیے حسینوں سے آنکھوں کو بچاؤ، دل کو بچاؤ، دل میں بھی حسینوں کے خیالات نہ لاؤ اور جسم کو بھی اُن سے دور لے جاؤ۔

احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ حسینوں سے عیناً قلباً و قالباً فرار کی دلیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کا عمل پہلی بار حضرتِ والا نے بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ نبی کا عمل کتنی بڑی حجت ہے کہ نبی ہونے کے باوجود اس وقت سجدہ میں نہیں گرے کہ اللہ سے فریاد کریں بلکہ آپ وہاں سے بھاگے عیناً بھی قالباً بھی اور قلباً بھی۔ یعنی آنکھوں کو بھی بچایا، جسم کو بھی بچایا اور دل کو بھی بچایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تالے کھول

www.khanqah.org

دیے۔ اس میں تعلیم ہے کہ ایسے وقت رونا، فریاد کرنا، دعا کرنا یعنی وہاں قرار نبی کی سنت کے خلاف ہے اور موقعِ گناہ سے فرار سنتِ نبی ہے، اس کے بعد مدد آئی ہے اور تالے کُھلے ہیں۔ پس اگر اللہ کی مدد لینا ہے تو تین کام کرلو: آنکھ کو بچاؤ، قلب کو بچاؤ اور جسم کو بھی حسینوں سے دور لے جاؤ۔ ان تینوں کے قریب ہونے سے لعنت برستی ہے اور لعنت اور رحمت میں تضاد ہے اور اجتماعِ ضدّین محال ہے۔

حُسن سے احتیاط میں بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیجیے

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حنفی ہیں، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلّد ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل کیا تھا؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے۔ امام صاحب درس میں ان کو پیٹھ کے پیچھے بیٹھاتے تھے۔ کسی بدنامی کا خوف نہیں کیا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ امام صاحب حسینوں سے متأثر ہوتے ہیں۔

نہ بدنامی کا خطرہ ہے نہ پروائے ملامت ہے

اللہ والوں کو بدنامی کا خطرہ نہیں ہوتا، ان کی نظر اللہ پر ہوتی ہے کہ اللہ ناراض نہ ہو۔ درس میں سامنے نہیں بٹھایا پیچھے بٹھایا، جب داڑھی چراغ کے سائے میں ملنے لگی تب کہا اچھا بھائی! تمہاری داڑھی اتنی بڑی ہوگئی اب سامنے آجاؤ۔ یعنی برسوں ساتھ رہے داڑھی بڑھنے کی تلاش بھی نہیں کی کہ روزانہ ناپتے رہیں کہ آج کتنی بڑھی، ناپنے کے بہانے سے نفس مزہ لے لیتا، ایسے خالی الذہن ہوگئے کہ کبھی نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور کیا تقویٰ تھا کہ یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ داڑھی بڑھ گئی ہے۔ یہ واقعہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بارہا سنایا۔ اب بتاؤ ہم حنفی ہیں یا نہیں؟ اس پر عمل کرنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہے یا نہیں؟ کیوں ڈرتے ہو بدنامی سے کہ لوگ کیا کہیں گے، اساتذہ اور طالب علم کیا کہیں گے کہ حُسن کی تاب نہیں لاسکے۔ اللہ کو تاب دکھلانا ہے یا اپنا ضعف دکھلانا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں ضعیف فرمایا، تم اللہ کو پہلوانی دِکھارہے ہو، اس لیے اپنے کو کمزور سمجھو اور حسین طالب علموں کو سامنے نہ بٹھاؤ، ان کو متن نہ بناؤ حاشیہ بناؤ اور دائیں بائیں بٹھاؤ جو غیر حسین ہیں

ان کو سامنے بٹھاؤ اور جو حسین ہیں ان کو داہنے اور بائیں بٹھاؤ ورنہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر پیچھے بٹھاؤ کہ نظر ہی نہ پڑے۔ شامی کی عربی عبارت سن لیں اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی کَانَ یُجْلِسُ اِمَامَ مُحَمَّدٍ فِیْ دَرْسِہٖ خَلْفَ ظَہْرِہٖ مَخَافَۃَ عَیْنَیْہِ مَعَ کَمَالِ تَقْوَاہُ [۲۲] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس میں امام محمد کو پیٹھ کے پیچھے بٹھاتے تھے باوجود کمال تقویٰ کے۔ زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے کہ نمبری آدمی ہے تو کہنے دو، اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ متقی آدمی ہے۔ اللہ کے نزدیک متقی ہونا مفید ہے یا مخلوق کے نزدیک؟ جو لوگ اپنے کو بہادر سمجھے ان ہی کا منہ کالا ہوا اس لیے اپنے کو بہادر مت سمجھو، امام صاحب کے مسلک پر عمل کرو۔ حسینوں سے اتنی احتیاط کرو جتنی حسین سانپ سے کرتے ہو۔ سانپ حسین ہوتا ہے، اس پر پھول بھی ہوتے ہیں، پھن بھی نہایت حسین ہوتا ہے لیکن اس سے آپ یہ نہیں کہتے کہ ؎

ادھر آؤ تم کو گلے سے لگالیں
گلے سے لگا کر تمہیں پیار کرلیں

یہ شعر بھی میرا ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ؟ یا جوتے سے یا لاٹھی سے اس کو پیٹتے ہو باوجود حسن کے۔ ایسے ہی حسینوں سے دور رہو، پیٹو مت ورنہ پولیس پکڑ کرلے جائے گی۔ بس ان کے حسن سے اپنے کو بچاؤ۔

بال بردار جہاز

یہ حسین ایک دن بڈھے ہوں گے، جوان لڑکا بڈھا ہوگا، لڑکی بڈھی ہوگی۔ جوان بڈھا اور بڈھا قبر میں بس یہ رولنگ ہے۔ احقر راقم الحروف سے فرمایا کہ کھڑے ہوجائے۔ دیکھو ۱۴۔۱۵ سال کی عمر میں ان کی کیا شکل رہی ہوگی اور اب دیکھو کیا شکل ہے۔ دیکھو سینہ پر بال ہیں، پیٹھ پر بھی بال ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سینہ پر صحرائے سینائی اور پیٹھ پر فلسطینی چھاپہ مار ہیں، سینہ پر بال، بغل میں بال، سب بال ہی ہیں گویا بال بردار

---

۲۲ ردالمحتار: ۳۶۵/۶، فصل فی النظر والمس، ایچ ایم سعید

جہاز ہے۔ پھر بھی اگر کوئی حسینوں سے دل لگائے تو احمق نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ حسن عارضی چیز ہے، ابھی کچھ کبھی کچھ۔ جیسے جیسے عمر زیادہ ہو گی شکل ایسی ہو جائے گی کہ اس سے نفرت کرو گے۔ جس حسین پر دل و جان فدا کرتے ہو اُسی سے نفرت کرو گے۔ پہلے تو زمانۂ حُسن میں اس کو شربتِ روح افزا پلاتے تھے پھر سادہ پانی بھی پلانا مشکل ہو جائے گا۔ میرا شعر ہے۔ احقر سے فرمایا کہ پڑھو۔

گُلبدن کے عشق سے پائے شفا
دیکھ لے جو میر صاحب کا بدن

بُلبلوں نے چیخ ماری مثلِ زاغ
جب خزاں نے کر دیا ویراں چمن

احقر نے جب یہ شعر پڑھا تو حضرتِ والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ میرے شعر کی قدر کر لو یارو! ایسا شعر کہنے والا بھی تم کو شاید ہی ملے۔

دین میں ترقی اختیاری اعمال سے ہوتی ہے

جنوبی افریقہ میں ایک چڑیا ہے جو بالکل صاف کہتی ہے حق تعالیٰ، اس کی بولی ہی یہ ہے اور دس سال پہلے جب حضرتِ والا پہلی بار جنوبی افریقہ تشریف لائے اور یہاں اس کی آواز سنی تو حضرتِ والا نے اس کی طرف توجہ دلائی کہ سنو یہ چڑیا کیا کہتی ہے۔ مولانا عبدالحمید صاحب کے مکان پر اسی چڑیا کی آواز آرہی تھی۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ پرندہ چاہے رات دن اللہ اللہ کرے لیکن ولی اللہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ اس ذکر پر مجبور ہے، اس کو اختیار نہیں کہ اس کے خلاف کر سکے۔ ولی اللہ صرف انسان یا جنات ہو سکتے ہیں کیوں کہ ان کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو عبادت کریں اور اگر نہ چاہیں تو نہ کریں۔ عبادت پر ثواب ہے اور نافرمانی پر عذاب ہے۔ اس اختیار کے باوجود جب بندہ عبادت کرتا ہے اور نافرمانی سے بچتا ہے تو اللہ کا ولی ہو جاتا ہے۔ جو انسان اللہ کا نام لیتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے وہ ولی اللہ ہو جاتا ہے اور جو گناہوں سے نہیں بچتا چاہے

www.khanqah.org

دن رات تلاوت اور ذکر کرے وہ اللہ کا ولی نہیں ہے۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا کوئی ولی نہیں ہے مگر وہ جو گناہوں سے بچتے ہیں اس لیے بس گناہوں سے بچو خصوصاً اپنی آنکھوں اور دل کو محفوظ رکھو۔ آنکھ سے کسی حسین کو نہ دیکھو نہ دل میں اس کا خیال پکاؤ، آسانی سے ولی اللہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرتِ والا میزبان کے مکان پر واپس تشریف لے آئے۔ ظہر کے بعد حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب عمرہ سے واپس تشریف لائے اور حضرت سے وہاں کے حالات بیان کیے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی فنائیت

دورانِ گفتگو حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک مجلس میں قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم اُٹھائی کہ خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں تو مجلس میں دو دیہاتی بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ بھائی! یہاں سے چلو جب میاں کے پاس کچھ نہیں ہے تو ہمیں کیا ملے گا حالاں کہ مولانا گنگوہی کا یہی کمال تھا کہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھا۔ اپنی حقارت کا اتنا یقین تھا کہ اس پر قسم کھا رہے تھے کیوں کہ ان حضرات کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان ہوتی ہے جس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان ہو کہ سارے عالم کے درخت قلم بن جائیں اور ایک درخت میں کتنے قلم بنیں گے؟ اور سارے عالم کے سمندر اور ایسے سات اور سمندر روشنائی بن جائیں تو قرآن شریف اعلان کررہا ہے کہ وہ اللہ کے اوصاف وصفات اور خوبیوں کو نہیں لکھ سکتے تو وہ اپنی تصنیف و تالیف پر فخر کرے گا؟ چند رسالے لکھ کر اپنے کو کچھ سمجھے گا؟ جس اللہ کی عظمت و شان ایسی بے پایاں ہو تو اس کے سامنے ہماری تصنیف و تالیف کیا حقیقت رکھتی ہے۔ ارے دعا کرو کہ قبول ہو جائے تو غنیمت ہے، اگر وہ قبول کرلیں تو ان کا احسان و کرم ہے۔

بشاراتِ منامیہ

ارشاد فرمایا کہ کل میں نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ شریف میں

www.khanqah.org

ہوں اور شیخ الحدیث آزاد ول مولانا فضل الرحمٰن بھی ہیں اور بہت سے علماء مجھے تلاش کر رہے ہیں اور کعبہ کے پاس ہی ان علماء سے ملاقات ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عمرہ کی اور صحت یابی کی بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ [٢٣]

یعنی اللہ کے خاص بندوں کے لیے بشارت ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اس کی تفسیر حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں یہ کی ہے کہ یا تو خود اچھے اچھے خواب دیکھے یا دوسرے لوگ اس کے بارے میں دیکھیں۔ دوسرے لوگوں کا دیکھنا بھی تفسیر میں داخل ہے۔

شمیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! کوشش ہو رہی ہے کہ ویزا مل جائے تو عمرہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اگر ویزا مل گیا تو بجائے گھر جانے کے ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے براہِ راست عمرہ کے لیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر جانے کے لیے اپنے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ کے گھر پر ہمارے ہی کیا ساری دنیا کے گھر قربان ہو جائیں تو حق ادا نہیں ہو سکتا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک! زمین کے جتنے حصہ پر آپ کا جسم مبارک رکھا ہوا ہے وہ حصہ عرشِ اعظم سے افضل ہے، کرسی سے افضل ہے، کعبہ سے افضل ہے۔

تعلیمِ ادب

ایک صاحب نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ یوں کہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں یوں نہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے مکہ مکرمہ میں کسی نے پوچھا کہ مولانا محمد احمد صاحب آپ کے ساتھ آئے ہیں۔ فرمایا: نہیں! میں ان کے ساتھ آیا ہوں۔

[٢٣] یونس: ٦٤

مدینہ کی موت کی فضیلت

۱ ارشاد فرمایا کہ مدینہ شریف کی موت دنیا کے ہر مقام کی موت سے افضل ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مدینہ میں مرے گا۔ میں پہلے اس کی شفاعت کروں گا، چناں چہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اُٹھیں گے پھر حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور جنت البقیع جاکر بقیع والوں کی شفاعت کریں گے پھر مکہ شریف والوں کی پھر طائف والوں کی۔ یہ ترتیب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کی زمین کے جس حصہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک رکھا ہوا ہے وہ زمین کعبہ سے افضل ہے، عرش وکرسی سے افضل ہے، اس لیے بزرگوں نے یہ تمنا کی ہے کہ مدینہ شریف میں موت آئے لیکن جب تک طاقت رہے تو ہندوستان، پاکستان اور دیگر ممالک میں دین کی خدمت کرو اور جب مرنے کے قریب ہو جاؤ اور کان میں کچھ آواز آجائے یا آثار ظاہر ہو جائیں کہ اب جلدی روانگی ہونے والی ہے تو جاکر مدینہ میں مر جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے کہ جس سے ہوسکے مدینہ میں مر جائے کیوں کہ سب سے پہلے میں مدینہ والوں کی شفاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے سامان کردیں کہ آخری عمر میں جب کہ موت قریب ہو ذکر و فکر کرتے ہوئے مدینہ میں موت آجائے۔ آمین۔

مجلس در برآمدہ بیرون مسجد مدرسہ آزادول

مؤرخہ ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲؍مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار، بوقت ۱۲ بجے دوپہر

آج اتوار کا دن تھا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے حضرتِ والا سے عرض کیا کہ آج چھٹی کا دن ہے، مجمع بہت ہو گا۔ اگر حضرتِ والا مدرسہ تشریف لے چلیں تو بہت اچھا ہو بشرطیکہ حضرتِ والا کو تکلیف نہ ہو۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ ضرور چلیں گے۔ بارہ بجے کے قریب حضرتِ والا کار سے تشریف لائے، پورا ہال آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضرتِ والا کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور لاؤڈ اسپیکر سے مجمع کو سلام فرمایا۔ اس

www.khanqah.org

کے بعد مولانا رفیق ہتھورانی صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار پڑھے جس کا پہلا شعر تھا۔

جب کبھی دل سے آہ کرتا ہوں
منزلیں پیشِ راہ کرتا ہوں

ارشاد فرمایا کہ جب دل سے آہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے راستے کی منزلیں سامنے آجاتی ہیں۔ آہ میں یہ اثر اللہ نے رکھا ہے۔ آہ اللہ سے قریب تر ہے۔ آہ اور اللہ۔ ہماری آہ کو اللہ نے اپنے نامِ پاک میں شامل فرما رکھا ہے، اپنی آغوش میں ہماری آہ کو لے رکھا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ ہمارا اللہ سچا اللہ ہے جو ہماری آہ کا خریدار ہے۔ برعکس تمام باطل خداؤں کے نام میں ہماری آہ نہیں جیسے فرعون، نمرود، شدّاد، ہامان۔ پس جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا اللہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جس کو اللہ ملنا ہوتا ہے اس کو آہ کی توفیق ہوتی ہے، وہ تقویٰ کا غم، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھاتا ہے جس سے اس کے دل سے آہ پیدا ہوتی ہے۔

مولانا رفیق صاحب بہت درد سے حضرتِ والا کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ جب یہ شعر پڑھا۔

عشق کی نامرادوادی میں
اپنے غم سے نباہ کرتا ہوں

تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس کو جذب کرتا ہے تو جذب کے خلاف اس کی جو مرادیں ہوتی ہیں اس میں اللہ اس کو نامراد کردیتا ہے۔

نامرادی ہم مُرادِ دلبر است

اس کی نامرادیاں اللہ تعالیٰ کی مرادہیں، اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں، وہ کیسے غیر میں مشغول ہوسکتا ہے۔ میرا ایک اور شعر ہے۔

ان کی مرادہیں اگر میری یہ نامرادیاں
ان کی رضا ہی چاہیے دوسرا مدّعا نہیں

www.khanqah.org

اگر وہ غیر اللہ میں مشغول ہونا بھی چاہے تو اللہ تعالیٰ تکوینی طور پر اس کو نامراد کردیتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا مراد بنالیتا ہے اور اس کی جتنی مرادیں اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان میں اللہ اس کو نامراد کردیتا ہے، یہ تکوینی انتظام ہوتا ہے۔ بزرگوں کا ایک مقام محبوبیت ہے جس کا نام مقامِ نامرادی ہے۔ ایک بزرگ نامرادی کی منزل پر فائز تھے۔ وہ اللہ کے مراد تھے اور دنیا کی تمام باتوں سے نامراد تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ چلیے میرے کاروبار اور دوکان کا افتتاح کردیجیے۔ فرمایا: مجھ کو مت لے جاؤ، میں جہاں ہاتھ لگاتا ہوں وہاں نامرادی آجاتی ہے۔ تم اگر نامراد ہونا چاہتے ہو تو وہاں میرا ہاتھ لگوادو۔ تو اس شخص نے ہاتھ جوڑ کر کہا: بس مجھے معاف کیجیے، اپنے گھر بیٹھے میں نامراد نہیں ہونا چاہتا۔ ان کو کیا معلوم کہ وہ دنیا سے نامراد ہوتا ہے مگر اللہ کا مراد ہوتا ہے، اس کو اللہ اپنا مراد بنالیتا ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اولیاء اللہ کا یہ طبقہ نامراد کہلاتا ہے۔ جو اللہ سے بامراد ہوتا ہے، دنیا سے نامراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ وہ کسی اور جگہ دل لگانے پائے، جس دل کو اللہ اپنے لیے قبول کرلیتا ہے اس کو دنیا میں کہیں لگنے نہیں دیتا۔

گریۂ اشکِ عشق میں کیا ہے
گریۂ خوں بھی گاہ کرتا ہوں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے دنیا والو! پوری دنیا میں زمین پر جہاں جہاں خون دیکھو تو یقین کرلینا کہ جلال الدین ہی اللہ کے عشق میں خون کے آنسو رویا ہوگا۔ آہ کیا جذبہ تھا اور کیا آہ تھی ان کے دل میں! عاشقوں کو اللہ تعالیٰ اپنا کیا درد عطا فرماتے ہیں۔

ساری خلقت سے دور ہو کے کبھی
دشت کو خواب گاہ کرتا ہوں

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں کبھی ایسے حالات گزرتے ہیں کہ مخلوق سے دور ہو کے جنگلوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی توفیق ہوجاتی ہے۔ اس شعر میں یہی مضمون

www.khanqah.org

ہے کہ مخلوق سے دور ہو کر تنہائی میں اللہ کو یاد کرنے کی توفیق اللہ ہی کا احسان ہے
مَآ اَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ جو نیکی ہو جائے وہ اللہ کی طرف سے اللہ کا انعام
ہے، اپنا کمال مت سمجھو وَ مَآ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ[۲۴] اور جو برائی
ہو جائے، جو شرارت، جسارت، حرارت اور حماقت ہو جائے اس کو اپنے نفس کی نالائقی
سمجھو۔ تنہائی میں اللہ کو یاد کرنے کا مزہ کچھ اور ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی سے مخلوق
میں کام لینا چاہتے ہیں تب تنہائی میں بیٹھنے کا ذوق ختم ہو جاتا ہے، پھر اُسے تنہائی نہیں
انسان چاہیے۔ یہاں جو چار سو کلو میٹر کا بڑا جنگل ہے جس میں بڑے بڑے ہاتھی اور شیر
وغیرہ ہیں ایک دوبار دیکھا اس کے بعد پھر لوگوں نے کہا کہ چلیے جانوروں کو دیکھیے۔
میں نے کہا کہ میں یہاں جانوروں کو دیکھنے کے لیے نہیں آیا ہوں، انسانوں پر محنت کرنا
ہے، انسان کامل بننا اور بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتے ہیں مخلوق میں اس کی
مقبولیت اور شہرت ہو جاتی ہے اور اس کو اس میں اختیار نہیں ہوتا۔ وہ مقبول اور مشہور
ہونے کی کوشش نہیں کرتا، وہ تو چاہتا ہے کہ میں چھپ کے رہوں لیکن جس سے اللہ تعالیٰ
اپنے دین کا کام لینا چاہتے ہیں، اپنے بندوں کے دلوں میں اس کے متعلق حُسنِ ظن پیدا
کر دیتے ہیں بڑے بڑے علامہ اس کے سامنے فنائیت کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

دردِ دل جب شدید ہوتا ہے
یاد میں اُن کی آہ کرتا ہوں

ارشاد فرمایا کہ جس سے اللہ تعالیٰ دین کا کام لینا چاہتے ہیں تو اس کے دردِ دل
کو شدید کرتے ہیں، پھر وہ اپنے درد کو برداشت نہیں کر سکتا اور اپنے درد کو چھپانا بھی
چاہے تو نہیں چھپا سکتا، آہ کرتا ہے اور بے چین ہو کر تڑپ جاتا ہے۔ اُس کی آہ کی خوشبو
سے مخلوق سمجھ جاتی ہے کہ اس کی آہ کچھ پتا دیتی ہے، کسی بات کی خبر دیتی ہے۔

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے

۲۴؎ النساء:۷۹

www.khanqah.org

اللہ تعالیٰ جس کے قلب سے گزرتے ہیں، یعنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوتے ہیں تو دور سے پتا چل جاتا ہے اور دور تک پتا چل جاتا ہے کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے۔ ان کے فیض سے دوسرے بھی اللہ والے بن جاتے ہیں۔ جب پُروا ہوا چلتی ہے تو جس کے کبھی چوٹ لگی ہو تو پُروا ہوا اسے پرانی چوٹ کا درد اُبھر آتا ہے۔ ایسے ہی اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ[۲۵] سے عالمِ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی جو چوٹ لگائی تھی تو اللہ والوں کی صحبت وہ پروا ہوا ہے جس سے وہ چوٹ اُبھر آتی ہے اور بندہ کو احساس ہوتا ہے کہ آہ میرے دل پر تو اللہ کی محبت کی چوٹ لگی ہوئی ہے اور پھر وہ بزبانِ حال کہتے ہیں ؎

دل ازل سے تھا کوئی آج کا شیدائی ہے
تھی جو اک چوٹ پرانی وہ اُبھر آئی ہے

اس کے بعد حضرتِ والا نے مولانا یعقوب صاحب سے فرمایا وہ اشعار پڑھیں، چناں چہ انہوں نے حضرتِ والا کی غزل ''نعرۂ مستانہ مارا چاہیے'' شروع کی۔ تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ نعرۂ مستانہ پر ایک شعر مولانا رومی کا سن لیجیے ؎

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
تا ابد جاناں چنیں می بایدم

مجھ کو نعرۂ مستانہ بہت اچھا لگتا ہے۔ قیامت تک اے میرے محبوبِ حقیقی! مجھے یہی چاہیے کہ میں آپ کے عشق میں نعرہ مارتا رہوں۔ یہ عاشقوں کی باتیں ہیں۔ مولانا روم عاشقوں کے اُستاد ہیں، نحو میر کے استاد نہیں ہیں۔ وہ عشق و محبت سِکھا گئے کہ مجھے نعرۂ مستانہ بہت لذیذ اور مزے دار معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح گجراتیوں کو پاپڑ اور سموسہ مرغوب ہوتا ہے، ایسے ہی مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے پاپڑ سموسہ کے بجائے اللہ کی یاد میں نعرۂ مستانہ مزے دار معلوم ہوتا ہے، قیامت تک اے محبوبِ حقیقی! یہی نعرۂ مستانہ میری روحانی غذا بن جائے۔

مولانا روم بہت بڑے عالم ہیں، منقولات و معقولات کے جامع ہیں۔ پانچ سو علماء ان کی پالکی کے پیچھے دوڑتے ہوئے چلتے تھے۔ شاہ خوارزم بادشاہ کے سگے نواسے ہیں

[۲۵] الاعراف:۱۷۲

لیکن حضرت شمس الدین تبریزی کے سامنے اپنے کو مٹادیا اور ایسا مٹایا کہ دنیا میں چمک گئے۔ مٹانے والا ہی چمکتا ہے اور جو اپنے کو چمکانا چاہتا ہے اس کو اللہ چمکنے نہیں دیتا۔ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو لکھا تھا کہ آپ مجھے خلافت نہ دیجیے گا، میں اپنے کو گم نام رکھنا چاہتا ہوں تو حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ مریض کو تجویز کا حق نہیں ہوتا یعنی جو طبیب تجویز کردے اسی پر راضی رہے لیکن اپنی طرف سے میں نے یہی درخواست کی تھی کہ میں بالکل گم نام رہنا چاہتا ہوں مگر حضرت نے خلافت دے دی اور کہاں سے دی؟ کعبہ شریف سے دی جہاں سے دین پھیلا ہے اور جمعہ کے دن قبیل مغرب جو قبولیت کا وقت ہے۔

اس مضمون کو حدیثِ پاک سے مؤید کرتا ہوں **مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ** جو شخص تواضع کرے مگر یہ تواضع **بشرطِ شیٔ ءِلِلّٰہِ** ہے یعنی اللہ کے لیے اپنے کو مٹائے، بعض لوگ اس لیے تواضع کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ ان میں بہت تواضع ہے تو یہ تواضع **لِلّٰہِ** نہیں **لِلْمَخْلُوْق** ہے، اس لیے **لِلّٰہِ** کی قید لگادی کہ اللہ کے لیے تواضع کرو مخلوق کے لیے نہ کرو اس کے لیے وعدہ ہے **رَفَعَهُ اللّٰهُ**[۲۶] اُس کو اللہ بلندی دے گا، بلند مرتبہ بلند مقام دے گا جو اللہ کے لیے اپنے کو مٹائے گا، فنا کرے گا۔

بدنظری ایذائے مسلم میں داخل ہے

ارشاد فرمایا کہ بدنظری کرنا مفت کی پریشانی مول لینا ہے اور گدھا پن ہے۔ بدنظری کرنے سے وہ حسین یا حسینہ مل نہیں جاتی۔ بدنظری کرنا مفت میں دل کو جلانا، کلپانا ستانا ہے۔ دیکھیے کسی کے دل کو تڑپانا حرام ہے کہ نہیں؟ اور جو بدنظری کرتا ہے یہ بھی تو مسلمان ہے، اور مومن کو اپنے دل کو ستانا اور ایذاء پہنچانا جائز نہیں ہے جیسے دوسرے کے دل کو ستانا جائز نہیں تو اپنے دل کو ستانا کیسے جائز ہو جائے گا؟ لہٰذا بدنظری کرکے اپنے دل کو مت ستایئے۔

---

[۲۶] کنز العمال:۳/۵۰(۵۷۳۴)، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

مجلس بعد عصر بر مکان سلیمان صاحب

اتفاق واختلاف کے متعلق علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ میں غور کرتا رہا کہ بعض صالحین میں بھی آپس میں اختلاف رہتا ہے، ایک دوسرے سے مزاج نہیں ملتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلیفہ تھے اور دونوں میں بول چال بند تھی، دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے نہ ملتے جلتے تھے اور دونوں ایک ہی شہر میں رہتے تھے، کسی نے لکھا کہ حضرت! دونوں آپ کے خلیفہ ہیں، آپ دونوں میں میل ملاپ کیوں نہیں کرادیتے، حکم دے دیجیے کہ دونوں گلے مل لیں۔

حضرت نے فرمایا کہ ان کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے، اگر ملاؤں گا تو اور لڑیں گے اس لیے دور دور رہیں تو اچھا ہے۔ ایک کا نام ماسٹر ثامن صاحب تھا اور دوسرے کا نام ماسٹر کرم الٰہی تھا۔ دونوں بہت موٹے تھے لکھیم پور کے رہنے والے تھے جہاں جنگل بہت ہیں۔ شکار کرنے کے لیے خواجہ صاحب ایک ہاتھی پر بیٹھے اور یہ دونوں جن میں بول چال بند تھی لیکن جب کہیں مل جاتے تھے تو سلام کرلیتے تھے، یہ دونوں دوسرے ہاتھی پر بیٹھے۔ اتفاق سے کیچڑ زیادہ تھی تو ہاتھی چلتے چلتے رُک جاتا جیسے کیچڑ میں دھنس رہا ہو۔ خواجہ صاحب نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنے ہاتھی پر سے زور سے فرمایا۔

ایک ہاتھی پر ہیں دو ہاتھی سوار
کیوں نہ دھنس دھنس جائے ہاتھی بار بار

معلوم ہوا کہ مزاج نہیں ملتا تو نہ ملے، نہ بات چیت کرے لیکن ایک دوسرے کے درپے آزار نہ رہو یعنی دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں نہ رہے۔ مزاج نہ ملنا تو مجبوری ہے، اختلافِ طبیعت ہے لیکن درپے آزار ہونا، دوسرے کو ایذا پہنچانے کی فکر میں رہنا حرام ہے۔ قرآن شریف کی آیت ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ [۲۷]

ہم نے کہا کہ اُترو تمہارا بعض بعض کا دشمن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی خبر کیسے غلط ہو سکتی ہے۔ هُبُوْط اس نزول کو کہتے ہیں کہ جہاں سے نزول ہوا ہے پھر وہاں واپسی بھی ہو۔ یہ روح المعانی میں ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ یہاں سے اُترو اور دنیا میں کچھ عرصہ رہو لیکن کیسے رہو گے؟ وہاں تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہو گا، چین سے نہ رہو گے اور یہ اس لیے ہو گا کہ دنیا میں زیادہ دل نہ لگے۔ اگر کوئی دشمن ہی نہ ہو اور آپس میں سب کی محبت ہو جائے تو کسی کا مرنے کو دل چاہے گا؟ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ، اهْبِطُوْا کا حال ہے کہ تم جاتو رہے ہو مگر تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہو گا۔ جب کوئی دشمنی کرتا ہے تو میں اِسی آیت کا مراقبہ کرتا ہوں جس سے اعتقادی پریشانی ختم ہو گئی۔ مجھے بہت دن تک یہ اشکال تھا کہ دونوں اللہ والے ہیں، دونوں خلیفہ، عالم، فاضل اور دونوں صاحبِ نسبت ہیں، پھر کیا بات کہ دونوں کا دل نہیں ملتا اور بات چیت تک بند ہے۔ اس آیت سے اشکال حل ہو گیا کہ دنیا میں بعض، بعض کا دشمن رہے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ دشمنی دنیاداروں میں بھی ہوتی ہے اور اللہ والوں میں بھی ہے لیکن دونوں میں فرق کیا ہے؟ اگر دل نہیں ملتا اور ایک دوسرے میں اختلاف ہے تو اگر اللہ والا ہے تو ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچائے گا بلکہ اس کے لیے دعا بھی کرے گا اور عقلی طور پر سوچے گا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ [۲۸] یہ میرا بھائی ہے، اللہ کا بنایا ہوا بھائی ہے، اللہ کا پکارا ہوا بھائی ہے لیکن آیت قُلْنَا اهْبِطُوْا کا ظہور ہونا تو لازمی ہے۔ اس عداوت میں کافر ہونے کی قید تو نہیں ہے، مسلمان ہیں بلکہ ولی اللہ اور صاحبِ نسبت ہیں لیکن مزاج مختلف ہے اس لیے دل نہیں ملتا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے بارے میں فرمایا کہ دونوں بزرگ ہیں، صاحبِ نسبت ہیں مگر ان کا اختلاف ان کے اتفاق سے افضل ہے کیوں کہ جب مُطلق مناسبت نہیں تو اتفاق

---

[۲۷] البقرة:۳۶

[۲۸] الحجرات:۱۰

ہو نہیں سکتا اور اگر ہو بھی جائے تو باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ فراست مجدّدِ زمانہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ سبحان اللہ! یہ مجددِ زمانہ کی تعلیمات ہیں۔ اللہ نے خبر دے دی کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ دنیا میں جاؤ لیکن بعض، بعض کا دشمن رہے گا تو اللہ کی خبر کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ لہٰذا اگر کوئی یہ چاہے کہ ساری دنیا مجھ سے پیار کرے وہ بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ کچھ لوگ ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ حال ذوالحال سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ والے ہیں تو باوجود اختلاف اور دشمنی کے ایک دوسرے کو نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے، دل میں محبت تو نہیں ہوگی مگر نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے، دنیادار ہوں گے تو لڑیں گے، ایک دوسرے کے درپے آزار ہوں گے یہاں تک کہ آپس میں قتل و خون ہو جاتا ہے۔ ہابیل و قابیل دونوں سگے بھائی تھے اور اولاد پیغمبر تھے مگر قاتل کون ہے؟ قابیل جس کے نام میں بڑا قاف ہے۔ قابیل قاتل ہے ہابیل مقتول ہیں۔ شبہ ہو جاتا ہے کہ قاتل کون ہے تو یاد کرنے کے لیے آسان ترکیب یہ ہے کہ قابیل جس کے نام میں قاتل کا قاف ہے وہی قاتل ہے۔

مجلس بعد مغرب بَر مکان سلیمان صاحب (آزاد ول)

مغرب کے بعد کچھ احباب حضرتِ والا کے کمرے میں آ گئے۔ حضرتِ والا نے مولانا رفیق ہتھورانی صاحب سے شعر سنانے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے حضرتِ والا کی غزل ؎

جس کے دل میں نہیں ہے ترا درد و غم

بہت درد سے پڑھی۔ جب یہ شعر پڑھا ؎

صحبتِ اہلِ دل سے ملا دردِ دل
ورنہ پاتے کہاں سے یہ دولت بھی ہم

تو حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں، میں تین سال رہا، پندرہ سال کی عمر سے اٹھارہ سال کی عمر تک۔ ان کا کیا کمال تھا؟ وہ سراپا دردِ محبت تھے۔ علمائے ندوہ سب ان سے منسلک اور ان کے معتقد

ہوگئے۔ سراپا دردِ محبت تھے۔ پھر اس کے بعد سترہ سال دن رات مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہا اور ان کے بعد حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے دریا سے استفادہ کیا۔ تین دریاؤں کا پانی میرے اندر ہے۔ ایک دریا کے پاٹ میں جب دوسرا دریا مل جاتا ہے تو پاٹ بڑا ہو جاتا ہے، پھر تیسرا دریا مل جاتا ہے پاٹ اور بڑا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میرے پاٹ کو قدر کی نگاہ سے دیکھیے۔ میرا پاٹ تین بزرگوں کی تربینی ہے۔

اللہ کی محبت زبان کی محتاج نہیں

برطانیہ کے انگریز نو مسلم جو اردو نہیں سمجھتے اور دارالعلوم آزادول میں طالبِ علم ہیں مجلس میں موجود تھے اور اکثر موجود رہتے ہیں اور حضرتِ والا کی مجلس میں بہت لطف محسوس کرتے ہیں ان کے لیے فرمایا کہ یہ لندن کے ہیں، اردو زبان نہیں سمجھتے لیکن ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ دین ایسا ہے کہ اس دین کے خادموں کو اللہ تعالیٰ سارے عالم میں محبوب کر دیتا ہے۔ دیکھتے رہتے ہیں مزہ پاتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ معلوم ہوا کہ مزہ پانے کے لیے سمجھنا ضروری نہیں، بے سمجھے بھی مزہ ملتا ہے کیوں کہ زبانیں مختلف ہیں لیکن اللہ کی محبت زبان کی محتاج نہیں، یہ دل میں منتقل ہوتی ہے۔

مجلس بعد عشاء ۸ بجے شب بیرون مسجد دارالعلوم آزادول

آج دارالعلوم میں اس سفر کی آخری مجلس تھی۔ مولانا عبدالحمید صاحب کی درخواست پر حضرتِ والا آج بھی مجلس کے لیے دارالعلوم تشریف لے گئے۔ آج مجمع اور بھی زیادہ تھا۔ حضرتِ والا کے حکم پر مولانا رفیق ہتھورانی صاحب نے حضرتِ والا کے یہ اشعار پڑھے جن کا مطلع ہے؂

جس کے دل میں نہیں ہے ترا درد و غم
ہو کے انسان نہیں جانور سے وہ کم

درمیان میں حضرتِ والا نے جو ارشادات فرمائے وہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

www.khanqah.org

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اپنا یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ؎

شُکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

دردِ مستقل کے معنیٰ ہیں کہ درد میں استقلال آگیا ورنہ بعض لوگ ہیں کہ کبھی تو فرشتہ ہوگئے، رات دن ذکر و فکر ہے اور آنسو بہا رہے ہیں اور کبھی شیطان ہوگئے، شیطان کی سی حرکتیں کررہے ہیں تو یہ دردِ دل مستقل نہیں ہے۔ دردِ دل وہی معتبر ہے جو مستقل ہو جس کو صوفیا اور اہلِ علم استقامت علی الدّین سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو دین پر مستقیم ہوگیا سمجھ لو اس کا دردِ مستقل ہوگیا اور وہ کہتا ہے کہ؎

اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے شاید کیوں لگایا ہے؟ تاکہ تکبر اور دعویٰ سے حفاظت رہے ورنہ ان کو تو ایسا دل حاصل ہی تھا۔ دل، دل کب بنتا ہے؟ جب نفس کی دلدل سے نکل آئے ورنہ گناہوں کی دلدل میں پھنسا رہتا ہے اور جو ایک لمحہ بھی اللہ کی نافرمانی میں نہ گزارے، ایک لمحہ بھی کسی حسین عورت یا مرد کو نہ دیکھے، ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور اگر کبھی خطا ہوجائے تو رو رو کر اللہ سے معافی مانگ لے تو سمجھ لو اب وہ مومنِ کامل ہوگیا اور حامل دردِ مستقل ہوگیا۔ لوگ اُسے مومنِ کامل کہیں گے، وہ خود نہیں کہے گا کہ میں مومنِ کامل ہوگیا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک صاحب ہیں جو بہت دیندار ہیں مگر ایک کمی ہے کہ اپنے کو دیندار سمجھتے بھی ہیں۔ دیندار تو بنو لیکن اپنے کو دیندار نہ سمجھو۔ تزکیۂ نفس یعنی اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا فرض ہے لیکن اپنے کو پاک سمجھنا حرام ہے اور دونوں کا ثبوت قرآن پاک میں ہے فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ اپنے کو پاک مت سمجھو هُوَ اَعۡلَمُ بِكُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَاِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّةٌ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ[۲۹] وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم اپنی

۲۹؎ النجم:۳۲

www.khanqah.org

ماؤں کے پیٹ میں باپ کی منی اور ماں کا حیض تھے فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ پس تم اپنے نفس کو مزکّٰی مت سمجھو۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ تزکیہ کا حکم دے رہے ہیں قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا [۳۰] وہ فلاح پاگیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور دوسری آیت میں فرمارہے ہیں فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ اپنے نفس کو طرف تزکیہ کی نسبت نہ کرو، اپنے نفس کو پاکیزہ مت سمجھو۔

پاک کردن فرض پاک گفتن حرام

نفس کو پاک کرنا فرض ہے اپنے کو پاک کہنا یعنی پاک سمجھنا حرام ہے۔ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ میں ایک بلاغت ہے کہ نسبت الی الماخذ نہ کرو یعنی تزکیہ کا جو مادہ ہے اس کی طرف نسبت نہ کرو کہ میں پاک ہوگیا۔

تقویٰ کی اہمیت

اس لیے حافظ ہونا، عالم ہونا فرضِ کفایہ ہے، کسی بستی میں دو چار حافظ ہوجائیں، دو چار عالم ہوجائیں تو سب کا فرضِ کفایہ ادا ہوجائے گا مگر تزکیہ کرانا، اپنے نفس کو پاک کرنا، گناہوں سے بچنا یعنی تقویٰ فرضِ عین ہے، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ متقی بنے، اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کیا کہ نافرمانی چھوڑ دو اور تقویٰ سے رہو۔ اگر گناہ نہیں چھوڑوگے تو اللہ سے محروم رہوگے۔ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اور گناہوں کے حرام مزے کی عادت ہے وہ خدا کو کبھی نہیں پاسکتا اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جو سچی توبہ کرے، دل سے توبہ کرے، تو اللہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جو کبھی حسینوں کو نظر مارلیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا وہ کبھی اللہ تک نہیں پہنچے گا۔ تقویٰ میں دوام مطلوب ہے، جو دائماً متقی ہے وہ ولی اللہ ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ کے معنیٰ یہ نہیں کہ کبھی فاسق بن جاؤ کبھی متقی ہوجاؤ بلکہ ہمیشہ اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت کرو اور گناہوں سے بچو، لیکن جو لوگ کبھی کبھی پھسل جاتے ہیں اور گناہ کر بیٹھتے ہیں مگر پھر نادم ہوکر توبہ

---

[۳۰] الشمس:۹

www.khanqah.org

کرتے ہیں اور ندامت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا خونِ جگر پیش کرتے ہیں اور پکا عزم کرتے ہیں کہ آیندہ کبھی یہ گناہ نہیں کریں گے یہ بھی گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہیں مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً[۳۱] جس نے توبہ کرلی وہ اصرار کرنے والوں میں نہیں اگرچہ دن میں ستر بار وہی گناہ کر بیٹھے۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِيْنَ[۳۲] مستغفرین بھی مرتبۂ متقین میں ہوں گے۔

بتاؤ آج جو لڑکی پاگل کررہی ہے جب اسّی برس کی ہوجائے گی، کمر جھکی جھکی آئے گی گیارہ نمبر کا چشمہ لگائے ہوئے، گال پچکے ہوں گے کون ہے وہ مرد جو اس وقت اس سے عشق لڑائے۔ اس وقت اس سے یہودی، عیسائی، ہندو، کافر سب بھاگیں گے۔ اس وقت بھاگے تو کیا بھاگے کیوں کہ اب تو کافر بھی بھاگ رہا ہے۔ ایمان والوں کو ثواب ثواب اس وقت ملے گا جب اس کا حسن بالکل پاگل کررہا ہو، اس وقت کہے وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ[۳۳] میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں اور راستہ بدل دے، جس فٹ پاتھ سے وہ آرہی ہے وہ فٹ پاتھ بدل دے۔ بس حسینوں سے نظر بچاؤ اور جب حُسن ختم ہوجائے تب بھی نہ دیکھو کیوں کہ بعض لوگ حسنِ رفتہ سے بھی بے ہوش ہوجاتے ہیں، میرا شعر ہے؎

حُسن کے ترسے ہوئے اور عشق کے مارے ہوئے
مست ہوجاتے ہیں آثارِ قدیمہ دیکھ کر

عظمتِ حق کا عجیب مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں، سوچئے کہ ایک درخت میں کتنے قلم بنیں گے، پھر ساری دنیا کے

۳۱؎ جامع الترمذی:۱۹۶/۲، ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید
۳۲؎ مرقاۃ المفاتیح:۱۳۵/۵، باب الاستغفار والتوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ ملتان
۳۳؎ الصّٰفّٰت:۹۹

www.khanqah.org

درختوں کے کتنے قلم ہوں گے تو ساری دنیا کے درخت قلم بن جائیں اور یہ سمندر اور ایسے سات اور سمندر روشنائی بن جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف ختم نہیں ہوسکتی تو ہم اپنی دس بیس تصنیف کو جو اہمیت دیتے ہیں کہ واہ رے ہم واہ رے ہم! واہ رے میں واہ رے میں! یہ بکری کی طرح میں میں کرنا حماقت ہے۔ ہم اپنی محدود طاقتوں سے اللہ کی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات غیر محدود ہیں۔ ساری دنیا کے درختوں کے قلم بن جائیں اور یہ سمندر اور ایسے سات اور سمندر روشنائی بن جائیں تو کتنی کتابیں تیار ہوں گی؟ اتنی تم لکھ سکتے ہو؟ اس لیے اپنی کتابوں کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ دینی خدمات کی دو حیثیت ہیں: ایک تو یہ کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا کہ مجھ سے دین کا کام لے لیا، یہ اللہ کا احسان ہے جس پر اُن کا شکر ادا کرتا ہوں لیکن دینی خدمات کو یہ حیثیت دینا کہ اللہ کا حق ادا ہوگیا سخت حماقت ہے۔ اللہ سے ڈرو اور یوں کہو کہ اے اللہ! میری تصنیفات، میری تالیفات، میری تقاریر آپ کی عظمت کا حق ادا نہیں کرسکتیں۔ مجھ کو اس آیت سے بہت فائدہ پہنچا۔ کبھی اپنے کمرے میں کتابوں کی قطار پر نظر پڑتی تھی تو خیال ہوتا تھا کہ ماشاء اللہ! بہت کام ہوگیا لیکن اب اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں لیکن یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ! آپ کی معرفت اور آپ کی تعریف کا کچھ حق ادا نہیں ہوا اور ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک ہزار برس کی بھی زندگی ملے تو سارے دنیا کے درختوں کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی سے کوئی لکھ سکتا ہے؟ ہزار برس کیا دس ہزار برس بھی زندہ رہے تو نہیں لکھ سکتا۔ میرے شیخِ اول حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو، نہ اتنا کرو کہ ڈرنا چھوڑ دو اور نہ اتنا ڈرو کہ کرنا چھوڑ دو۔ واہ واہ اللہ والوں کی باتوں میں کیا اثر ہوتا ہے!

فرمایا کہ اب دعا کرلیں تو مولانا عبد الحمید صاحب نے عرض کیا کہ بہت سے طلباء بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ میری قیام گاہ پر آئیں۔ کچھ تو چلیں، کچھ تو محنت کریں۔ ہم تو کراچی سے یہاں آئے یہ لوگ قیام گاہ تک آئیں، یہاں بیعت نہیں کروں گا۔ قیام گاہ پر ہی بیعت کروں گا۔

www.khanqah.org

اردو کے مشہور شعر میں دلچسپ ترمیم

فرمایا کہ میرؔ کا شعر تھا:

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

یعنی کوئی پگڑی اُچھال نہ دے کوئی کام ایسا ذلت کا نہ ہو جائے جس سے پگڑی کی عزت ختم ہو جائے۔ اس شعر میں، میں نے اضافہ کر دیا کہ اب اس زمانہ میں دستار یعنی عمامہ اور پگڑی کم لوگ پہنتے ہیں۔ اس لیے اب شعر یوں ہونا چاہیے جو اس زمانے کے حسبِ حال ہے۔

میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے شلوار

اس پر سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

طلباء کو نصیحت

مجلس کے بعد بہت سے طلباء بیعت ہونے کے لیے میزبان کے مکان پر آ گئے۔ حضرتِ والا نے ان کو بیعت فرما کر ذکر بتا دیا اور فرمایا کہ طالب علموں کی برکت لینے کے لیے میں نے بیعت کر لیا۔ آپ لوگ اصلاح کے لیے مقامی خلفاء میں سے جن سے مناسبت ہو تعلق قائم کر لیں کیوں کہ میں تو چلا جاؤں گا، دور کے طبیب سے مقامی طبیب زیادہ مفید ہوتا ہے اور نظروں کی اور دل کی حفاظت کی تلقین فرمائی۔ ایک مٹھی داڑھی اور ٹخنے تو سب علماء اور طلباء رکھتے ہیں بس آنکھوں کی حفاظت اور دل کی حفاظت کر لو نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو بس اللہ پر نظر رکھو۔ چند دن کا مجاہدہ ہے اس کے بعد۔

دنیا سے مَر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

وہاں اپنی حوروں سے لپٹنا منع نہیں ہے لیکن دنیا میں مجاہدہ کر لو تا کہ اللہ تعالیٰ کو دکھانے کو ہو کہ میں نے آپ کے راستے میں بہت غم اُٹھائے ہیں، بغیر غم اٹھائے جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کو

کیا پیش کروگے۔ غم اُٹھاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ سے کہہ سکو کہ یا اللہ! میرا دل بہت زخمی ہے، غموں سے چُور چُور ہے، آپ کی راہ میں، میں نے بہت غم اُٹھائے ہیں۔ میرے اشعار ہیں؎

میں درد و غم سے بھرا اک سفینہ لایا ہوں
ترے حضور میں اک آبگینہ لایا ہوں
تری رضا کا ہے بس شوق و جستجو اس میں
مِری ہزار تمنا کا ہے لہو اس میں

جو اللہ کے راستے کا غم نہیں اُٹھاتا وہ بے وفا، ناشکرا، کمینہ اور نمک حرام ہے، کھاتا ہے اللہ کی اور گاتا ہے شیطان کی، نمک کھاتا ہے اللہ کا اور سنتا ہے شیطان کی، رزق کھاتا ہے رحمٰن کا اور کام کرتا ہے شیطان کا۔ بس یاد رکھو اللہ کے راستے میں اللہ کے لیے غم اٹھانے کی عادت ڈالو۔ چاہے جان چلی جائے، جان دے دو مگر اللہ کو ناراض نہ کرو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ڈربن سے مولانا یونس پٹیل صاحب کا فون آیا۔ حضرت نے ان کے صاحب زادے حافظ محمد پٹیل کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہ بھی فون پر آ گئے۔ حضرتِ والا نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اس کا دوزخ یہیں سے شروع ہو جاتا ہے کیوں کہ گناہوں کا وبال دوزخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر گناہ سے بچنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے اعمال نصیب فرمائے اور ناراض کرنے کے اعمال سے بچائے ورنہ جیسے دوزخ میں دوزخی تڑپے گا ایسے ہی گناہ گار کو دنیا میں بھی تڑپنا پڑے گا، چین نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو مجھ کو ایمان اور نیک اعمال سے خوش رکھے گا اس کو میں بالُطف زندگی دوں گا اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اور اعراض کا فردِ کامل نافرمانی ہے یعنی جو میری نافرمانی کرے گا اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی تو جس کی زندگی اللہ تلخ اور عذاب کی کر دے وہ کہاں سے مٹھاس پائے گا۔ مولانا یونس پٹیل صاحب نے فون پر کسی کا خواب بیان کیا تو حضرتِ والا نے فرمایا: بہت مبارک خواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا یہ بشارت ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔

www.khanqah.org

بیعت کے لیے ضروری شرط

اسی دوران فرمایا کہ بیعت کے لیے بیداری کی مناسبت ضروری ہے، خوابوں پر بیعت ہونا ایسا ہے جیسے ریت پر قلعہ بنانا۔ ریت کی تعمیر پر ایک لات مارو ساری عمارت گر جائے گی۔ جس نے اچھا خواب دیکھا یا جس کے لیے دیکھا گیا اس کے ساتھ نیک گمان رکھو مگر بیعت ہونے کے لیے بیداری کی مناسبت شرط ہے۔

مورخہ ۱۳؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۳؍ مئی ۲۰۰۴؁ء بروز دوشنبہ بمقام آزادول

بیعت کرنے میں شیخ کی کیا نیت ہو؟

حضرتِ والا کے مجاز ایک عالم و مفتی صاحب آج صبح حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ لوگ بیعت کی فرمایش کرتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ میں تو خود تربیت کا محتاج ہوں، میرا اس لیے بیعت کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اس نیت سے بیعت کر لیا کریں کہ میری تربیت ہو جائے گی۔ اپنی تربیت و اصلاح کی نیت سے بیعت کیا کریں۔

ارادہ پر مراد کا ترتب ہوتا ہے

پھر انہوں نے عرض کیا کہ ذِکر پر مداومت نہیں ہے۔ اس کی کیا تدبیر ہے کہ مداومت ہو جائے؟ ارشاد فرمایا کہ مداومت کے لیے آپ کا ارادہ کافی ہے۔ ارادہ مراد تک پہنچاتا ہے ورنہ جو ارادہ نہ کرے تو خانقاہ کے ماحول میں رہ کر ذکر سے غافل رہے گا۔ اللہ کو یاد کیے بغیر چین نہیں آنا چاہیے۔ بڑا منحوس بندہ ہے وہ جو اللہ کو یاد نہیں کرتا۔ جو ذکر نہیں کرے گا ناقص رہے گا اور ناقص مرے گا۔ اس لیے ذکر میں ناغہ نہ کرو۔ اللہ کی یاد روح کی غذا ہے اور ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔

اسٹینگر کے لیے روانگی

آج اسٹینگر روانگی کا نظم تھا۔ دس بجے صبح حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کی کار

میں حضرتِ والا کے ساتھ احقر، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب اور مظہر محمود صاحب جوہانسبرگ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔

اللہ کی محبت پھیلانے کی نصیحت

راستے میں مولانا عبد الحمید صاحب سے بہت رقّت اور درد سے فرمایا کہ اپنے لڑکے کو اہتمام پورا سکھا دیجیے اور آپ فارغ ہو جائیے سارے عالم میں اللہ کی محبت پھیلانے کے لیے۔ اللہ کی محبت بھی تو دین ہے بلکہ دین کی روح یہ ہے کہ اللہ کی محبت پیدا ہو جائے، اہتمام کا کام بیٹے کو سکھا دیجیے جیسے میرا بچہ سب کام کر لیتا ہے، میں فارغ ہوں، جہاں بھی کوئی لے جائے وہاں چلا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مدرسہ کی کوئی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے فارغ فرما دیا کہ جہاں بھی جانا چاہوں جا سکتا ہوں اور تین آدمی میرے ساتھ کر دیے: میر صاحب، حافظ ضیاء الرحمٰن اور مظہر محمود۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے میری محبت ڈال دی کہ تینوں ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ میر صاحب علمی کام کرتے ہیں اور یہ دونوں میری خدمت میں رہتے ہیں۔ میر صاحب میری خدماتِ بدنیہ بھی کرتے تھے اور اب بھی خدمت کرنے کے لیے تیار تھے، پے خانہ بھی صاف کرتے تھے مگر سید سے پے خانہ اُٹھوانا مجھے ٹھیک نہیں لگا اس لیے ان کو منع کر دیا۔ میرے منع کرنے سے مجبوراً رُک گئے ورنہ ان کی دلی تمنا یہی تھی کہ یہ میری خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے محمود کو لاہور سے اور ضیاء کو امریکا سے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے توفیق دی، انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم آپ کی خدمت کے لیے رہیں گے۔ اللہ کا شکر ہے تنخواہ دینے پر بھی کوئی ایسا نہیں ملتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

جو کچھ توفیق نیک کام کی ہو اللہ کی عطا ہے۔ لٰہذا جو لوگ میرے ساتھ ہیں محمود، ضیاء الرحمٰن اور میر صاحب یہ اللہ کی عطا ہے، حسنہ ہے، من اللہ ہے، اللہ کی توفیق سے ہے، آپ لوگ اس کو اپنا کمال نہ سمجھیے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ تو حضرت کا احسان ہے جو مجھ جیسے نالائق کو قبول فرما لیا، یہ اللہ کا کرم ہے جو حضرت تک باریابی نصیب ہوئی ورنہ ہم جیسے لاکھوں

حضرت کو مل جاتے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے بھنگی بادشاہ کے دربار میں قبول ہوجائے۔

طریقِ مشائخ اَقْرَبُ اِلَی السُّنَّۃ ہے

مولانا عبدالحمید صاحب نے عرض کیا کہ میں اجتماع میں وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ[۳۴] پر بیان کرتا ہوں کہ سب سے اعلیٰ دعوت، اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کی طرف بُلانا ہے اور اہلِ تصوف اسی طرف بلاتے ہیں، تو حضرتِ والا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت نہ ہوگی تو دین کیا رہے گا، برائے نام رہے گا۔ اہلِ تصوف یعنی اہل اللہ کی طریق دعوت اَقْرَبُ اِلَی السُّنَّۃ ہے۔ جس طرح کوئی نبی اُمتی نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی شیخ کبھی مُرید نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس دوسرے کاموں میں جو آج امیر ہے کل مامور ہوجاتا ہے۔ آج جو مامور کو ڈانٹ رہا ہے وہ جب امیر ہوجاتا ہے تو سابق امیر کو ڈانٹتا ہے۔ کسی طریق کا مفید اور مستحسن ہونا اور بات ہے لیکن بزرگانِ دین کا یہ طریق اَقْرَبُ اِلَی السُّنَّۃ ہے۔ جس طرح نبی مامور نہیں ہوسکتا ہمیشہ آمر رہے گا اسی طرح شیخ آمر رہے گا مامور نہیں ہوسکتا۔

وفات کے وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا ایک خاص اعزاز

ارشاد فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام دونوں حاضر ہوئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں آنے کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی سے کمرے میں آنے کی اجازت نہیں لی گئی۔ روح نکالنے کی اجازت تو ہر نبی سے مانگی گئی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز بخشا کہ بغیر اجازت عزرائیل علیہ السلام کمرے میں داخل نہیں ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اجازت لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

۳۴؎ حٰمٓ السجدۃ: ۳۳

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ یہ نظر مُسْتَشِیْرًا تھی یعنی مشورہ لینے کے لیے تھی کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اَللّٰہُ مُشْتَاقٌ اِلَیْكَ اللہ آپ کا مشتاق ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے روح قبض کرلی۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق بڑھانے کے لیے ہے اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی اے اللہ! آپ سب سے بہترین دوست ہیں۔ بعض بزرگوں نے انتقال کے وقت یہ شعر پڑھا ؎

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جاں طلبم واز پئے جاناں بروم

کیا مبارک وہ وقت ہوگا جب میں اس منزلِ ویراں سے اللہ کی طرف روانہ ہوں گا اور اپنی جان کا آرام پاؤں گا اور محبوبِ حقیقی سے ملوں گا۔

جوہانسبرگ ایئرپورٹ سے سوا گیارہ بجے جہاز نے ڈربن کے لیے پرواز کی اور بارہ بجے ڈربن ایئرپورٹ پر آمد ہوئی۔ ایئرپورٹ پر حضرتِ والا کی زیارت کے لیے آنے والوں کا ایک جمِ غفیر تھا مگر اس وقت فوراً اسٹینگر روانہ ہونا تھا جہاں سے عبد القادر ڈیسائی صاحب کار لے کر آئے ہوئے تھے۔ زائرین سے ملاقات کے بعد حضرتِ والا اسٹینگر کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک گھنٹہ بعد ڈیسائی صاحب کے گھر پہنچے جہاں انہوں نے مہمانوں اور مجلس میں آنے والوں کے لیے زبردست انتظامات کیے تھے۔

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۴؍مئی ۲۰۰۴ء منگل، بوقت ۱۱ بجے صبح

پروفیسر سید سلمان ندوی صاحب نے حضرتِ والا کی نعت ’’سوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم‘‘ پڑھی اور انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ اس کے بعد مولانا ممتاز الحق صاحب کے بیٹے مولانا مصطفیٰ کامل نے جو امریکا سے آئے ہیں حضرت والا کے اشعار پڑھے اور جب یہ شعر پڑھا ؎

www.khanqah.org

میں جہاں بھی رہوں جس فضا میں رہوں
میرا تقویٰ ہمیشہ سلامت رہے

تو حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ چاہے زمین پر رہو چاہے فضاؤں میں اُڑتے رہو ہر جگہ تقویٰ سے رہو، اور نظروں کی حفاظت کرو۔ زمین پر تو لوگ حسینوں سے حفاظت کر بھی لیتے ہیں مگر فضاؤں میں جہاز پر ایئر ہوسٹس کو دیکھ کر نوّے فی صد لوگ پاگل ہو جاتے ہیں۔ جب وہ پوچھتی ہے کہ جناب! کیا چاہیے بس پھر کچھ نہ پوچھیے زبان سے تو مارے شرم کے کچھ نہیں کہتے مگر ان کی آنکھیں کہہ دیتی ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں حتیٰ کہ بال سفید ہوگئے ہیں، یہاں تک کہ بھنویں بھی سفید ہوگئی ہیں جب ایئر ہوسٹس آتی ہے تو ان کا بھی یہ حال ہوتا ہے۔

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

یعنی اپنی صورت دیکھیے کہ سفید ریش بابا بایزید بسطامی معلوم ہو رہے ہیں مگر نظر مار کر مزہ لے رہے ہیں۔ ایئر ہوسٹس بھی سمجھتی ہے کہ اُلّو نمبر ون ہے مثلاً ڈربن سے جوہانسبرگ جا رہے ہیں، اب ایئر ہوسٹس کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں، آتے جاتے اس کا آگا پیچھا دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد جب جوہانسبرگ آگیا تو وہ اپنا بیگ سنبھالے گی اور کمر مٹکاتی ہوئی اُلّو بنا کر چلی جائے گی اور یہ منہ کھولے ہوئے دیکھتے رہ جائیں گے۔ کیا یہ بے وقوفی نہیں ہے، گدھا پن نہیں، حماقت نہیں ہے؟ اسی لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ بدنظری اور عشقِ مجازی کا مرض بے وقوف کو ہوتا ہے۔ جتنے بھی عشق باز ہیں سب بے وقوف اور احمق ہیں، انجام کی ان کو خبر نہیں۔

گناہ کی تمنا کرنا بھی منافیٔ ولایت ہے

بعض لوگوں نے نظر تو بچالی لیکن دل میں تمنا کرتے ہیں کہ کاش! یہ مل جاتی۔ گناہ کی تمنا رکھنے والا بھی ولی اللہ نہیں ہے کیوں کہ دل سے نافرمان ہے، ولی اللہ وہ ہے جو آنکھوں کو بھی بچائے، دل کو بھی بچائے۔ اللہ کی ناراضگی کے اعمال سے نفرت رکھے۔

www.khanqah.org

اگر دل سے یہ تمنا کی کہ کاش! یہ مل جاتی تو دل مسلمان کہاں رہا یعنی فرماں بردار کہاں رہا، دل نافرمان ہوگیا اور نافرمان ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔

ولی اللہ کی پہچان

بس یہ دو عمل کرلو ان شاء اللہ! ولی اللہ ہوکر مروگے۔ ہیں تو چار کام لیکن صالحین کے مجمع میں دو ہی کام بتاتا ہوں کیوں کہ داڑھی تو سب کے ایک مٹھی ہے ہی اور پاجامہ بھی ٹخنوں سے اوپر ہے لہٰذا اب دو کام ہیں۔ ۱) نظر کی حفاظت۔ ۲) دل کی حفاظت۔ بس یہ دو کام مشکل ہیں جن میں بڑے بڑے لوگ فیل ہوجاتے ہیں۔ جو اشراق، چاشت، اوّابین اور تہجد پڑھتے ہیں اور ہر وقت کھٹا کھٹ تسبیح پڑھتے ہیں لیکن جب کوئی حسین عورت آجاتی ہے تو اس کو دیکھنے لگتے ہیں۔ یہی وقت ہے کہ نظر بچاؤ اور دل توڑ دو۔ تمہاری ہزار تسبیحات سے یہ افضل ہے کہ اپنا دل توڑ دو اور خدا کا حکم نہ توڑو۔ ولی اللہ کی یہ پہچان ہے کہ جب حسین عورتیں سامنے آئیں خصوصاً ہوائی جہاز پر جب ایئرہوسٹس سامنے سے گزرے تو ولی اللہ وہ ہے جو اس کو سامنے سے بھی نہ دیکھے اور پیچھے سے بھی نہ دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں، ایک آگے ایک پیچھے۔ جب سامنے سے آتی ہیں تو شیطان دکھاتا ہے کہ ان کی دو ٹانگوں کے درمیان میں جانے کا راستہ ہے، تم کہاں جارہے ہو، اس راستے میں کیوں نہیں جاتے اور جب سامنے سے گزر جاتی ہے تو اس کا پیچھا دکھاتا ہے کہ دیکھو اس میں کیا مزہ ہوگا۔ اس لیے عورتوں کا نہ آگا دیکھو نہ پیچھا۔

تھوڑی دیر کا مجاہدہ ہے مثلاً جوہانسبرگ سے ڈربن ایک گھنٹہ کا سفر ہے کیا مشکل ہے کہ ایک گھنٹہ تک باخدا رہو، اللہ کی یاد میں مشغول رہو۔ چائے کو پوچھے تو نگاہ نیچی کرکے کہہ دو کہ ہاں چائے لاؤ۔ چائے مانگنے کے لیے دیکھنا کیا ضروری ہے؟ جب ہمارے اللہ نے ان کو دیکھنا حرام فرمادیا تو اللہ پر فدا نہ ہوگے تو کس پر فدا ہوگے؟ اپنی قیمت کو پہچانو۔ وہ شخص اپنی قیمت کو گرادیتا ہے جو غیر اللہ پر فدا ہوتا ہے۔ یہی ایئرہوسٹس جس کو آج للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہو یہ جب اَسّی برس کی ہوگئی اور پستان ایک

www.khanqah.org

ایک فٹ لٹک گئے، آنکھیں دھنس گئیں، گال پچک گئے، دانت نہیں رہے، کمر جھک گئی اب اس سے بھاگو گے تو کیا کمال ہے اب تو کافر بھی بھاگے گا، یہودی بھی بھاگے گا، عیسائی بھی بھاگے گا۔

نفس سے جنگ کرنا صرف مومن کی شان ہے

کمال یہ ہے کہ عین شباب حسن سامنے ہو تم اللہ کی فرماں برداری میں اپنے نفس کو پیس کر رکھ دو، نفس کی مت سُنو، نفس تمہارا دشمن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ[۳۵] تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے، سب دشمنوں سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے۔ نفس سے جنگ کرنا صرف مسلمان کی شان ہے۔ دنیا میں کسی قوم کے اندر نفس سے جنگ نہیں ہے۔ یہودی ہو، عیسائی ہو، ہندو ہو کوئی بھی ہو نفس سے جنگ نہیں کرتا۔ نفس سے جنگ کرنا صرف اسلام نے سکھایا، ایمان نے سکھایا اور مومن کی شان ہے جو نفس سے جنگ کرتا ہے۔

اہل اللہ سے حاصل کرنے کی چیز

ارشاد فرمایا کہ بزرگانِ دین کی صحبت سے اور ان کے غلاموں کی صحبت سے کیا حاصل کرنا چاہیے، غلام اس لیے کہتا ہوں کہ میں بھی شامل ہو جاؤں، بزرگوں کی غلامی تو میں نے کی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بزرگانِ دین کی یا ان کے غلاموں کی صحبت مل جائے تو کیا چیز حاصل کرنا چاہیے؟ روزہ نماز تو سب سیکھ لیتے ہیں اللہ والوں سے اور ان کے غلاموں سے تقویٰ سیکھنا چاہیے کہ گناہوں سے بچنا آجائے، گناہوں سے بچنے کی ہمت پیدا ہو جائے کہ چاہے کتنی حسین عورت ہو کتنا حسین لڑکا ہو اس کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! بہت جلد ولی اللہ بن جاؤ گے۔ آنکھ کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو بعض آدمی نگاہ تو نیچی کر لیتا ہے مگر دل ہی دل میں سوچتا ہے کہ شکل بہت خوبصورت تھی اگر مل جاتی تو ہم یوں توں کر لیتے۔ دل میں اللہ

۳۵؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۰۲، باب التطوع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

کی نافرمانی کا خیال مَت پکاؤ۔ بلا قصد خیال آجائے تو معاف ہے لیکن ارادہ کرکے گندا خیال نہ لاؤ، یہی سوچو کہ ہمارے اللہ نے جب اس کو حرام فرمایا تو ہم ان کے بندے ہیں ہم کیوں یہ کام کریں۔ یہ دو کام کرلیجیے سب کے سب ان شاء اللہ تعالیٰ! سو فی صد ولی اللہ ہو جائیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دلوں میں چھپاتے ہو خوب جانتا ہے۔

چوریاں آنکھوں کی اور سینوں کے راز
جانتا ہے سَب کو تُو اَے بے نیاز

لیکن پرچہ مشکل ہے، ہمت سے کام لینا پڑے گا، آسانی سے نگاہ نہیں جُھکتی، بڑے بڑے فیل ہو جاتے ہیں، جب سامنے خوبصورت عورت آتی ہے، ذکر و فکر کرو، اللہ کا مراقبہ کرو، اسبابِ گناہ سے دور رہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے متقی بنادے۔

مقاماتِ سلوک کی کُنجی

پروفیسر سید سلمان ندوی کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مرید کو اپنے بارے میں یہ سوچنا چاہیے کہ شیخ کی جہاں تک سمجھ ہے وہاں تک میری رسائی نہیں ہے۔ شیخ جس بلند مقام سے دیکھتا ہے اس مقام پر میں نہیں ہوں۔ شیخ کی محبت مفتاح (کُنجی) ہے تمام مقامات کی۔ اگر تمام مقاماتِ الٰہی کو طے کرنا ہے تو شیخ کی محبت اس کی کُنجی ہے۔

۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۵؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز بدھ، بوقت سوا بارہ بجے دوپہر

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

پستیِ عقل اور بلندیِ عشق

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اُمّت کو ایک سبق دیتے ہیں کہ۔

www.khanqah.org

عقل دَر شرحش چو خر دَر گِل بخفت

عقل نے اللہ کی محبت کی شرح کرنے کی کوشش ناکام کی تو کیا ہوا؟ گدھے کی طرح مٹی میں سو گئی، دلدل میں پھنس گئی، کامیاب نہیں ہو سکی، خدا کو نہیں پا سکی۔ عقل سے اگر خدا ملتا تو افلاطون و جالینوس ارسطو اور فارابی وغیرہ کو مل جاتا مگر عقلِ محض مُجرّد من العشق کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکی اور ؎

شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت

عشق و عاشقی کی شرح خود عشق نے کر دی۔ عشق سے ہی اللہ ملا ہے اسی لیے انسان نے بارِ امانت اُٹھالیا تھا۔ میرا شعر ہے ؎

اَرض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جاسکا
وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لیے ہوئے

عقل سے راستہ نہیں ملتا۔ اس کی دلیل قرآنِ شریف میں ہے۔ شیطان نے عقل سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ سے حجت کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپ نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا، آگ کا کرہ اوپر ہے، مٹی کا کرہ نیچے ہے، اوپر والے کو آپ نیچے والے کے سامنے جُھکا رہے ہیں اور افضل کو غیر افضل کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ تو عقل کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہو گیا کیوں کہ اس نے صرف آدم علیہ السلام کی مٹی کو دیکھا مگر مٹی کے اندر نبوت کا جو لعل چھپا ہوا تھا اس سے وہ ظالم بے خبر تھا، حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تو مٹی کا تھا مگر اس میں نبوت کا نور چھپا ہوا تھا جو اس کی اندھی عقل کو نظر نہ آیا، اسی عقل نے اس کو گمراہ کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام میں عشق کا غلبہ تھا چناں چہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی فوراً رونے لگے اور رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا[۳۶] کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے غلطی نہیں ہوئی تھی، وہ بھول گئے تھے فَنَسِیَ وَ لَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا[۳۷] اور ہم نے ارادۂ معصیت کا شائبہ تک ان

۳۶؎ الاعراف:۲۳

۳۷؎ طٰہٰ:۱۱۵

www.khanqah.org

کے دل میں نہیں پایا نَکِرَہ تَحْتَ النَّفِیْ ہے اور قاعدہ ہے کہ اِنَّ النَّکِرَۃَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفِیْ تُفِیْدُ الْعُمُوْمَ نکرہ جب نفی کے تحت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میں نکرہ بول رہاہوں اور نفی کے تحت بول رہاہوں تو فائدہ عموم کا نہ دے گا؟ ظالمو! تمہارا بنایا ہوا قاعدہ تو نفی تام کر دے اور میرا فرمایا ہوا نفی تام نہ کرے گا؟ میں اللہ ہوں جو خبیر ہے سرائر کا اور خبیر ہے بواطن کا، معصیت کی میں نفی تام کررہاہوں کہ ان کے قلب کے اندر ہم نے عزمِ معصیت کا کوئی ذرہ تک نہیں پایا، نافرمانی کا ذرا بھی ارادہ نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ تو ارادہ کی مطلق نفی فرمارہے ہیں، پیغمبر کی غلطی کی نفی فرمارہے ہیں کہ میرا پیغمبر نافرمان نہیں ہے، نافرمانوں کو میں کہیں پیغمبری دیتا ہوں۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نافرمانی ہوگئی وہ جاہل اور مطلق گدھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ فَنَسِیَ آدم علیہ السلام سے بھول ہوگئی اور بھول کی وجہ بھی عشق ہی تھا۔ شیطان نے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر تم نے درخت کا گندم کھالیا تو اللہ تعالیٰ کی قسم! تم جنت میں ہمیشہ رہوگے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ جب شیطان نے اللہ کا نام لیا تو محبوبِ حقیقی کا نام سنتے ہی آپ پر ایک سُکر اور نشہ اور بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ سب کچھ بھول گئے، محبت کا نشہ چھاگیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ؎

نام لیتے ہی نشہ سا چھاگیا
ذکر میں تاثیرِ دورِ جام ہے

پس چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اندر محبت تھی تو باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نفی فرمارہے ہیں کہ میرے پیغمبر سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، میرا پیغمبر بالکل پاک صاف ہے اس پر میری محبت کے نشہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی، میرے نام کی محبت غالب ہوگئی تھی اس لیے بھول کر گندم کھالیا، لیکن وہ معافی مانگ رہے ہیں:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر ظلم کرلیا اگر آپ مغفرت اور رحمت نہیں فرمائیں گے تو ہم بڑے خسارے میں پڑ جائیں گے، ہمارا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، اگر آپ ناراض ہوئے تو ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے نہ زمین میں نہ آسمان میں کیوں کہ زمین بھی آپ کی ہے، آسمان بھی آپ کا ہے اور عقل کی پوجا کرنے والے ابلیس کی شامتِ اعمال نے اس کو بحث و مباحثہ پر مجبور کیا کہ اے اللہ! آپ نے ان کو خاک سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آگ افضل ہے خاک سے۔ یہ بحث نشانی ہے کہ وہ محروم القسمت تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی علامت یہ ہے کہ فوراً رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہتے ہیں کہ اے اللہ! مجھ سے قصور ہوگیا اور اگر مگر لگانا کمینوں کا کام ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی جلد سوم میں فرمایا کہ اگر کی شادی ہوئی مگر سے، بچہ جو پیدا ہوا اس کا نام ہے کاش کہ، اگر مگر والوں کو ہمیشہ کاش کاش کرنا پڑتا ہے، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
پھر اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

اس لیے اگر مگر میں نہ رہو۔ لہٰذا حکیم الامت تھانوی کی یہ نصیحت ہے کہ اللہ کے راستے کو عقل سے طے نہ کرو، عشق کو عقل پر غالب رکھو۔ فرمایا: عقیدت عقل سے تعلق رکھتی ہے اور محبت عقل سے بالاتر ہے اور فرمایا کہ مجھے اہلِ عقیدت کی قدر نہیں ہے اہلِ محبت کی قدر ہے اور عقیدت کی حضرت نے بہت ہی مزاحیہ مثال دی کہ عقیدت کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کا آلۂ تناسل کہ بڑھا تو ایک ہاتھ کا ہوگیا اور غائب ہوا تو بالکل ہی غائب ہوگیا، وجود ہی نہیں رہتا، ایسا غائب ہوتا ہے کہ نشانی بھی نہیں چھوڑتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے تعبیر کرنے کی وجہ

اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ فَنَسِیَ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے، اس پر ایک علمی اشکال ہے کہ جب بھول گئے تھے تو عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ [۳۸] کیوں

۳۸ؐ طٰہٰ:۱۲۱

فرمایا، ان کے نسیان کو عصیان کیوں فرمایا میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا مجھ کو تفسیر پڑھاتے ہوئے بتایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی علوِّ شان کی وجہ سے یہ ان کی بلندیٔ مرتبہ اور رفعِ مرتبت کی دلیل ہے کہ قرآن نے ان کے نسیان کو عصیان فرمایا۔ صاحب کلام اللہ تعالیٰ نے فَنَسِیَ نازل فرماکر بتادیا کہ ان کا نسیان عصیان نہیں تھا، ہم تو خود اعلان فرمارہے ہیں کہ وہ بھول گئے تھے، جب ان کے گندم کھانے کو ہم بھول چوک فرمارہے ہیں تو تم کون ہو ان کو عصیان کا الزام دینے والے۔ میں ان کے نسیان کو عصیان سے اس لیے تعبیر کررہا ہوں کیوں کہ بڑوں کی بھول چوک بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ ان کی بھول چوک کو میں نے عصیان اس لیے قرار دیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ آدم علیہ السلام بڑے عالی مرتبہ تھے اور ہم کو حق ہے کہ ہم اپنے بندے کے نسیان کو عصیان سے تعبیر کریں لیکن تمہیں حق نہیں ہے کہ میرے معصوم پیغمبر کے نسیان کو تم عصیان سے تعبیر کرو۔ اگر تم اس کو عصیان کہو گے تو گدھے اور سور سے بدتر ہوجاؤ گے کیوں کہ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ کی تفسیر دوسری آیت میں فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا سے کرکے ہم نے ان کے عصیان کی خود نفی کردی۔

قُربِ گم شدہ دوبارہ حاصل کرنے کا نسخہ

حضرت علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا نازل ہوئی اس وقت آدم علیہ السلام مقامِ بُعد میں تھے، جنت سے اُتارے گئے تھے، دوری کے مقام پر تھے اس لیے فرمایا:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ[۳۹]

آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ کلمات حاصل کرلیے۔ یہ رب کا بتایا ہوا وظیفہ ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اہلِ عرب تلقّی کا محاورہ اس وقت استعمال کرتے تھے جب کوئی دور سے اور دیر سے آتا تھا اور اس سے ملاقات کرتے تھے اور قرآنِ پاک اہلِ عرب کے

[۳۹] البقرۃ:۳۷

www.khanqah.org

محاورہ پر نازل ہوا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام مقامِ بُعد میں تھے تو ان کے مقامِ بُعد کو مقامِ قُرب سے تبدیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات ان کو عطا فرمائے تھے کہ ہمارا نبی اس کو پڑھ کر اپنے بعد کو قُرب سے تبدیل کرلے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ قیامت تک کے لیے ایک نسخہ عطا فرمادیا کہ اے میرے بندو! اگر تم سے کوئی گناہ ہو جائے اور تم مجھ سے دور ہو جاؤ تو رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا الخ پڑھنا شروع کر دو تو تمہارے مقامِ بُعد کو ہم مقامِ قُرب سے تبدیل کر دیں گے۔ اس کے متعلق خواجہ صاحب کا شعر ہے؎

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کر دیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کر دیا

یاد رکھو! خون کے آنسو بہاؤ تب گناہ معاف ہوں گے۔ آنسو جگر کا خون ہے جو اللہ کے خوف سے پانی ہو گیا، آنسو بہا کر رو کر اللہ سے معافی مانگو جنت سے جو دوری ہوئی تھی خون کے آنسوؤں کی بدولت اللہ نے پھر جنت ہاتھ میں دے دی۔ جو آدمی اللہ کو راضی رکھتا ہے، نافرمانی سے بچتا ہے ایک اعشاریہ بھی حرام لذت کو درآمد، استیراد اور امپورٹ نہیں کرتا اس کو دنیا ہی میں ایک جنت مل جاتی ہے اس لیے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قَالَ الصُّوْفِيَاءُ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ[40]

اللہ سے ڈرنے والوں کو دو جنت ملتی ہیں جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى ایک جنت دنیا ہی میں مِل جاتی ہے، وہ ہاتھ پیر سے دنیا کے کام کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، بیوپار کرتے ہیں مگر دل میں مولیٰ رہتا ہے اور جَنَّةٌ فِي الْعُقْبٰى بِلِقَاءِ الْمَوْلٰى[41] اور ایک جنت آخرت میں ملے گی جہاں اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہوگی۔ یہ صوفیوں کی تفسیر ہے، صوفیا کے نزدیک لقائے مولیٰ جنت سے بھی افضل ہے، اللہ کا دیدار جنت سے افضل نہیں ہے؟ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ صوفیوں کے کلام میں محبت کی چاشنی

---

[40] الرحمٰن: ۴۶

[41] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۸۴ (۲۳۷۶)، باب سعۃ الرحمۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

ہوتی ہے، ان کا علم خشک نہیں ہوتا کیوں کہ وہ اللہ کا نور دل میں محسوس کرتے ہیں، دل میں اللہ کو پاتے ہیں تو دنیا ہی میں ان کی جنت شروع ہوجاتی ہے اور آخرت کی جنت کیا ہے؟ مولیٰ کی ملاقات! صوفیوں کا حوصلہ صرف حوروں تک محدود نہیں ہوتا، ان کی جنت اور آگے ہے، جنت کی بھی جنت وہ ہے جب جنت میں مولیٰ کا دیدار ہوگا اس وقت کسی جنتی کو جنت یاد بھی نہیں آئے گی، جنت کی حوریں بھی یاد نہیں آئیں گی، جنت کی کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی۔ جب جنت کا پیدا کرنے والا نظر آرہا ہے تو جنت کیسے یاد رہے گی۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے، نہ عشق میں دم ہے

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگاہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

جنت کو اپنی نعمتوں پر، اپنی حوروں، شہد کی نہروں پر، شراب کی نہروں پر بہت ناز ہے لیکن جب دیدارِ الٰہی ہوگا تو جنت یاد بھی نہیں آئے گی کہ کہاں ہے جنت، اللہ، اللہ ہے اس کی شان بڑی ہے۔ جو حوروں کو پیدا کر سکتا ہے اس کا حسن بھلا حوروں سے کم ہوگا؟ اس لیے دنیا میں بھی جس کو اللہ مل جاتا ہے وہ سب کا حق تو ادا کرتا ہے مگر دل میں اللہ کے سوا اُس کے کوئی نہیں ہوتا۔ بیوی کا بھی حق ادا کرتا ہے مگر اس کا مقصدِ حیات نہ بیوی ہوتی ہے، نہ بچے، نہ تجارت، نہ کاروبار نہ یہاں کی لذتیں کیوں کہ یہاں کے سب مزے فانی ہیں، اللہ کا مزہ باقی ہے۔

گیا حُسن خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

www.khanqah.org

جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کا راز

اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اللہ والوں کی صحبت کا حکم نہیں دیا، جنت میں بھی اللہ والوں کی ملاقات کا حکم دیا ہے:

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ، وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ [۴۲]

یعنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے میرے خاص بندوں سے ملاقات کرو، جنت پر میں اپنے خاص بندوں کو مقدم کر رہا ہوں کیوں کہ ان کے دل میں، میں ہوں اور میں خالقِ جنت ہوں تو جن کے دل میں خالقِ جنت ہے ان کی ملاقات جنت سے بھی افضل ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی ملاقات کو پہلے بیان فرمایا، جنت کو بعد میں، کیوں کہ جنت مکان ہے، اہل اللہ اس کے مکین ہیں اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ لہٰذا اللہ والے جنت سے افضل ہیں۔ اور فَادْخُلِیْ امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں دو زمانہ ہوتا ہے: حال اور استقبال۔ تو معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صرف ایک دفعہ کی ملاقات پر قناعت نہ کرنا، حال میں بھی ملو اور آیندہ بھی ملتے رہنا۔ یہ نہیں کہ ان سے مل کے جاؤ اور پھر ان کو بھول جاؤ اور ہمیشہ کے لیے حوروں سے لپٹ جاؤ اگرچہ اس پر میرا ایک شعر ہے۔

دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت کی نعمتیں سر آنکھوں پر رکھو مگر اہل اللہ کی ملاقات پہلے کرو، اس وقت بھی اور حوروں کا مزہ لینے کے بعد بھی بار بار اللہ والوں سے ملو، حالاً بھی استقبالاً بھی۔ تمہارا حال اور استقبال اہل اللہ کی ملاقات سے محروم نہ رہے کیوں کہ ان ہی کی بدولت تم جنت میں آئے ہو اس لیے ذریعہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان کیا۔ بغیر اہل اللہ کی صحبت کے گناہ نہیں چھوٹتے اور گناہ نہ چھوٹتے تو جنت میں بھی نہ آتے لہٰذا اہل اللہ کا

---

[۴۲] الفجر: ۲۸-۲۹

www.khanqah.org

ساتھ جنت میں نہ چھوڑنا، جنت کی نعمتوں میں مشغول تو ہونا مگر اللہ والوں کے پاس نعمت دینے والا ہے، داخل ہوتے ہی ان سے ملو اور پھر جنت کی نعمتوں میں مشغول ہونے کے بعد بھی ان کے پاس آتے جاتے رہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی حکمت

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے تھے یعنی تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ پڑھتے تھے۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث پڑھاتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ اختر میاں! نماز کیا کوئی گناہ ہے جس سے آپ استغفار کرتے تھے؟ فرمایا کہ نہیں! آپ استغفار اس لیے فرماتے تھے کہ اے اللہ! آپ کی عظمت کے شایانِ شان جیسی نماز پڑھنی چاہیے ویسا حق مجھ سے ادا نہیں ہوا اور آپ کی غیر محدود عظمت کا حق میری محدود عبدیت ادا کر بھی نہیں سکتی۔ یہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف ہے۔ پھر کس کا منہ ہے جو کہہ سکے کہ مجھ سے عبادت کا حق ادا ہو گیا۔

مجلس بعد عشاء، بوقت ۸ بجے شب بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

محبت کی علامت

مولانا مصطفی کامل سلّمہ ابنِ مولانا ممتاز الحق صاحب جو امریکا سے حضرتِ والا کی صحبت میں کچھ عرصہ رہنے کے لیے آئے ہیں۔ حضرتِ والا کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

بس مرے دل میں تیری محبت رہے
زندگی میری پابندِ سنّت رہے

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ بس مرے دل میں تیری محبت رہے سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میرے دل میں ہمیشہ رہے لیکن محبت کی علامت کیا ہے؟ اتباعِ سنت کی توفیق، جس میں اتباعِ سنت نہیں اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اتباعِ سنت کا لالچی ہو۔ جس کو اتباعِ سنت کی

www.khanqah.org

لالچ نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا لالچی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اگر تم میری محبت چاہتے ہو تو میرے رسول کی محبت کرو۔ میں تو عالمِ غیب میں ہوں، تم مجھے دیکھ نہیں رہے ہو لیکن میرے رسول کو تو تم دیکھ رہے ہو۔ جب میرے رسول کی تمہیں محبت ہوگی تب ہی تو میری محبت ہوگی۔ تم رسول اللہ کے کہنے سے، بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائے ہو تو اس میں کیا تعجب ہے۔ ماں کے کہنے سے باپ پر یقین لاتے ہو، ماں کہہ دیتی ہے کہ یہ تمہارے ابو ہیں تو اس پر یقین آجاتا ہے حالاں کہ ماں جھوٹ بول سکتی ہے، اس کے قول میں کذب کا امکان ہے، جھوٹ بولنے کا احتمال ہے لیکن پھر بھی ماں کی محبت پر اتنا اعتماد ہے کہ تم بغیر دلیل کے باپ کو تسلیم کرلیتے ہو، ماں سے نہیں پوچھتے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ میرا باپ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں دلیل چاہتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں، جھوٹ نہیں بول سکتے، جھوٹ بولنا ان کے لیے محال ہے، نبی معصوم ہوتا ہے، سچا ہوتا ہے۔ پھر مکہ والوں نے چالیس سال تک دیکھا کہ خدا کا رسول بالکل سچ بولتا ہے، امانت میں خیانت نہیں کرتا، مکہ والوں کے دلوں پر اللہ نے اپنے رسول کی صداقت اور امانت کا سکہ بٹھادیا اور ان کی زبان سے کہلوادیا هٰذَا صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے اور امانت دار ہیں اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا رب ہے۔

اتنے میں حضرتِ والا کے ایک ذی عالم خلیفہ تشریف لائے تو حضرتِ والا نے ان سے فرمایا کہ آگے آجایئے اور حاضرین سے فرمایا کہ آپ مولانا کو جانتے ہی ہوں گے کہ کون ہیں؟ یہ میری محبت میں آئے ہیں۔ یہ آکسفورڈ یونی ورسٹی اور دنیا بھر میں تعلیم کے لیے بلائے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے کو فنا کردینا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ جو اللہ کی محبت میں اپنے کو نہیں مٹاتا وہ اللہ کو نہیں پاسکتا۔ اگر اللہ کو پانا ہے تو نفس کو مٹانا ہے، اللہ کو پانے کے لیے نفس کو مٹانا شرط ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یا اللہ! آپ کیسے ملتے ہیں تو فرمایا: دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالْ نفس کو مٹادو اور مجھ کو پاجاؤ۔ نفس فرعون ہے یہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی چاہتا ہے۔

www.khanqah.org

نفس فرعون است ہیں سیرش مکن

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ نفس اپنی خصلت میں فرعون ہے اس کو گناہوں سے سیر مت کرو۔ گناہ کرنے سے اس کی فرعونیت اور بڑھ جائے گی۔ جو لوگ اللہ کو چاہتے ہیں وہ اللہ کے لیے گناہ سے بچیں، اللہ کے لیے گناہ کو چھوڑدیں ورنہ منہ کالا کرنے کی حالت میں موت آجائے گی، اس لیے ہم سب اللہ تعالیٰ سے عہد کریں کہ ہم آج کی تاریخ سے کوئی گناہ نہیں کریں گے، نہ چھوٹا گناہ کریں گے نہ بڑا گناہ کریں گے۔ دیکھو اگر تھوڑا سا زہر ہو تو کیا کھالوگے کہ صاحب! یہ چھوٹا زہر ہے۔ زہر چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اس کو نہیں کھاتے اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے قریب نہ رہو کیوں کہ زہر سے تو ہر ایک کو طبعی نفرت ہے لیکن حسینوں کا زہر چاشنی دار ہے، یہ دیکھنے میں بہت اچھا معلوم ہوتا ہے مگر پیشاب پاخانہ پر اللہ تعالیٰ نے چاندی کا ورق لگایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا امتحان ہے اندر تو پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے لیکن بال اور گال دیکھنے میں چکنے اور حسین معلوم ہوتے ہیں اس لیے ان کو نہ دیکھو، جو حلال کی اللہ نے دے دی اس پر راضی رہو اور اگر بیوی مرگئی تب بھی اللہ پر راضی رہو یا کسی کی شادی ہی نہیں ہوئی جیسے میر صاحب ۶۵ سال کے ہوگئے، مگر ابھی تک کنوارے ہیں مگر اللہ تعالیٰ پر راضی ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو جائے، اللہ تعالیٰ جنت میں شادی کرادیں گے۔ احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ اگر جنت میں حضرتِ والا مل جائیں تو حوروں کی کوئی ضرورت نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اتنی مزے دار ہے کہ جس کو اللہ کی محبت مل گئی وہ حوروں سے بھی مستغنی ہوگیا۔ اللہ کا حکم سمجھ کر جنت پر اور جنت کی نعمتوں پر اور حوروں پر لالچ کرے گا کہ اللہ کی نعمت ہے، انعام ہے لیکن طبعی طور پر حوروں کی بھی اس کو لالچ نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل سن لیجیے۔ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تلاوتِ قرآنِ پاک میں مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں جب حوریں آئیں گی تو کہوں گا: بی حورو! اگر تلاوتِ کلام پاک سننا ہے تو بیٹھو ورنہ اپنا راستہ لو اور ہم لوگ کیا سوچتے ہیں کہ حوریں مل جائیں گی تو ایسا لپٹیں گے اور یوں چماچاٹی کریں گے جیسے کہ میرا ایک شعر ہے؎

دنیا سے مر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

مگر اللہ والوں کی شان بہت بلند ہے، وہ اللہ کا حکم سمجھ کر حوروں سے استفادہ کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ [۴۳] کہ جنت کی نعمتوں کی لالچ کرو، یہ لالچ کرنا اللہ کا حکم ہے لیکن جنت پر اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے فوقیت دی کہ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اسی کے بعد جنت میں داخل ہونا، پہلے میرے عاشقوں سے ملو کیوں کہ میں اپنے عاشقوں کے دل میں ہوں، جس دل میں اللہ ہے اس سے اللہ نے پہلے ملاقات کرائی، عِبٰدِيْ میں یائے تخصیصیہ ہے کہ یہ میرے خاص بندے ہیں جو میرے ہوکے رہے کبھی نفس وشیطان کے نہیں ہوئے اور فَادْخُلِيْ امر ہے جو مضارع سے بنتا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دوزمانہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جنت میں جاتے ہی فی الحال بھی اللہ والوں سے ملاقات کرو اور حوروں سے اور جنت کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے بعد بار بار ان سے ملاقات کرتے رہنا، ان کو بھولنا مت بار بار ان کے پاس آؤ۔ آؤ جاؤ اور حوروں سے لپٹ جاؤ لیکن میرے خاص بندوں کو نہ بھول جاؤ۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ جنت میں بھی اہل اللہ کو فراموش نہیں کرسکتے۔ کیوں کہ مضارع میں دو زمانہ ہونا ضروری ہے، یہ گرامر ہے۔ گرامر کے کیا معنیٰ ہیں کہ آدمی اپنے نفس کو گرادے اور مرجائے۔ اگر گدھا نمک کی کان میں گر جائے اور مرجائے تو نمک بن جاتا ہے۔ جب تک سانس لیتا رہے گا گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ جب مرجائے گا تو نمک کی کان میں نمک بن جائے گا اب اس کو مفتی اعظم اور بڑے بڑے علماء بھی کھائیں گے مگر جب تک سانس لیتا رہے گا تو نمک نہیں بن سکتا اگرچہ اس کے چاروں طرف نمک ہو۔ ایسے ہی جو لوگ نفس کو نہیں مٹاتے وہ اللہ والوں کے ساتھ رہ کر بھی محروم رہتے ہیں۔

خوب غور سے سن لو، خوب غور سے سن لو کہ اللہ کو پانے کا ایک ہی راستہ ہے

---

[۴۳] المطففين:۲۶

www.khanqah.org

کہ گناہوں کو چھوڑدو۔ گناہ اچھی چیز ہے یا خراب چیز؟ (حاضرین نے عرض کیا کہ خراب چیز ہے) تو خراب چیز کو جلد چھوڑنا چاہیے یا دیر سے ؟ (حاضرین نے عرض کیا کہ جلد چھوڑنا چاہیے) لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا کوئی ولی نہیں سوائے وہ بندے جو گناہوں سے بچتے ہیں، گناہ کرنے والا ولی اللہ ہو ہی نہیں سکتا اگر احیاناً کبھی گناہ ہو جائے تو توبہ کرلے۔ توبہ کے دروازے سے اللہ تک پہنچ جائے گا۔ توبہ کا دروازہ اللہ نے اسی لیے کھولا ہے۔ امام غزالی کے استاد علامہ اسفرائینی طواف کررہے تھے اور دعا کررہے تھے کہ یا اللہ مجھے معصوم بنادے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے اسفرائینی! تو تقویٰ کے راستہ سے ولی اللہ بننا چاہتا ہے میں نے تو اپنا ولی بنانے کے دو راستے بنائے ہیں: ایک تقویٰ کا اور دوسرا توبہ کا۔ جو لوگ متقی ہیں وہ تقویٰ کے راستہ سے میرے ولی بن جائیں اور جو لوگ تائب ہیں وہ توبہ کے راستہ سے میرے ولی بن جائیں۔ توبہ کرنے والا بھی اللہ کا ولی ہو جاتا ہے۔ جب اپنے تک پہنچنے کے میں نے دو دروازے بنائے ہیں تو تجھ کو کیا اختیار ہے کہ اپنے لیے ایک دروازہ متعین کرلے کہ تقویٰ کے راستہ ہی سے ولی اللہ بننا چاہتا ہے۔ اگر تقویٰ کے راستہ سے نہیں بن سکتا تو توبہ کے راستہ سے میرا ولی بن جا۔ کیوں کہ سچی توبہ کرنے والا اللہ کا ولی ہو جاتا ہے۔ جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے، کبھی گناہ نہیں کرتا وہ ولی اللہ ہے۔ اسی طرح سچے دل سے اشکبار آنکھوں سے توبہ کرنے والا بھی متقیوں کے درجے میں ہے، وہ بھی اللہ کا ولی ہے۔ دلیل قرآنِ پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ[۴۴] اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بھی محبوب بنالیتا ہے۔ پھر کیا فکر ہے، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو لیکن توبہ کو کھیل مَت بناؤ۔ توبہ ایمر جنسی ہے جب آگ میں جَل جاتا ہے تب مرہم لگاتا ہے، مرہم کو آزمانے کے لیے خود کو آگ میں جلانے والا گدھا اور بے وقوف ہے، توبہ کے بھروسے پر گناہ کرنے والا احمق اور گدھا ہے کیوں کہ توبہ کی توفیق تمہارے بس میں نہیں ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے گناہ کا مرہم اپنی رحمت سے ہمیں دے دیا، اشکبار آنکھوں سے بے قرار

---

[۴۴] البقرۃ:۲۲۲

www.khanqah.org

قلب سے توبہ کرلو۔ یہ نہیں کہ زبان سے یا اللہ! توبہ یا اللہ توبہ کہہ رہا ہے اور عورتوں کو دیکھ بھی رہا ہے کہ کیا بے پردگی کا زمانہ آگیا۔ ایسی توبہ قبول نہیں۔ عورتوں اور لڑکوں کو دیکھنا حرام ہے۔ تو حرام کام کرنے سے غضب نازل ہوگا یا رحمت نازل ہوگی؟ نظر بچاؤ اور نظر بچا کر پھر کہو کہ یا اللہ دل سے توبہ کرتا ہوں، غلطی ہوگئی۔ نظر بچا کر توبہ کرو، حرام نظر ڈالتے ہوئے توبہ قبول نہیں کیوں کہ بدنظری سے لعنت برستی ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۴۵] نظر کرنے والا گناہ گار بھی ہے، اللہ کا نافرمان بھی ہے اور آنکھوں کا زناکار بھی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَی الْعَیْنِ النَّظَرُ[۴۶] زِنَا الْعَیْنِ خبر ہے، خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مقدم کیا، آہ! اس نبی اُمّی کو یہ بلاغت کس نے سکھائی۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

وہ یتیم بچہ کہ جو کسی مکتب اور یونی ورسٹی میں داخل نہیں ہوا لیکن اس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے فصحائے عرب جن کو اپنی فصاحت پہ ناز تھا حیران ہیں اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[۴۷] رحمٰن جس کا معلّم ہو اس کو کسی مکتب میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ کے نبی فرماتے ہیں زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ اس نبی اُمی نے خبر کو مقدم کیا مبتدا کو مؤخر کیا۔ بلاغت کے یہ قواعد آپ کو کہاں سے آگئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مکتب کا منہ نہیں دیکھا۔ علومِ نبوت خود دلیلِ نبوت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کو اس لیے مقدم کیا کہ زنا کا لفظ سنتے ہی امّت چونک جائے کہ ارے ہم کیا کررہے ہیں! آنکھوں کا زنا کررہے ہیں! اگر کسی شریف آدمی کو کہو کہ او آنکھوں کا زناکار تو پسینے چھوٹ جائیں گے۔ اگر توبہ کے بغیر مرا تو قیامت کے دن ان

۴۵؎ کنزالعمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۴۶؎ صحیح البخاری: ۹۲۲/۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظھریۃ

۴۷؎ الرحمٰن: ۱

www.khanqah.org

آنکھوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جائے گا۔ خود محبت کا تقاضا ہے کہ جو لوگ اللہ کی محبت سیکھنا چاہتے ہیں، وہ اللہ کو ناراض نہ کریں نفس کے حرام مزے کے لیے۔ نفس حرام خور ہے، چور ہے، پرانا بدمعاش ہے، اس کی مخالفت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَعۡدٰی عَدُوِّکَ فِیۡ جَنۡبَیۡکَ[۴۸] تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں اور وہ نفس ہے۔ نفس کے ہاتھ میں مت کھیلو کہ جدھر چاہے وہ لے جائے، حرام کام مت کرو، حرام کام کرنے سے ولایت نہیں ملتی۔ جس کو نظر بازی کی عادتِ خبیثہ ہو اس کا علاج یہ ہے کہ پرچہ میں یہ تین جملے لکھ کر جیب میں رکھ لو اور وقتاً فوقتاً اس کو پڑھتے رہو۔

۱) اللہ و رسول کا نافرمان کیوں کہ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِھِمۡ[۴۹] کی مخالفت کر رہا ہے اس لیے اللہ و رسول کا نافرمان ہے ۲) آنکھوں کا زناکار ۳) ملعون۔

نظر بازی کرنے والے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ تین بُرے لقب ملتے ہیں۔ سمجھ لو تہجد پڑھنا آسان اور رات بھر تلاوت کرنا آسان ہے لیکن گناہ سے بچنا مشکل ہے اور بغیر گناہ سے بچے ہوئے ولایت کا خواب بھی نظر نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ جس ذاتِ پاک کو ولی بنانا ہے اس کا اعلان ہے کہ میرے ولی کون ہیں؟ گناہوں سے بچتے ہیں۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا ولی وہ ہے جو تہجد پڑھتا ہے، اشراق پڑھتا ہے، چاشت پڑھتا ہے اور بہت عبادت گزار ہے۔ عبادت کا نام ہی نہیں لیا، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے دنیا والو! خوب غور سے سن لو کہ میرے اولیاء صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں۔ اس لیے خالی فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ پڑھ لو چاہے کوئی نفل اور وظیفہ نہ پڑھو لیکن اللہ سے عہد کر لو کہ ایک گناہ بھی نہیں کرنا ہے اسی وقت اللہ کے ولی بن گئے جس وقت سے یہ ارادہ ہو جائے گا کہ آج سے اللہ کو ناراض نہیں کروں گا، جان دے دوں گا مگر اللہ کو ناراض نہیں کروں گا اسی وقت اللہ کے دوستوں کے رجسٹر میں نام لکھ لیا گیا، جان دے دو مگر اللہ کو ناراض نہ کرو

۴۸؎ روح المعانی: ۱۱/۵۷، سورۃ التوبۃ (۱۲۳)، ذکرہ فی باب الاشارات، المکتبۃ دار احیاء التراث، بیروت

۴۹؎ النور: ۳۰

www.khanqah.org

مگر اللہ جان نہیں لے گا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گناہ سے بچنے میں آدھی جان نکل جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ سو جانیں عطا کرے گا۔

نیم جاں بستاند و صَد جاں دہد

انچہ در وہمت نیاید آں دہد

گناہ سے بچنے کے مجاہدے میں آدھی جان ہو جاتی ہے مگر اللہ سو جان عطا کرتا ہے۔ بتاؤ کتنا فائدہ ہے۔ اللہ کے ساتھ تجارت کرنے میں نفع ہی نفع ہے اس لیے گناہ سے بچنے میں اگر غم ہوتا ہے تو غم کو برداشت کرلو لیکن اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ سو جان عطا کردے گا۔ دیکھو اللہ والوں کو دیکھو اور اللہ والوں کے غلاموں کو دیکھو کہ تقویٰ کی برکت سے کیسے خوش رہتے ہیں اور یہی تقویٰ سکھانے کے لیے خانقاہیں ہیں۔ جو ظالم خانقاہ میں بھی گناہ نہیں چھوڑتا وہ کس قدر محروم ہے۔ خانقاہیں اسی لیے ہیں کہ گناہ چھوڑنے کی مشق کرادی جائے۔ بچہ دو سال کے بعد خود سے دودھ نہیں چھوڑتا بلکہ اس سے دودھ چھڑایا جاتا ہے ورنہ دس سال کا بچہ خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو جھونپڑی میں رہتا تھا اس کی ماں نے آکر کہا کہ میرے دس سالہ بچے نے ابھی تک دودھ نہیں چھوڑا اگر منع کرتی ہوں تو مجھے مارتا ہے۔ کسی حکیم نے اُسے مشورہ دیا کہ چھاتیوں میں نیم کی پتیوں کا لیپ لگالو۔ جب اس نے منہ لگایا تو کہا اماں کا دودھ کڑوا ہو گیا ہے۔ اللہ والے گناہوں کی چھاتیوں پر اللہ کے عذاب اور جہنم کے خوف کے نیم کا اس قدر گہرا لیپ لگادیتے ہیں کہ پھر چاہے جان چلی جائے لیکن اللہ والے گناہ نہیں کرسکتے۔

اللہ والوں کی صحبت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے۔ اگر خود سے گناہ چھوٹ جاتے تو ساری دنیا کے لوگ ولی اللہ ہو جاتے مگر گناہوں کی دلدل سے نہیں نکل پاتے، کوشش کرتے ہیں، عقل سے سمجھتے ہیں کہ حرام کام کررہا ہوں مگر اللہ والوں کی صحبت نہیں پاتے تو گناہ نہیں چھوٹتے چاہے سر کے بال اور داڑھی کے بال سفید ہو جائیں۔ اللہ والوں کی صحبت سے گناہ چھوٹتے ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم کو تقویٰ کا حکم تو دیتا ہوں لیکن تقویٰ میں آسانی کے

تم کو وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ[۵۰] کا حکم بھی دیتا ہوں کہ اللہ کے متقی بندوں کے ساتھ رہ پڑو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جتنا تقویٰ اس اللہ والے کو حاصل ہے آپ کو بھی حاصل ہو جائے گا۔

اللہ پناہ میں رکھے گناہ تو بہت بڑی آفت ہے۔ اگر گناہ کا وسوسہ بھی آئے تو اس کو اچھا نہ سمجھو، وسوسہ سے بھی استغفار کر لو۔ گناہوں کو پسند کرنا یہ فطرتِ خبیثہ کی علامت ہے۔ گناہ سے اللہ کی پناہ مانگو، اتنی پناہ مانگو کہ گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہو جائے اور گناہ میں اور ہم میں مشرق و مغرب کا فاصلہ پیدا ہو جائے حدیثِ پاک کی دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ[۵۱]

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق اور مغرب میں ہے۔

دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی کیا بلاغت ہے۔ کہ جتنا مشرق میں جاؤ مغرب دور ہوتا جائے گا اور جتنا مغرب میں جاؤ مشرق دور ہوتا جائے گا۔ مشرق اور مغرب کا فاصلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں مانگا؟ تاکہ گناہ کرنا محال ہو جائے۔ چوں کہ مشرق اور مغرب کا ملنا محال ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مانگا کہ خطاؤں کو ہمارے لیے محال کر دے، ایسا ایمان دے دیجیے کہ جان دینا آسان ہو جائے، آپ کو ناراض کرنا ناممکن ہو جائے۔ جب زلیخا نے دھمکی دی کہ اگر میرے ساتھ گناہ نہ کرو گے تو تمہیں جیل خانہ میں ڈلوا دوں گی تو حضرت یوسف علیہ السلام کے مقامِ نبوت نے اعلان کیا رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَيْهِ[۵۲] اے میرے رب! قید خانہ مجھے زیادہ عزیز ہے اس بات سے کہ میں گناہ کروں۔ تو یہاں جمع کا صیغہ کیوں ہے جب کہ ایک عورت زلیخا نے بلایا تھا تو قاعدہ سے واحد کا صیغہ نازل ہونا چاہیے تھا۔

---

۵۰ التوبة:۱۱۹

۵۱ صحیح البخاری:۱۰۳/۱(۷۴۹) باب ما یقرأ بعد التکبیر، المکتبة المظہریة

۵۲ یوسف:۳۳

www.khanqah.org

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن میں فرمایا کہ مصر کی عورتوں نے سفارش کی تھی کہ اے یوسف! زلیخا کی خواہش پوری کردو۔ معلوم ہوا کہ گناہ کی سفارش کرنے والے بھی مجرم ہیں اس لیے یَدۡعُوۡنَ نازل کیا۔ بنگلہ دیش کے ایک عالم نے کہا کہ یَدۡعُوۡنَ تو جمع مذکر ہے جب کہ عورت نے بلایا تھا مؤنث کا صیغہ کیوں نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ یہ جمع مذکر تو ہے مگر جمع مؤنث بھی ہے اور میں نے گردان پڑھ دی، یَدۡعُوۡا یَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ تَدۡعُوۡا تَدۡعُوَانِ یَدۡعُوۡنَ بنگلہ دیش میں طلباء علماء حیران رہ گئے کہ اس ملّا کو تو اب تک گردان یاد ہے۔

تو جب زلیخا نے گناہ کی دعوت دی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی جانِ نبوت نے وہاں بیٹھ کر دعا بھی نہیں کی بلکہ وہاں سے فوراً بھاگے۔ اس لیے گناہ سے فوراً بھاگو۔ گناہ سے بھاگنا نبی کی سنت ہے۔ اپنے تقویٰ پر ناز نہ کرو ورنہ بڑے بڑے متقیوں کا منہ شیطان کالا کردیتا ہے۔ گناہ سے اتنا دور بھاگ جاؤ کہ اس کے دائرۂ کشش سے نکل جاؤ پھر اللہ سے رجوع ہو جاؤ، توبہ کرو اور مدد مانگو۔ گناہ کے دائرہ کشش میں نہ رہو ورنہ گناہ پھر کھینچ لے گا۔ بس گناہ سے توبہ کرو اور گناہوں کو زہرِ قاتل سمجھو، جیسے زہر قتل کردیتا ہے ویسے ہی گناہ تمہارے ایمان کو قتل کردے گا۔

اور گناہ سے بچنے کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اللہ اپنا ولی بنالیتا ہے ورنہ ہزاروں تہجد، اشراق، اوابین، نفلوں پر نفلیں، رات بھر تلاوت کا نُور ایک گناہ تباہ کردیتا ہے۔ بس اللہ کو راضی کرو، قیامت کے دن اللہ ہی کام آئے گا، یہ حسین کام نہیں آئیں گے۔ حسین مرد ہو یا عورت کچھ دن میں ان پر بڑھاپا آئے گا یا نہیں؟ کیا یہ ہمیشہ حسین رہیں گے؟ آج سولہ سال کی جو لڑکی پاگل کر رہی ہے یہ بڈھی ہونے کے بعد ایسے ہی پاگل کرے گی؟ اسی طرح اگر لڑکے کا حُسن کسی کو پاگل کر رہا ہے تو جب یہ اَسّی برس کا ہو جائے گا، کمر جُھک جائے گی بارہ نمبر کا چشمہ لگ جائے گا تب کیا کروگے اور کہاں جاؤ گے، جہنم میں جاؤ گے؟ اللہ سے ڈرو جہنم کا پیٹ بھرنے کا سامان نہ کرو، جس کو جوانی میں آج پاگل کی طرح دیکھ رہے ہو لیکن اُسی کے بڑھاپے میں کیا کرتے ہو۔

میر کا معشوق جَب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حُسن سے

خدا کے لیے منہ کالا کرنے والے اعمال سے بچو، بہت بچو، بہت بچو۔ ان سے عزت نہیں ملتی، خود معشوق یا معشوقہ کی نظر میں آدمی ذلیل ہو جاتا ہے چاہے کتنی بڑی داڑھی ہو اور سن کی سی بھی اور سفید بھی ہو۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ بایزید بسطامی کی شکل میں ننگ یزید کہاں سے آگیا۔ گناہوں میں عزت نہیں ہے۔ ذلت ہی ذلت اور پریشانی ہی پریشانی ہے۔

فضائی ماسیاں

ارشاد فرمایا کہ آج کل بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری بیٹی ایئر ہوسٹس ہے۔ حالاں کہ یہ ایئر ہوسٹس کیا ہیں؟ فضائی ماسیاں ہیں۔ گھروں پر کام کرنے والی ماسیاں تو بہت سی پردہ کے ساتھ عزت سے کام کر کے چلی جاتی ہیں لیکن یہ فضائی ماسیاں تو نامحرموں سے جا کر پُوچھتی ہیں سر! آپ ٹھنڈا پئیں گے یا گرم؟ آہ غیر مَردوں کی خدمت کرنے کو عزت سمجھا جارہا ہے اور جو ان کے ساتھ کام کرنے والے مرد ہیں وہ پتلون پہنتے ہیں اور عورتیں چڈی یا نیکر پہنے ٹانگیں کھولے رہتی ہیں۔ یورپ نے کس طریقہ سے مسلمانوں کو برباد کیا ہے۔ بے پردگی اور فحاشی عام کر دی تا کہ گناہ کر کے مسلمان، مسلمان نہ رہے۔

گناہ کی حسرت بھی جُرم ہے

مصطفیٰ کامل صاحب نے جب حضرتِ والا کا یہ شعر پڑھا۔

تیری مرضی پہ ہر آرزو ہو فِدا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت رہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ کو اس طرح چھوڑو کہ دل میں اس کی حسرت بھی نہ رہے، نفرت رہے، گناہ چھوڑ کر لالچ کرنا کہ کاش! شریعت میں اجازت ہوتی تو ہم ضرور یہ گناہ کرتے، یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اللہ سے یہ دعا کرو:

www.khanqah.org

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا
الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ[۵۳]

اے اللہ! ایمان کو میرے دل میں محبوب کر دے اور رچادے اور کفر وفسوق وعصیان یعنی تمام نافرمانیوں کو میرے دل میں ناگوار اور مکروہ فرمادے۔ مکروہ ضد ہے محبوب کی۔ تو گناہوں کی محبوبیت اور گناہوں کی لالچ کہ اگر یہ جائز ہوتا تو بڑا مزہ آتا یہ دلیل ہے کہ ایسے شخص کا ایمان کمزور ہے۔ جب تک گناہوں سے ناگواری نہیں ہے تو سمجھ لو کہ ابھی نفس زندہ ہے اس لیے نفس کو مار ڈالو یعنی اس کی حرام آرزوؤں کو پورا نہ کرو۔ یہی اس کو مارنا ہے لہٰذا نفس کو مارو یہ سب سے بڑا ہمارا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جو فرمادیا مسلمان کو اس پر یقین ہونا چاہیے یا نہیں؟ اگر مسلمان کو نہیں ہوگا تو کیا کافر کو ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جو ایمان لائے گا نیک عمل کرے گا فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً[۵۴] میں اس کو بالطف زندگی دوں گا اور جو نافرمانی میں لُطف تلاش کرتا ہے، اس کے لیے یہ آیت ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا[۵۵]

اور جو میری نافرمانی کرے گا اس کے لیے حیات کا لفظ نازل نہیں فرمایا کیوں کہ اس کی حیات اس قابل نہیں ہے کہ اس کو حیات کہا جائے مَعِیْشَۃً فرمایا یعنی جینا کہ نافرمان اس طرح جی رہے ہیں جیسے جانور جیتا ہے۔ اس کا نام حیات نہیں مَعِیْشَۃً ہے اور مَعِیْشَۃً بھی کیسی ضَنْکًا یعنی تلخ، اس کی زندگی ہمیشہ تلخ ہوگی، زندگی میں کبھی چین کا خواب بھی نہیں دیکھے گا۔ جملہ اسمیہ ہے جو ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی۔ بادشاہوں کے کلام کی یہی شان ہوتی ہے۔ بادشاہ یہ نہیں کہتا کہ میں اُچھل اُچھل کر چور کے جوتے ماروں گا بلکہ کہتا ہے کہ اس کو سزا دی جائے

۵۳؎ المستدرك علی الصحیحین للحاکم: ۱/۶۸۶، (۱۸٦۸)، کتاب الدعاء والتکبیر، دار الکتب العلمیۃ

۵۴؎ الحجرٰت: ۹۷

۵۵؎ طٰہٰ: ۱۲۴

www.khanqah.org

گی۔ اس کو پٹوادیا جائے گا تو وہ اللہ جس کے قبضہ میں سلطنت ہے، جو سلطنت سازی کرتا ہے، وہ ایسا بادشاہ ہے جو سلطان بناتا ہے وہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ-الخ جو میری نافرمانی کرے گا اس کی زندگی تلخ کر دی جائے گی، یہی دلیل ہے کہ یہ بادشاہ کا کلام، احکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا کلام ہے جہاں حیٰوۃً طَیِّبَۃً دینے کا وعدہ کیا وہاں اپنے کو فرمایا فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ ارے ہم دیں گے تم کو حیاتِ طیبہ جو حیات دے سکتا ہے وہ طیبہ بھی دے سکتا ہے۔ پہلے حیات ہے تب طیبہ ہے تو جو حیات دے سکتا ہے وہ طیبہ بھی دے دے گا اگر اس کی فرماں برداری کروگے اور جہاں سزا کا ذکر ہے وہاں یہ نہیں فرمایا کہ میں نافرمانوں کی زندگی تلخ کردوں گا بلکہ فرمایا فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا اُن کی زندگی تلخ کر دی جائے گی۔

بس ساری محنت اسی پر لگادو کہ ایک گناہ بھی نہ ہو اور اگر احیاناً ہو جائے تو آنکھوں سے خونِ دل اور خونِ جگر برسادو، توبہ کرکے اللہ سے معافی مانگ لو۔ بس اس زمانے میں حُسن پرستی اور بد نظری سب سے بڑا حجاب ہے، بس آنکھ اور دل بچاؤ اللہ کو پاجاؤ گے اور اتنا مزہ آئے گا کہ بادشاہوں کو بھی اس مزہ کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے برعکس اگر نافرمانی میں چین تلاش کیا تو چین کا خواب بھی نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی زندگی تلخ ہوگی۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ کسی نافرمان کو میں نے چین سے نہیں پایا، دوستو! یقین کرلو دنیا میں کہیں چین نہیں پاؤ گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم دنیا میں کہیں چین نہیں پاؤ گے سوائے اللہ کی رحمت کی گود میں۔

آخر میں جب حضرتِ والا کی غزل کا مقطع پڑھا گیا۔

روز و شب قلبِ اختر کی ہے یہ دعا
میرے مولیٰ مری استقامت رہے

تو فرمایا کہ استقامت کا امتحان کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ اس کو استقامت حاصل ہے؟ استقامت کا امتحان جب ہے کہ جب سامنے کوئی خوش قامت ہو ؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے

www.khanqah.org

اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

میرا ہی شعر ہے۔ پہلے مصرعہ میں اس کی قامت کی کتنی تعریف کردی تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ ملّا واقف ہی نہیں ہے اور دوسرا مصرعہ انٹی بائیوٹک ہے جس کی شامت اور بدبختی اس کو گھیر لے وہی اس کو دیکھے گا، عورتوں کو دیکھنے والا کمینہ ہے۔ استقامت کا امتحان یہ ہے کہ جب کوئی خوش قامت سامنے ہو اور اس کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھے تو سمجھ لو اس کو استقامت حاصل ہے۔

اہلِ دین اور بد دین کا فرق

احقر کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ میرے جو اشعار آج پڑھے گئے تو ایک مفتی صاحب نے کہا کہ پڑھنے والے صاحب نے اشعار پڑھے وہ کسی گانے کی طرز پر ہیں۔ میں نے ان سے مولانا رومی کا یہ شعر پڑھ دیا ؎

ہر چہ گیرد علّتی علّت شود
کُفر گیرد ملّتی ملّت شود

علّتی یعنی علت والا مریض اگر ہاتھ میں صحیح چیز بھی لے لے تو اس کے ہاتھ میں پہنچ کر وہ صحیح چیز بھی علت اور مرض ہو جائے گی اور ملتی کفر کو ہاتھ میں لے لے تو کفر بھی دین بن جاتا ہے۔ پس اگر کوئی بد دین قرآن و حدیث پڑھائے تو پڑھنے والوں میں بد دینی آئے گی اور کوئی اللہ والا بنیادی تعلیم بھی پڑھائے تو دین آئے گا۔

مورخہ ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۶؍مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات، بوقت ۱۱ بجے صبح

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، بمقام اسٹینگر

عاملین کا فتنہ اور اس کا رَد

ارشاد فرمایا کہ فلاں صاحب ایک عامل کو لائے اور مجھ پر زور ڈالا کہ بس آپ ان کو دکھلا دیجیے۔ بتادیں گے کہ آپ کو کیا ہے (یعنی مرض ہے، جن ہے یا جادو ہے) میں نے کہا کہ میں نہیں دکھلاتا۔ ان عاملین کے چکر میں ہرگز نہیں پڑنا چاہیے۔

www.khanqah.org

ہمیں تو جان دینا قبول ہے مگر ان کے چکروں میں پڑنا قبول نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگ عاملین کے چکر میں آئے ہوں۔ جاہل لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہوئے ہیں۔ جب کوئی پریشانی آئے، مرض ہو ہمیں تو سنت کا طریقہ محبوب ہے کہ دو نفل پڑھ کر اللہ سے اپنا غم کہہ دو اور بے فکر ہو جاؤ۔ حدیثِ پاک ہے **اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ**[۵۶] جب کوئی پریشانی آتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف دوڑتے تھے۔

دعا سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کبھی میں نے جھاڑ پھونک کو اہمیت دی تو جنوں نے کبھی میری گھڑی توڑ دی کبھی کوئی اور چیز توڑ دی۔ تو فرمایا کہ ان عملیات کے چکروں میں پڑنا ہی نہیں چاہیے۔ میزبان کے نواسے نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں اس عامل کو دکھاؤں۔ میں نے کہا: ہرگز مت دکھاؤ۔ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں عاملین کا وجود نہیں تھا، جو چیز خیر القرون میں نہیں تھی، یعنی نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تھی، نہ تابعین کے زمانے میں تو اب ۱۴ سو برس کے بعد ان عاملین نے کھانے پینے کا چکر بنا رکھا ہے فائدہ ہونا کوئی کمال نہیں، فائدہ تو چھو چھکڑ سے ہو ہی جاتا ہے نفسیاتی طور پر۔ آپ کچھ نہ پڑھیے چپکے سے ابے اُلو گدھے کمینہ کہہ کر دم کر دیجیے وہ کہے گا: میرے سر کا درد اچھا ہو گیا۔

اب یہ جو عامل آیا تھا مفتی حسین نے بتایا کہ اپنی جھاڑ پھونک میں جے پال جو گی کا نام لیتا ہے۔ بتائیے ہندوانہ نام سے برکت ہو گی؟ یہ خود غیر اللہ ہے اور غیر اللہ سے استمداد ہے اور غیر اللہ سے استمداد حرام ہے بلکہ شرک ہے۔ اللہ کا نام لو۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام **قہّار** ہے جس کے معنیٰ ہیں **اَلَّذِیْ یَکُوْنُ کُلُّ شَیْءٍ مُسَخَّرًا تَحْتَ قَدْرِهٖ وَقَضَاءِهٖ وَقُدْرَتِهٖ**[۵۷] قہار وہ ذات ہے کہ ہر چیز جس کی قضا و قدرت کے تحت ہے۔

---

[۵۶] مرقاۃ المفاتیح: ۵۳۱/۳، (۱۴۸۲)، باب صلوٰۃ الخسوف، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۵۷] روح المعانی: ۲۱۴/۱۲، یوسف (۳۹)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

اس میں شیاطین اور جنات اور جادو سب آگیا کیوں کہ سب اس کی قدرت کے تحت ہیں۔ لہٰذا اس نام کو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ کر دعا کرو کہ اے اللہ! آپ کا نام لیا جس کے معنیٰ ہیں کہ ہر چیز آپ کی قدرت کے تحت ہے۔ اس نام کے صدقے میں مجھ پر اگر جن، جادو یا بیماری جو کچھ بھی ہے اس کو بھگا دیجیے۔ مخلوق کے تمام شر سے حفاظت کے لیے تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس روزانہ صبح و شام پڑھا کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ موت قبول کرلو، اپنے اللہ سے مل جاؤ مگر ان نالائق عاملین سے علاج نہ کراؤ، جو جے پال سنگھ کو پکار کر ایمان خراب کرتے ہیں۔ ہم اللہ پر جان دے سکتے ہیں مگر عاملین کے ہاتھوں ایمان دے کر حیات نہیں چاہتے۔ جب اللہ کے پاس جانے کا مقررہ وقت آجائے گا تو کیا کوئی عامل روک سکتا ہے؟ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں لیکن جے پال جوگی کا نام لینا غیر اللہ کو پکارنا ہے اور ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ میں اللہ کے نام **القہار** کا اللہ کی رحمت کو واسطہ دیتا ہوں کہ یا اللہ! اپنے نام **القہار** کی برکت سے ہمیں ہر مصیبت سے نجات عطا فرمائیے اور اپنی حفاظت نصیب فرمائیے۔ کوئی شئ نہیں جو اللہ کی قدرت سے خارج ہو تو ہم کیوں غیر اللہ کی خوشامد کریں۔ کسی حدیث میں دکھا دو کہ جب کوئی نہ اچھا ہو تو اس کو عاملین کو دکھاؤ؟ ہے کسی حدیث میں؟ عاملین کے دماغ ہم لوگوں نے خراب کیے ہیں ان کی خوشامد کرکے۔ اکثر عاملین نے عملیات کو دھندا بنا رکھا ہے اور یہ تو طے ہے کہ عاملین صاحبِ نسبت نہیں ہوتے۔ یہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عاملین کی نسبتِ باطنی فوت ہوجاتی ہے کیوں کہ ان کی نظر اللہ سے ہٹ جاتی ہے اور عملیات پر ہوجاتی ہے۔

محبت کی لُغت

ارشاد فرمایا کہ محبت کی لغت ہی ایسی ہے جو متقاضی وَصل ہے اگر دونوں ہونٹوں میں جدائی کردو تو محبت کا لفظ ادا نہیں ہوسکتا۔ محبت ایسی چیز ہے کہ جب دل میں آجاتی ہے تو محبوب سے جدا ہونا گوارا نہیں کرتی۔ انگریزی میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو محبت کی صحیح تعبیر کرسکے۔ (Love) کہیے تو دونوں ہونٹ الگ رہتے ہیں اور محبت

کہو تو دونوں ہونٹوں سے ملنا ضروری ہے، بغیر دونوں ہونٹ ملے محبت کا لفظ نہیں نکل سکتا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ محبت کا لفظ ہی ایسا ہے کہ دونوں ہونٹ ملے بغیر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ محبت جب ہو جاتی ہے تو جدائی گوارا ہونا ناممکن ہے۔ اگر کسی مجبوری سے کہیں جانا پڑے تو دل میں ضرور اس کی یاد رہے گی۔ مثلاً شیخ سے محبت ہوگئی تو اگر کہیں جائے گا بھی تو شیخ کی یاد دل میں رہے گی جو محبت اللہ کے لیے ہو وہ اللہ ہی کی محبت ہے۔ جس کے دل میں اللہ کی محبت آگئی وہ اللہ سے جدائی گوارا نہیں کر سکتا، گناہ کر کے اللہ سے دور نہیں ہو سکتا اور اگر کبھی گناہ ہو گیا تو پھر رو کر توبہ کر کے اللہ کے قریب ہو جائے گا۔

مورخہ ۱۷؍ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۷؍مئی ۲۰۰۴؁ء بروز جمعہ، بوقت دس، بجے صبح

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

رات اعلان کیا گیا تھا کہ آج جمعہ کی وجہ سے صبح کی مجلس نہیں ہوگی۔ مگر حضرتِ والا صبح دس بجے قریب ہال میں تشریف لائے، چند احباب موجود تھے۔ اس وقت مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا اور برطانیہ کے نومسلم محمد متین صاحب جو آزاد ول میں پڑھتے ہیں اور حضرتِ والا کی صحبت میں رہنے کے لیے ساتھ آئے ہیں ان کے لیے حضرتِ والا نے مولانا نذیر منشی صاحب سے انگریزی میں ترجمہ کے لیے فرمایا۔ حضرتِ والا کے ہر ملفوظ کے بعد ترجمہ محمد متین صاحب کو سنایا گیا۔

مجاز و حقیقت کا فرق

ارشاد فرمایا کہ جب عورت کے بچہ ہو رہا ہو، رحم سے نکل رہا ہو، آدھا اندر ہو آدھا باہر ہو اور نرسیں استحاضہ کا خون بالٹی بھر بھر کے لے جارہی ہوں اس وقت ایک لاکھ رین دیا جائے کہ اس وقت تم صحبت کرلو تو کوئی صحبت نہیں کر سکتا اور مزاحاً فرمایا اگر بالفرض صحبت کرے گا تو اس کو ایسا لگے گا کہ (The Bird Fell in the well) جیسے چڑیا کنویں میں گر گئی لہٰذا ایسی چیزوں سے دل نہیں لگانا چاہیے، دل بس اللہ سے لگانا

چاہیے، وہ باقی ہے اور کافی ہے بندہ کے لیے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ**[۵۸] اس کی شان ہر وقت نئی ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں یوم کے معنیٰ دن کے نہیں ہیں بلکہ وقت کے ہیں۔ **اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَفِی کُلِّ لَحْظَةٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ وَفِی کُلِّ لَمْحَةٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ هُوَ فِی شَأْنٍ**[۵۹]

ہر وقت، ہر لحظہ، ہر لمحہ اس کی نئی شان ہے اور دنیاوی معشوقوں کا یہ حال ہے کہ بیوی جب ستر برس کی ہوجائے گی تو اس کی چھاتیاں ایک ایک فٹ لٹک جائیں گی، گال پچک جائیں گے، منہ میں دانت نہ رہیں گے، بڑھی عورت کے گال کا کوئی بوسہ لینا چاہے تو پہلے ہونٹوں سے پچکے ہوئے گالوں کو اٹھانا پڑے گا پھر بوسہ لے سکتا ہے۔ کیا فانی چیزیں ہیں! ان چیزوں سے دل نہ لگاؤ، بیوی اللہ کی نعمت ہے، حق ادا کرو لیکن دنیا دل لگانے کے قابل نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ہمیشہ تروتازہ رکھتے۔ اگر اللہ تعالیٰ دنیا کو دل لگانے کے لیے بناتے تو اللہ تعالیٰ بڑھاپا پیدا ہی نہیں کرتے، کوئی بڈھا نہ ہوتا، ہر شخص جوان رہتا۔ جوانی کا بڑھاپے سے تبدیل ہوجانا، حسن کا زائل ہوجانا خود دلیل ہے کہ دنیا دل لگانے کے لیے نہیں۔ اپنی بیویاں مستثنیٰ ہیں، ان کی بڑھاپے میں اور زیادہ محبت اور خدمت کرو۔

سنتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بخار آیا تو آپ ہائے ہائے کررہے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ آپ اتنے بڑے بہادر صحابی ہیں اور بخار میں ہائے ہائے کررہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخار اسی لیے دیا ہے کہ میری ہائے ہائے سُنیں، میری پہلوانی دیکھنے کے لیے مجھ کو بخار نہیں دیا کہ میں بہادر بن جاؤں اور کہوں کہ یا اللہ! مجھے اور بخار دے دو میں پہلوان ہوں میں ہائے ہائے نہیں کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری میں ہائے ہائے کرنا بندگی کا تقاضا ہے اور سنتِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

۵۸؎ الرحمٰن:۲۹

۵۹؎ روح المعانی:۲۷/۱۱۰،الرحمٰن(۲۹)،دار إحياء التراث، بيروت

www.khanqah.org

عزیمت اور رخصت

حضرتِ والا نے جمعہ کا وقت دریافت فرمایا، عرض کیا گیا کہ حضرتِ والا کو عذر بھی ہے اور سفر بھی ہے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنا عزیمت کو محبوب رکھتا ہے اتنا ہی رخصت کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار اور مسافر پر جمعہ فرض نہیں کیا اور میں مسافر بھی ہوں اور بیمار بھی ہوں تو میں کیوں نہ اللہ کی رحمت سے فائدہ اٹھاؤں۔ مجھ پر جمعہ فرض نہیں ہے اس لیے ظہر کی نماز یہیں پڑھوں گا۔ جب معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو عزیمت بھی محبوب ہے اور رخصت بھی محبوب ہے تو کیا وجہ ہے کہ عزیمت کو ہی محبوب رکھوں رخصت کو محبوب نہ رکھوں۔ جب ان کو رخصت بھی محبوب ہے تو میں بھی اس کو محبوب رکھتا ہوں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے میں عجب وکبر کا خطرہ ہے کہ میں بڑا بہادر ہوں، بڑا نیک ہوں، بیماری میں بھی مسجد جارہا ہوں، خطرہ ہے کہ اس سے دل میں بڑائی آجائے اور رخصت پر عمل کرنے پر قلب ٹوٹا رہتا ہے کہ ہم سے تو کچھ ہوتا نہیں، ہم کسی قابل نہیں لٰہذا رخصت پر عمل کرو تاکہ دل میں عاجزی رہے اور ہماری عاجزی پر اللہ کو رحم آئے۔

شب ۱۹؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق ۸؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ، بعد مغرب

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

آج قبیل مغرب مولانا عبد الحمید صاحب آزادول سے اسٹینگر پہنچے۔ مغرب کے بعد حضرتِ والا کے کمرے میں مولانا موصوف اور مولانا یونس پٹیل صاحب اور دوسرے احباب جمع ہو گئے۔ کمرہ اور برآمدہ احباب سے بھر گیا۔

تصوّف کی ابتدا اور انتہا

ارشاد فرمایا کہ غفلت کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل

www.khanqah.org

ہونا دو قسم کا ہے: ۱) غفلتِ تامہ ۲) غفلتِ ناقصہ

جب کوئی گناہ کرتا ہے تو غفلتِ تامہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ گناہ بغیر غفلتِ تامہ کے نہیں ہو سکتا۔ جب حق تعالیٰ کی یاد آدمی کو بالکل نہیں رہتی تب گناہ کرتا ہے اور غفلتِ ناقصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ذھول ہو جائے، اللہ یاد نہ رہے، غرق فی الدنیا ہو جائے اور اللہ کی یاد کا کیا طریقہ ہے؟ اس زمانے میں زبان سے ہر وقت ذکر کرنا اپنے کو پاگل بنانا ہے، جو ہر وقت زبان چلاتے رہتے ہیں ان کے دماغ میں خشکی بڑھ جاتی ہے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جب آدمی ہر وقت ذکر کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان کے پاخانے اونٹ کی مینگنیوں کی طرح خشک ہوتے تھے اور اب دست اور لیکوئڈ (Liquid) ہوتے ہیں تو اس زمانے پر اس زمانے کو کیسے قیاس کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اب ہر وقت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اوقات مقرر کر لیں، چوبیس گھنٹے زبان کو مت چلاؤ ورنہ دماغ خراب ہو جائے گا۔

مولانا یونس پٹیل صاحب نے پوچھا کہ ذھول میں معصیت ضروری نہیں؟ فرمایا کہ صرف ذھول ہوتا ہے یہی غفلتِ ناقصہ ہے۔ جب غفلتِ تامہ ہوتی ہے تب گناہ کرتا ہے، بدنگاہی کرتا ہے یا بد فعلی کرتا ہے۔ غرض ہر گناہ میں غفلتِ تامہ ہوتی ہے اور غفلتِ ناقصہ میں آدمی کو ذھول ہو جاتا ہے، یہ احساس نہیں رہتا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، بندہ اللہ تعالیٰ کو ایک طرح سے بھول جاتا ہے، اس حالت میں گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ گناہ غفلتِ تامہ میں ہوتا ہے جب بندہ اللہ سے بالکل غافل ہوتا ہے اور غفلتِ تامہ بھی نہ ہو، غفلتِ ناقصہ بھی نہ ہو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رہے یہی کمالِ بندگی ہے اور یہی مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہر وقت بندگی کے دائرہ میں رہے، کسی وقت دائرۂ بندگی سے نہ نکلے، اتنا خیال رہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں جیسے اتنا خیال رہے کہ میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں، ابا کا اتنا ہی خیال فرض ہے کہ میں اپنے ابا کا بیٹا ہوں ایسے ہی رب کا اتنا خیال فرض ہے کہ میں اپنے رب کا بندہ ہوں۔ جب تک انسان غفلتِ تامہ اور ناقصہ دونوں سے نجات نہیں پائے گا اس کا شمار اولیائے صدیقین میں نہیں ہوگا۔ مرے گا تو ناقص ایمان لے کے جائے گا۔ ایمان کامل تب ہوتا ہے کہ جب نہ غفلتِ تامہ ہو نہ غفلتِ ناقصہ ہو، ہر وقت یہ خیال رہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ بس خیال رہنا کافی ہے۔

www.khanqah.org

زبان سے ذکر کرنا ضروری نہیں بلکہ اس زمانے میں جو زبان سے ہر وقت ذکر کرے گا پاگل ہو جائے گا، دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی لیکن ہر وقت یہ احساس رہنا فرض ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جب یہ احساس رہے گا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو گناہ کیسے کرسکتا ہے۔ اس طرح گناہ سے بھی محفوظ رہے گا اور ہر وقت اللہ کا دھیان بھی رہے گا۔

بس پورا دین اس میں آگیا، مبتدی، متوسط، منتہی، ناقصین، کاملین سب اس میں آگئے، یہ صوفیا کا انتہائی درجہ بھی ہے اور ابتدائی درجہ بھی ہے، تصوف کی ابتدا بھی ہے اور اسی میں انتہا بھی ہے۔ اس کے آگے کوئی درجہ نہیں ہے کہ ہر وقت انسان کو یہ احساس رہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

مورخہ ۱۹؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۹؍مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار، بوقت ۱۱ بجے دن

مجلس بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

شکستِ توبہ کا علاج

پروفیسر سید سلمان ندوی حضرتِ والا کے ارشاد پر اپنے والد صاحب علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنا رہے تھے۔ حضرتِ والا نے اسی دوران ایک شعر کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ جس کی توبہ بار بار ٹوٹ جاتی ہو، جلد جلد گناہوں سے منہ کالا کرلیتا ہو اس کا علاج یہی ہے کہ وہ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت میں رہے اور ایک معتدبہ مدت تک رہے ان شاء اللہ! پھر اس کو ایسی توبہ نصیب ہو جائے گی جو نہ ٹوٹے۔

مصیبت کی حکمت

کل کار کا ایک معمولی سا حادثہ ہوگیا تھا، جس میں بعض احباب کے ہلکی سی چوٹیں آئیں تھیں آج وہ لوگ آئے تو ان کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ کسی بندہ کا مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت اونچا لکھا رہتا ہے لیکن وہ اپنے عمل سے اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو کوئی مصیبت دے دیتے ہیں اس

کے جسم میں یا اولاد میں اور پھر اس کو صبر کی طاقت بھی دیتے ہیں **ثُمَّ صَبَرَهٗ عَلٰی ذَالِكَ** اس مصیبت پر برداشت کی طاقت بھی دے دیتے ہیں ایسے ہی نہیں چھوڑ دیتے کہ جاؤ مرو، بلکہ صبر کی طاقت بھی دیتے ہیں۔

درد از یار است و درماں نیز ہم

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

درد بھی دوست کی طرف سے ہے اور درماں بھی دوست کی طرف سے ہے، ایسے مالک پر جان و دل قربان کرنا چاہیے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ امتحان بھی لیا اور پاس بھی کر دیا اور درجہ بھی بلند کر دیا۔ اتنا عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ بعض بندوں کو اللہ تعالیٰ مصیبت دے کر اس مقام پر پہنچا دیتے ہیں جہاں وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جو زخمی ہیں سب کو مکمل صحت عطا فرمادے اور ہم سب کو ایکسیڈنٹ سے بچائے اور سب کو محفوظ و مامون فرمائے اور سب کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرمادے جسمانی بھی اور روحانی بھی کیوں کہ جسم کی صحت کے لیے روح کی صحت لازم نہیں۔ کبھی جسم صحت مند ہوتا ہے مگر روح بیمار ہوتی ہے اور گناہوں کا ذوق رہتا ہے۔ اسّی برس کا بڈھا بھی ہو جائے گا تب بھی کہتا ہے کہ اگر کچھ نہ کر سکوں گا تو لپٹا چپٹا کر بوسہ زنی کروں گا چاہے گالیاں بھی ملیں۔ گال کے لیے گالیاں برداشت کروں گا۔ اس لیے نفس پر کسی عمر میں اعتبار نہ کرو کہ میرے بال سفید ہو گئے، اب اسے شرم آئے گی نفس میں شرم کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، نفس اپنی فطرت سے بے شرم واقع ہوا ہے۔ یہ تو اللہ والوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ روحانیت کو غالب کر دیتا ہے اس لیے شرم وحیا آجاتی ہے مگر شرم وحیا نفس کی ذاتی خصوصیت نہیں ہے۔ نفس **مِنْ حَیْثُ هِیَ هِیَ اَمّٰارَةٌ بِالسُّوْءِ** ہے مگر جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو جائے اور رحمت کا سایہ اُسی پر ہوتا ہے جو لعنت کے سائے سے بچتا ہے **لَعَنَ اللّٰهُ النّٰاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ**[٦٠] بد نظری سے لعنت برستی ہے لعنت سے پھر رحمت کا سایہ ہٹ جاتا ہے پھر نفس زنا اور

---

[٦٠] کنز العمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

لواطت میں مبتلا ہو جاتا ہے لٰہذا بڈھے سے بڈھے کو بھی بے فکر نہیں ہونا چاہیے **اَللّٰھُمَّ وَاقِیَۃً کَوَاقِیَۃِ الْوَلِیْدِ**[۶۱] اے اللہ! جیسے ماں چھوٹے بچے کی حفاظت کرتی ہے ایسے آپ میری حفاظت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کہ مجنوں اگر لیلیٰ کا بڑھاپا دیکھ لیتا کہ ستر برس کی بڈھی ہو گئی تو عشق سے توبہ کر لیتا۔

عشقِ مجاز کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ عشق کا حاصل گُو مُوت ہے۔ مان لو اگر امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ حسینوں کو ایسا بناتا کہ آگے سے عرقِ گلاب نکلتا اور پیچھے سے زعفران تو جتنے فقیر ہیں سب پیالہ لے کر کھڑے رہتے کہ لیلیٰ! ذرا زعفران ہگو ہمارے بچے بھوکے مر رہے ہیں، گھر میں آٹا نہیں ہے تاکہ ہم اسے بیچ کر بچوں کا پیٹ پالیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارا پرچہ آسان کر دیا اور حسینوں کے مراکزِ عیش کو گُو اور مُوت کے ساتھ ملا دیا۔

عاشقانِ خدا کی معیت نعمتِ عظمیٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ میں نے دعا کی تھی۔

مجھ کو خلوت میں بھی یاد تیری رہے
اے خدا عاشقوں کا نظارہ بھی دے

میری دعا کی قبولیت کے آثار ہیں کہ جہاں جاتا ہوں وہاں عاشقوں کا نظارہ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی جماعت اگر نہ ملے تو میں گھبرا جاتا ہوں۔ اب مرنا جینا اسی میں ہے کہ عاشقوں کا نظارہ بھی ہو تب آہ کرنے میں مزہ آتا ہے۔ اللہ کے عُشاق نہ ہوں تو آہ کس کے سامنے کرے؟ بھینس کے سامنے! آہ و نالہ کرنے کا لطف بھی اللہ کے عاشقوں میں ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے جنگل میں پیدا نہیں کیا **مَنْ سَکَنَ الْبَادِیَۃَ جَفَا**[۶۲]

---

۶۱ مجمعُ الزوائد:۱۰/۲۹۰-۲۹۱(۱۷۴۱۹)باب الادعیۃ المأثورۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دارالفکر/مسند ابی یعلیٰ:۹/۳۹۶(۵۵۲۷)

۶۲ جامع الترمذی:۲/۵۱،ابواب الفتن،ایچ ایم سعید

جس نے جنگل کی زندگی اختیار کی اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ حدیث ہے، **بادیہ** معنیٰ دیہات کے ہیں۔ دیہات میں رہنے والا جمعہ سے محروم، علماء و صوفیا سے محروم۔ گاؤں میں بڑے بڑے علماء کہاں رہتے ہیں، ہل جوتنے والے رہتے ہیں۔ شہری زندگی دیہات کی زندگی سے افضل ہے۔ میں نے تفاسیر میں دیکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ ہوگئے تو اپنے بھائیوں کو بلایا اور تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہری زندگی کو نعمت قرار دیا ہے کیوں کہ شہر میں ہر قسم کی سہولتیں ہوتی ہیں، دیہاتی زندگی بہت گھٹیا ہے، شہروں میں رہنے سے بڑے بڑے علماء، صوفیا اور اولیاء اللہ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے عاشقوں کا مجمع ملتا ہے چاہے بنگلہ دیش جاؤں چاہے برطانیہ اور امریکا جاؤں یا جنوبی افریقہ جاؤں اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا نظارہ نظر آتا ہے جس سے میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کرتا ہوں۔ غارِ حرا کی خلوت بہت مبارک ہے اور بزرگوں کو بھی ابتداءً خلوت محبوب کردی جاتی ہے لیکن نبوت عطا ہونے کے بعد پھر آپ غارِ حرا کی خلوت میں نہیں گئے۔ پھر آپ نے انسانوں کو تلاش کیا تاکہ نبوت کا فیض پہنچائیں۔ ہم بھی ابتدائی زمانے میں پھولپور میں رہے، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے کراچی میں رکھ دیا ہے جو بین الاقوامی شہر ہے، جہاں دنیا کے ہر شہر کے آدمی آتے ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کا موقع ملتا ہے اور آہ و نالوں کا۔ اور اگر آہ و نالہ نہیں ہے اور اس کا دل درد بھرا نہیں ہے تو صرف زبان ہے، دل زبان کے ساتھ نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ زبان تب اثر کرتی ہے جب دل بھی ساتھ ہو۔ میرا شعر لندن میں ہوا تھا؎

اس طرح دردِ دل بھی تھا میرے بیاں کے ساتھ
جیسے کہ میرا دل بھی تھا میری زباں کے ساتھ

اور دوسرا شعر ہے جس کو چاہے لوگ اپنے منہ میاں مٹھو کہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حقیقت بھی یہی ہے؎

اس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زباں چوس رہی ہے

www.khanqah.org

یعنی جب منہ میں مٹھاس زیادہ ہوتی ہے تو آدمی زبان کو چُوستا ہے اور لائن کلیئر کرتا ہے کہ دوسری مٹھائی کھاسکے۔

مورخہ ۲۱؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۱؍مئی ۲۰۰۴ء بروز منگل، بوقت ۶ بجے، بعد نماز فجر

مجلس بَر مکان یوسف ڈیسائی صاحب

بہت سے احباب جو حضرتِ والا کے ساتھ آئے ہیں اور جو دوسرے شہروں سے حضرتِ والا کے ساتھ رہنے کے لیے آئے ہوئے ہیں فجر کی نماز کے بعد حضرتِ والا کے کمرے میں جمع ہوگئے دورانِ گفتگو فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کے عظیم الشان علوم حضرتِ والا نے بیان فرمائے جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

ارشادفرمایاکہ جنت کی روح فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے صالحین متقین بندوں میں داخل ہوجاؤ۔ انسان کی فطرت ہے کہ انسان کو انسان میں مزہ آتا ہے۔ اگر اسی کمرہ میں ایک آدمی اکیلا ڈال دیجیے اور چاہے پھر کتنا ہی کیلا کھلایئے اس کو گھبراہٹ اور وحشت ہوگی، دن کٹنے مشکل ہوجائیں گے۔ نیک بندے اگر مل جائیں تو دنیا ہی میں جنت کا مزہ ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخلہ سے پہلے فرمایا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے خاص بندوں میں داخل ہوجاؤ۔ یہ جنت کی نعمت ہے لیکن دنیا میں بھی جس کو نیک بندے مل جائیں اس کو جنت کا مزہ اللہ تعالیٰ یہیں بھیج دیتے ہیں اگر جنت میں کھانے پینے کو سب مل جائے لیکن انسان اکیلا رہے تو گھبرا جائے گا جیسے دنیا ہی میں اگر کسی مکان میں کھانے پینے کو سب چیزیں ہوں اور کوئی نہ ہو، آدمی اکیلا ہو تو اس کو گھبراہٹ ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کو مقدم فرمایا کہ پہلے میرے خاص بندوں میں بیٹھو وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ[۶۳] جنت کو بعد میں بیان فرمایا، سمجھ لو اللہ کے نیک بندوں میں بیٹھنا جنت کی نعمت ہے۔ اور جنت سے افضل ہے۔

---

[۶۳] الفجر: ۲۹-۳۰

www.khanqah.org

اور فَادۡخُلِیۡ بِعِبٰدِیۡ نہیں فرمایا کہ میرے بندوں کے پاس جاؤ بلکہ فرمایا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ یعنی سر سے پیر تک دل اور جان اور جسم سب لے جاؤ۔ دخول کی دو قسمیں ہیں: دخولِ تام اور دخولِ ناقص۔ تام یہ ہے کہ جسم دل اور جان سب داخل ہو جائے اور ناقص یہ ہے کہ جسم داخل ہو اور دل کہیں اور ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس اندازِ بیان پر قربان ہو جائیں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ فرمایا چوں کہ ظرف مظروف کو بالکل گھیر لیتا ہے۔ اللہ والوں کے ظرف میں تمہارے قلب اور جسم و جاں کا مظروف بالکل سما جائے۔

اس کے بعد وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ہے جنت کی نعمت خالص ہے، وہاں کوئی الم اور رنج و غم نہیں ہو گا، جنت خالص راحت ہو گی تو خالص راحت میں پہلی راحت اللہ تعالیٰ نے یہی بیان کی کہ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ، تم کو بہت آرام ملے گا کیوں کہ ان کے پاس آرامِ جاں ہے، وہ اپنے دل میں خالق کو لیے ہوئے ہیں اس لیے ان کے پاس تم کو مکمل اور بے مثل آرام ملے گا۔ اس لیے جسم سے، دل سے، روح سے میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ، خالی جسم نہ لے جاؤ کہ بیٹھے تو ہو اللہ والوں کے پاس اور دل حوروں میں لگا ہوا ہے اس لیے فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ہے کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ مع جسم و دل اور روح کے اور جنت میں یہ خود بخود ہو گا، اللہ کے خاص بندوں کی ملاقات میں حوریں وغیرہ یاد نہ رہیں گی کیوں کہ ان کے پاس اللہ ہے جو خالقِ حور ہے، جو جنت کی تمام نعمتوں کا خالق ہے۔ پس اللہ والوں کے پاس خالقِ جنت ہے اس لیے پہلے ان کے پس بیٹھو پھر بعد میں جنت جاؤ، نعمتیں تمہارے لیے بنائی ہیں، نعمتوں میں مشغولی بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے مگر فَادۡخُلِیۡ مضارع سے بنا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال دو زمانہ ہوتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اہل اللہ سے ملنے کے بعد اہلِ جنت، جنت کی نعمتوں سے مستفید ہو کر اہل اللہ کی صحبت میں بار بار آئیں گے اس لیے حکم ہو رہا ہے کہ حالاً بھی اللہ والوں میں داخل ہو جاؤ اور مستقبل میں بھی ملتے رہو۔ جنت سے اور حوروں سے استفادہ کرو پھر آ کر اہل اللہ سے ملو جنت میں بھی تم اہل اللہ سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ صیغۂ مضارع استمرار کا متقاضی ہے۔ اللہ والوں کا

www.khanqah.org

دنیا اور آخرت دونوں میں ضروری ہے۔ پس دنیا میں اہل اللہ سے جو مستغنی ہوگا اس کا دین سلامت نہ رہے گا۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کے بعد فرمایا وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اس تقدم و تاخر میں بہت علوم ہیں۔ اللہ والوں کی ملاقات کو جنت پر مقدم فرمایا یعنی نعمتوں کا درجہ بعد میں ہے پہلے ان سے ملو جن کے دل میں نعمت دینے والا ہے، پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، ان کو مجھ سے نسبت ہے یعنی جنت کی نعمتیں بعد میں استعمال کرو، پہلے میرے عاشقین سے ملو کیوں کہ میں ان کے دل میں ہوں۔ مطلب یہ ہوا کہ پہلے خالقِ جنت سے ملو پھر جنت میں جاؤ۔ میرے خاص بندوں سے ملنا گویا مجھ سے ملنا ہے۔ جب تم ان سے ملو گے تب تم کو جنت کا لطف زیادہ آئے گا۔ منعمِ حقیقی جن کے دلوں میں ہے جب ان سے مل کر آؤ گے تو نعمت کا مزہ اور بڑھ جائے گا، جنت کا مزہ اور بڑھ جائے گا، جنت کا مزہ موقوف ہے اللہ والوں کی ملاقات پر کیوں کہ یہ میرے بندے ہیں، دنیا میں بھی یہ میرے ہو کے رہے، نہ نفس کے ہوئے نہ شیطان کے ہوئے ساری زندگی میرے بن کے رہے، نفس و شیطان کی بات نہیں مانی پھر میں یائے تخصیصیہ کیوں نہ لگاؤں، ان کو کیوں نہ کہوں عِبٰدِیْ کہ یہ میرے ہیں، ورنہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادٍ فرمادیتے کہ جاؤ بندوں میں بیٹھو۔ نہیں! عِبٰدِیْ فرمایا کہ یہ میرے خاص بندے ہیں، یہ دنیا میں بھی میرے ہو کے رہے، مجھ پر قربان رہے جسم سے، جان سے، ہر سانس سے، جب کہ ان کو تقاضے گناہ کے بھی تھے لیکن گناہوں کے تقاضوں پر صبر کیا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ہم نے ان کے اندر نافرمانی کا مادہ بھی پیدا کیا تھا اور تقویٰ کا مادہ بھی پیدا کیا تھا مگر انہوں نے تقویٰ کے مادہ پر عمل کیا نافرمانی کے مادہ پر صبر کیا، گناہوں کے تقاضے تو ان کو رہے مگر ان پر صبر کیا اور تقویٰ کے تقاضوں پر عمل کیا، یہ ہمارے بن کے رہے، اگر کبھی غلطی بھی ہوگئی تو توبہ سے اس کی تلافی کی، دل سے توبہ کی، اللہ کے حضور میں کلیجہ رکھ دیا اور خون کے آنسو بہائے، مولانا رومی نے فرمایا کہ آنسو اصل میں جگر کا خون ہے مگر خدا کے خوف سے پانی بن گیا ہے۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے دنیا والو! میرے آہ و نالوں میں میرے جگر کا خون دیکھ لو، میری مُناجات خالی زبانی

www.khanqah.org

نہیں ہے، میری آہوں میں، میری دعاؤں میں میرے جگر کا خون دیکھ لو۔ تو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ میں اللہ تعالیٰ نے بہت فائدے رکھے ہیں۔ پہلے اپنے خاص بندوں سے ملایا تاکہ جنت کی نعمتوں میں بندے کہیں ایسا مشغول نہ ہوجائیں کہ نعمت دینے والے کو بھول جائیں، اس لیے پہلے میرے خاص بندوں میں جاؤ جو اللہ کو دل میں لیے ہوئے ہیں، وہ جنت میں بھی اللہ کا ذکر کریں گے تو مزید یقین آجائے گا کہ جہاں ہم جارہے ہیں وہ جنت اور جنت کی نعمتیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ اس لیے پہلے اپنے خاص بندوں سے ملاقات کرائی تاکہ اہلِ جنت کا ایمان اور تعلق مع اللہ اور مضبوط ہوجائے اور جنت کی نعمتوں پر اللہ کی یاد بدرجۂ اتم غالب ہوجائے اور جنت کی نعمتوں میں مشغولی پر شکرِ نعمت کی توفیق بدرجۂ اتم حاصل ہو اور میں ان کو بدرجۂ اتم یاد رہوں کہ یہ جنت میرے اللہ نے دی ہے۔ اللہ والوں کے پاس رہنے سے اللہ یاد آتا ہے تو فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ سے اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی یاد دلائی کہ پہلے مجھ کو یاد کرو، پھر میری نعمت کو استعمال کرو۔ میری نعمت کے استعمال کرنے کا پورا مزہ اس وقت آئے گا جب میرا تصور بھی رہے گا کہ میرے اللہ نے اس کو دیا ہے، یہ حوریں میرے اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، یہ محل، باغات اور نہریں سب اللہ نے دی ہیں۔

معلوم ہوا کہ اپنے صالحین متقین بندوں کی ملاقات اس لیے کرائی کہ ان کی صحبت سے اللہ کی محبت بدرجۂ اتم حاصل ہوگی تب جنت کی نعمت کی بھی قدر ہوگی۔ جتنی نعمت دینے والے کی محبت ہوگی اتنی ہی نعمت کی لذت بڑھ جائے گی۔ اگر کوئی دشمن دعوت کردے تو اس کے کھانے میں مزہ آئے گا؟ اور اگر دوست دعوت کردے تو اس کی دعوت میں مزہ آتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر کوئی بہت ہی گہرا دوست دعوت کردے تو گہرا مزہ آئے گا۔ تو اللہ والوں کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت حاصل ہوگی اتنا ہی جنت کا مزہ زیادہ آئے گا۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ کا ایک راز یہ ہے کہ جنت میں اہل اللہ کی صحبت سے جنتیوں کی معرفت و محبتِ الٰہیہ میں اضافہ ہوگا اور جنت کا لطف بڑھ جائے گا۔

تصور کیجیے کہ گھر میں کوئی نہ ہو اور سب نعمتیں ہوں بریانی بھی ہو۔ پلاؤ بھی ہو، کباب بھی ہو، قورمہ بھی ہو، پھل بھی ہوں، کیلا بھی ہو لیکن یہ اکیلا ہو، گھر میں کوئی اور فرد

www.khanqah.org

نہ ہو تو گھبرا جائے گا۔ اسی لیے ہمارا نام اللہ نے انسان رکھا ہے کیوں کہ انسان اُنس سے ہے، اُنس معنٰی محبت۔ اس لیے انسان کو جنگل میں اکیلا چھوڑ دو جہاں اس سے بات کرنے والا کوئی نہ ہو تو وحشت اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہماری فطرت کی رعایت فرمائی اور جنت میں بھی اکیلا نہیں رکھا بلکہ پہلے اپنے خاص بندوں سے ملنے کا حکم دیا کیوں کہ اگر جنت میں تمام نعمتیں ہوتیں لیکن میرے بندے نہیں ہوتے تو تم گھبرا جاتے اس لیے پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت کی نعمتیں بھی استعمال کرو۔

اصلاحِ نفس فرضِ عین ہے

ایک صاحب ذرا دیر سے آئے تو فرمایا کہ اتنی دیر سے آئے، یہاں کیسے کیسے مضمون بیان ہوگئے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب شیخ کے پاس رہو تو خیال رکھو کہ کس وقت کیا ہو رہا ہے۔ اگر شیخ کچھ باتیں کر رہا ہے تو نفلیں اور معمولات چھوڑ دو اور اس کے پاس بیٹھو۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں نفلی معمولات نہیں کرنے چاہئیں جس وقت وہ افاضہ کر رہا ہو یعنی دین کی بات کر رہا ہو بلکہ اگر خاموش بھی ہو تب بھی اس کی مجلس میں بیٹھنا ہزار نفلی عبادات سے افضل ہے کیوں کہ وہاں سے اصلاح ملے گی اور اصلاح فرضِ عین ہے۔ عالم ہونا، حافظ ہونا فرضِ کفایہ ہے اور متقی ہونا گناہوں سے بچنا یعنی اصلاح نفس فرض عین ہے۔

گمراہ عاملین سے بچنے کی نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ایک بہت عمدہ بات یاد آگئی جس پر سارے بزرگوں کا اجماع ہے اور اجماعِ امت کے خلاف کرنے والا گمراہ ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ سابقہ بزرگوں سے اپنے حالات ملائے رہو، تمام بزرگوں سے اجماع کے خلاف جو کام ہو اسے کبھی نہ کرو۔ قضا و قدر اللہ کے اختیار میں ہے، روزی کا گھٹانا بڑھانا اللہ کے اختیار میں ہے یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَقۡدِرُ [۶۴] اللہ جس

[۶۴] الرعد:۲۶

کی روزی چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اپنا اختیار قرآن شریف میں بیان کیا ہے تو اللہ کا کلام کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام قَهَّارٌ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں اَلَّذِیْ یَکُوْنُ کُلُّ شَیْءٍ مُسَخَّرًا تَحْتَ قَدْرِہٖ وَقَضَائِہٖ وَقُدْرَتِہٖ[۶۵] ہر شئے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے چاہے وہ جنات ہو، چاہے آسیب ہو، چاہے جادو ہو۔ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ساری دنیا اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ لہٰذا گمراہ لوگوں کے پاس جانا، ایسے کام کرنا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوں ہرگز نہ کریں۔ مسلمان عقیدہ خراب کر کے جہنم میں جائے اس سے بہتر ہے کہ صحیح عقیدہ لے کر مر جائے اور جنت میں جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت کا وقت مقرر ہے لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ[۶۶] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو وقت میں نے لکھ دیا ہے اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ کی قضا و قدر پر راضی رہو اور اللہ ہی سے مدد چاہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ کی زندگی کا ہر عمل بہترین نمونۂ حیات ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ[۶۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ اخلاص، فلق اور ناس تینوں سورتیں جو پڑھے گا مخلوق کے ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں یہ چیزیں نہیں تھیں کہ کوئی مصیبت آئی اور عامل کے پاس پہنچ گئے لہٰذا کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے ایمان کو نقصان پہنچے۔ ایمان سب سے بڑی نعمت ہے اگر ایمان پر خاتمہ ہو گیا تو جنت ہمیشہ کے لیے ہے جہاں موت بھی نہیں اور اگر خدانخواستہ ایمان ضایع ہو گیا تو جہنم ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے ایمان کو ضایع نہ کرو، ہر کام کو مفتی سے پوچھ لو جو متقی بھی ہو، اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ مفتی اگر اللہ سے ڈرنے والا ہے تب مفتی ہے لیکن اگر اللہ سے نہیں ڈرتا تو مفتی نہیں ہے،

---

[۶۵] روح المعانی: ۱۲/۲۱۴، یوسف (۳۹)، إحیاء التراث، بیروت
[۶۶] الاعراف: ۳۴
[۶۷] الاحزاب: ۲۱

www.khanqah.org

مفت کا ہے۔ معلوم نہیں کیا سے کیا کہہ دے اور خدا سے ڈرنے والا سچی بات کرے گا۔

گناہ اور بے چینی کا عذاب

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اللہ کا ہو کر رہے۔ نفس و شیطان کا ہونے والا ظالم ہے۔ جو گناہ پر اصرار کرے گا اس کی آخرت بھی خراب ہو گی، دنیا بھی خراب ہو گی، نہ دنیا میں چین سے رہے گا نہ آخرت میں چین سے رہے گا۔ پوچھ لو گناہ گاروں سے، سب گناہ گار یہی کہیں گے کہ نفس کو تو مزہ آجاتا ہے لیکن دل پر عذابِ الٰہی کے جوتے پڑتے ہیں کیوں کہ دل جسم کا بادشاہ ہے اور بادشاہ بادشاہ کو پکڑتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پہلے دل پر عذاب نازل کرتا ہے۔ جو ظالم جسم سے گناہ کی لذت درآمد کرتا ہے اس کے دل کی کھوپڑی پر عذاب کے جوتے برستے ہیں۔

ذکر شیخ کے مشورہ سے کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ ذکر شیخ کے مشورہ سے کرو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور آپ بتاتے کہ تین دفعہ تین قل پڑھو یا سات دفعہ حسبی اللہ...الخ پڑھو اور اُمتی ہزار مرتبہ پڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہو جائے گا۔ شیخ نائبِ رسول ہے، جتنا وہ ذکر بتائے اس سے زیادہ ذکر نہ کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ذکر سے منع کرتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اُذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا[۶۸] اللہ تعالیٰ تو کثرت سے ذکر بتا رہے ہیں اور یہ ذکر سے منع کرتے ہیں۔ ذکر کی کثرت کا معیار ہر شخص کا الگ ہے اس لیے وہ مشورۂ شیخ کے تابع ہے۔ بُھولو اور رستم پہلوان ایک لاکھ ذکر کرنے سے جس مقام پر پہنچیں گے کمزور اور ضعیف اسی مقام پر پانچ سو بار ذکر سے پہنچے گا کیوں کہ پہنچنے والا اپنی طاقت سے نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کے جذب سے پہنچتا ہے۔ اللہ کا راستہ اللہ کے جذب ہی سے طے ہوتا ہے۔

۶۸؎ الاحزاب:۴۱

www.khanqah.org

صحبتِ صالحین کی برکات

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں بھی صالحین کی صحبت میں رہو۔ اگر صالحین کی صحبت میں رہو گے تو گناہ نہیں کرو گے، گناہ سے بچنا آسان رہے گا لیکن فطرت خبیثہ خانقاہوں میں بھی گناہ کرادے تو اس کا سبب پرانی عادت ہے مگر صالحین کی صحبت کی برکت سے وہ گناہ پر قائم نہیں رہے گا، توبہ کرکے پاک ہوجائے گا، ندامت ہوگی کہ میں کس ماحول میں اللہ کی نافرمانی کررہا ہوں۔ دیکھیے فرشتوں کے ماحول میں شیطان بنا کہ نہیں۔ اسی طرح ہمارے اندر مادّۂ شیطانی بھی ہے، صالحین کے ماحول میں بھی گناہ ہوسکتا ہے اور خدا پناہ میں رکھے مردود بھی ہوسکتا ہے۔ کوئی آدمی خانقاہ میں ہے تو ناز نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ میں یقیناً بن جاؤں گا۔ خانقاہ میں بھی مردود ہوسکتا ہے اگر شیطانی مادہ ہے اور اس کی اصلاح کی فکر نہیں کرتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[۶۹] جو اللہ کو اپنی مراد بناتے ہیں وہ کامیاب ہیں جو گناہ نہیں چھوڑتا اس نے دراصل اللہ کو مراد نہیں بنایا ہوا ہے، اس نے کھانا پینا دن کاٹنا اور عیش کوشی کو مراد بنایا ہوا ہے۔ لہٰذا جو اللہ کو مراد نہیں بنائے گا وہ اللہ کو نہیں پائے گا۔ جو یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ ہیں اللہ کے مرید ہیں، اللہ کو مراد بنانے کے لیے شیخ کے پاس رہتے ہیں وہ کامیاب ہیں۔ اس قضیہ کو عکس کرلیجیے یعنی لَا یُرِیۡدُوۡنَ غَیۡرَ وَجۡهِهٖ یہ غیر اللہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی ہر آیت میں ہزاروں علوم رکھے ہیں جو لامحدود ہیں۔ یُرِیۡدُوۡنَ مضارع ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ بندے حالاً بھی اللہ کا ارادہ کرکے میرے رسول کے پاس رہتے ہیں، اللہ کو اپنا مراد رکھتے ہیں اور استقبالاً بھی اللہ ہی ان کا مراد ہے یعنی آیندہ کے لیے بھی اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں، رہ گئی خطا تو بشریت کا تقاضا ہے، خطا ہوسکتی ہے، بڑے بڑوں سے خطا ہوسکتی ہے یہاں تک کہ عارف باللہ سے بھی زنا ہوسکتا ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی سے کسی نے پوچھا کہ کیا عارف باللہ سے بھی زنا ہوسکتا ہے؟ فَاَطۡرَقَ رَأۡسَهٗ تو جنید نے اپنا سر جھکالیا اور قرآنِ پاک کی یہ آیت تلاوت

---

[۶۹] الکھف:۲۸

www.khanqah.org

فرمائی وَكَانَ اَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۔[۷۰] قضا و قدر غالب آجائے گی، ضعفِ بشریتِ نفس سے مغلوب ہو کر عارف سے بھی زنا ہو سکتا ہے لیکن عام زانی میں اور اس میں کیا فرق ہو گا؟ کہ عام زانی پر تو گناہ ایسا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھ جائے لیکن عارف باللہ اگر کبھی پھسل گیا تو اس کی توبہ بھی اسی مقام سے ہو گی، جس درجہ دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے اُسی درجہ کی اس کی توبہ بھی ہوتی ہے، یہ کلیجہ اللہ کے سامنے رکھ دے گا، خون کے آنسو بہادے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ تم اپنے رب سے مغفرت مانگتے رہو، اِسْتَغْفِرُوا اللهَ نہیں فرمایا رَبَّكُمْ فرمایا تاکہ میرے بندوں کو امید ہو کہ پالنے کی محبت ہوتی ہے، پالنے والا جلد معاف کر دیتا ہے اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا[۷۱] وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے، غَافِرٌ نہیں غَفَّار ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ غَفَّار کے الف کو کھینچتے چلے جاؤ، یہاں سے آسمان تک کھینچو تو الف ہی رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مغفرت کی انتہا نہیں ہے۔ گناہ سے پہلے تو گناہ سے ڈرتے رہو، کانپتے رہو لیکن اگر گناہ ہو جائے تو مایوس بھی نہ ہو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو وہ فوراً معاف فرمادیتے ہیں یہاں تک کہ جس بندے کو مقبول فرمالیتے ہیں اس کی رسوائیوں کا تدارک بھی فرمادیتے ہیں۔ اپنا بیٹا اگر رسوا ہو جائے تو باپ اگر بادشاہ ہے تو بیٹے کو کوئی بڑی پوسٹ دے دیتا ہے مثلاً کسی صوبہ کا گورنر بنادے گا۔ ایسے ہی جس بندہ سے خطا ہو گئی اور وہ نادم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی رسوائی اور بے آبروئی کی تلافی بھی فرمادیتے ہیں اس کو اللہ ابدال، قطب یا قطبُ الاقطاب بنادے گا یا کوئی کرامت اس سے صادر کرادے گا تاکہ میرے بندے کی رسوائیاں دُھل جائیں اور اس کی ذلت رفع ہو جائے۔

افاضۂ باطنی کی مثال

تھوڑی دیر بعد ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی معمول تھا کہ وہ مجمع کا انتظار نہیں کرتے تھے کیوں کہ جب

---

[۷۰] مرقاۃ المفاتیح: ۹/۱۰۷، (۴۸۸۴) کتاب الادب، باب المزاح، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۷۱] نوح: ۱۰

www.khanqah.org

دل میں مضمون آگیاتو اس کو روکنے میں تکلیف ہوتی ہے جیسے ماں کی چھاتی میں دودھ آگیاتو وہ بچہ کو دودھ پلانے پر مجبور ہوتی ہے، جب تک پلا نہیں لے گی اس کو چین نہیں آئے گا۔ اللہ والوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے جب، مضمون دل میں آگیا تو پھر یہ نہیں ہوتا کہ ارے بھائی! جب دس ہزار کا مجمع ہوگا تب بیان کریں گے وہ بیان نہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا، بیان پر مجبور ہوتا ہے۔

اللہ تک پہنچنے کا آسان راستہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا راستہ جذب سے طے ہوتا ہے، خالی سلوک سے طے نہیں ہوتا، آخر میں سلوک بھی اللہ کے جذب ہی سے طے ہوتا ہے، ہر سالک کو اللہ تعالیٰ آخر میں جذب فرمالیتے ہیں تب وہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ شیطان کو جذب نصیب نہیں ہوا تھا اسی لیے وہ مردود ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو کھینچا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ کا کھینچا ہوا گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ اللہ کی طاقت سب سے بڑھ کر ہے تو جس کو اللہ اپنی طرف کھینچے اس کو کون کھینچ سکتا ہے۔

مجذوب جذب سے ہے۔ مجذوب کے معنٰی پاگل کے نہیں ہیں۔ آج کل پاگل کو لوگ مجذوب کہہ دیتے ہیں۔ جو لنگوٹی باندھ کر ننگے پھرتے ہیں یہ مجذوب نہیں ہیں۔ مجذوب اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ کھینچ لیتا ہے اور یہ کھینچنا کیسے ہوتا ہے؟ جس کو اللہ کھینچتا ہے اس کو دل میں محسوس ہوتا ہے۔

نہ میں دیوانہ ہوں اصغرؔ نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

مجذوب کو محسوس ہوتا ہے کہ مجھ کو کوئی کھینچ رہا ہے، کوئی اپنا بنا رہا ہے، گناہوں سے حفاظت کر رہا ہے، گناہوں کا تقاضا ہے مگر گناہوں سے کوئی بچا رہا ہے۔ اس کو خوب یاد کرلو کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے جذب کے کسی کا سلوک طے نہیں ہوتا۔ سلوک نام ہے اللہ کا راستہ چلنے کا۔ سلوک میں بندہ خود اللہ کی طرف چلتا ہے اور جذب میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کھینچ لیتے ہیں۔ تو سلوکِ محض سے بندہ اللہ تعالیٰ تک کیسے پہنچ سکتا ہے، غیر محدود راستہ

www.khanqah.org

کو بندہ اپنی محدود قوتوں سے کیسے طے کر سکتا ہے؟ اس لیے بندہ کو جب اللہ تعالیٰ جذب کرتے ہیں تب سلوک طے ہو جاتا ہے۔ سلوک کی تکمیل جذب پر موقوف ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جذب کرلے۔ مانگنے کی دلیل کیا ہے؟

اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ[۲۷]

اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادیا کہ میرے اندر ایک خوبی یہ بھی ہے کہ میں جس کو چاہتا ہوں جذب کرلیتا ہوں اور اس مَنۡ یَّشَآءُ میں اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں لگائی کہ یہ خوبی ہو یا وہ خوبی ہو تب میں اس کو جذب کروں گا۔ بس میرے چاہنے پر موقوف ہے۔ میں چاہوں تو سو برس کے کافر کو جذب کرلوں اور ایک پل میں وہ ولی اللہ ہو جائے۔ بتایئے کافروں میں کوئی خوبی ہوتی ہے؟ بلکہ خوبیوں کا عکس اور تضاد ہوتا ہے، کفر اور بغاوت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنۡ یَّشَآءُ جس کو چاہوں میں جذب کرلوں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے جذب مانگو۔ یہ جذب کا راستہ آسان اور سلامتی اور خیریت کا ہے اور سالک کو مردود ہونے کا خطرہ رہتا ہے لیکن مجذوب مقبول ہو جاتا ہے کیوں کہ کھینچتے ہی اس کو ہیں جس کو محبوب بنانا چاہتے ہیں۔ اور جذب کا ایک خفیہ راستہ بتاتا ہوں۔ کسی مجذوب کا ہاتھ پکڑ لو! جیسے کسی کو کرنٹ لگا ہو تو اس کو پکڑنے سے پکڑنے والے کو بھی کرنٹ لگ جاتا ہے لیکن دنیا کا کرنٹ ہلاک کردیتا ہے اور اللہ کا کرنٹ حیات دیتا ہے، کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو تو تم بھی مجذوب ہو جاؤ گے، اللہ والے ہو جاؤ گے۔

آخر میں میزبان کے لیے فرمایا کہ یوسف ڈیسائی کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر پر وہ مضمون بیان کرایا جو اس سفر میں کہیں بیان نہیں ہوا۔ یہ ان کے اخلاص کی برکت ہے۔

تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان

ارشاد فرمایا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ مجھ سے بُرا دنیا میں کوئی نہیں

---

[۲۷] الشوریٰ:۱۳

www.khanqah.org

ہے۔ اگر اللہ کی ستاری کا پردہ نہ ہوتا تو میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں تمام شانیں اور خوبیاں موجود ہیں جس سے بندوں کی ہر خرابی دور ہو جائے اور ان کی بگڑی بن جائے۔ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی منتہائے تخریب کو اپنے ارادۂ تعمیر کے نقطۂ آغاز سے درست کر سکتے ہیں۔ اس لیے کتنی ہی خراب حالت ہو اللہ سے ناامید نہ ہو، دعا کرتا رہے اور اللہ والوں کی صحبت میں رہے کیوں کہ یہ صحبتیں قسمت ساز ہوتی ہیں، قسمتیں ان اللہ والوں کے صدقہ میں بنتی ہیں۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ کی نسیمِ کرم کے جھونکے لگ جاتے ہیں۔ جامع صغیر کی روایت ہے اِنَّ لِرَبِّکُمۡ فِیۡ اَیَّامِ دَھۡرِکُمۡ نَفَحَاتٍ اے لوگو! تمہارے اسی زمانہ میں تمہارے رب کی طرف سے نسیمِ کرم کے جھونکے آتے ہیں، اگر تم ان کو پاگئے تو فَلَا تَشۡقَوۡنَ بَعۡدَھَا اَبَدًا[۳] تم کبھی بدبخت نہیں ہوگے۔ مگر یہ جھونکے ملتے کہاں ہیں؟ زمانہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ جھونکے اسی دنیا میں آتے ہیں لیکن ان کا مکان کہاں ہے؟ بخاری شریف کی حدیث سے ان کا مکان معلوم ہوا کہ یہ اللہ والوں کے پاس ملتے ہیں۔ ھُمُ الۡجُلَسَاءُ لَا یَشۡقٰی جَلِیۡسُھُمۡ[۴] یہ ایسے مبارک بندے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا نامراد اور بدقسمت نہیں رہتا۔ ایک حدیث سے تجلیاتِ جذب کا زمانہ معلوم ہوا اور دوسری حدیث سے ان تجلیات کا مکان معلوم ہوا مگر نظر اللہ پر رہے۔ شیخ دروازہ ہے، صرف دروازہ ہے، دینے والا کوئی اور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے مگر دروازہ سے ہی دیتے ہیں، عادۃ اللہ یہی ہے کہ اللہ والوں کے دروازہ ہی سے نسبت مع اللہ کی نعمتیں ملتی ہیں، دروازہ کو چھوڑ کر کوئی جائے تو نہیں دیتے مگر نظر دینے والے پر رکھو اور دروازہ کا ادب کرو۔ اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ! میں دروازہ پر پہنچ گیا مگر دینے والے آپ ہیں، آپ میری اصلاح فرما دیجیے۔

شرح حدیث اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاس

حضرتِ والا نے سمندر کی سیر کو چلنے کے لیے فرمایا اور کمرہ سے حافظ ضیاء الرحمٰن

۳؎ کنزالعمال: ۶۹/۷، (۲۱۳۲۴)، باب صلٰوۃ النوافل والفصل فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

۴؎ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظھریۃ

www.khanqah.org

صاحب کے سہارے کار تک تشریف لائے وہاں دو صاحب کھڑے ہوئے تھے جن میں آپس میں بول چال بند تھی۔ حضرتِ والا نے چند دن پہلے ان میں صلح کرائی۔ ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ سب سے محبت کرنا آدھی عقل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصۡفُ الۡعَقۡلِ[۸۵] تَوَدُّدٌ باب تفعل ہے۔ باب تفعل میں تکلف کا خاصہ یعنی اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی محبت کرو۔ دل چاہنے پر محبت کرنا کیا کمال ہے۔ کمال یہ ہے کہ دل نہ چاہے پھر بھی محبت کرو، دوست ہی سے نہیں دشمن سے بھی بہ تکلف محبت کرو کیوں کہ دوست سے محبت کرنا کمال نہیں ہے دشمن سے محبت کرنا کمال ہے کیوں کہ اس سے محبت کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس بہ تکلف محبت کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ آدھی عقل ہے یعنی تمام عقل کا اگر آدھا کر دیا جائے تو آدھی عقل تَوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ ہے یعنی لوگوں سے بہ تکلف محبت کرنا۔ باب تفعل اسی لیے استعمال فرمایا کہ بعض لوگوں سے مناسبت نہیں ہوتی، ان سے محبت سے پیش آنے کو جی نہیں چاہتا مگر ان کو بھی دیکھو تو بہ تکلف کہو کہ آہا السلام علیکم بھائی مزاج اچھے ہیں! تَوَدُّدٌ دین تو ہے ہی دنیا کی بھی راحت ہے کیوں کہ دل خوش رہتا ہے۔

کار میں سفر کرنے والوں کو حفاظتِ نظر کی تاکید

اس کے بعد عبد القادر ڈیسائی صاحب کی کار میں سمندر کی سیر کے لیے روانہ ہوئے جس میں مفتی حسین بھیات صاحب، مطہر محمود صاحب، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، راقم الحروف اور عبد القادر ڈیسائی صاحب تھے جو کار چلا رہے تھے۔ راستے میں ارشاد فرمایا کہ اگر دور سے کوئی عورت آتی دکھائی دے تو جو لوگ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ پہلے ہی سے آنکھیں بند کر لیں علاوہ ڈرائیور کے۔ ڈرائیور سامنے دیکھے، دائیں بائیں نہ دیکھے یعنی ضرورت کے بقدر دیکھے تا کہ ایکسیڈنٹ نہ ہو جائے۔ پھر بھی اللہ سے استغفار کرے، اللہ سے معافی مانگتا رہے، کام استغفار ہی سے چلے گا۔ فرشتوں کا کام پاکی بیان کرنے سے چلتا ہے، وہ معصوم ہیں اس لیے صرف پاکی بیان کرتے ہیں کیوں کہ ان

[۸۵] شعب الایمان للبیہقی: باب فی فضل العقل، مکتبۃ الرشد

سے گناہ ہوتا ہی نہیں لیکن ہم گناہ گار ہیں ہمارا کام معافی مانگنے ہی سے چلے گا۔

منکرینِ خدا کا علاج

سمندر کے کنارے پہنچ کر حضرتِ والا حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب کے سہارے کار سے اُترے اور ایک پلنگ نما کرسی پر تشریف فرما ہوئے جس کا انتظام حضرتِ والا کی راحت کے لیے جناب یوسف ڈیسائی صاحب نے کیا تھا۔ خدام کرسی اُٹھا کر سمندر کے قریب لے گئے۔ سمندر کو دیکھ کر حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ اتنا پانی پیدا کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے، جہاں تک دیکھو وہاں تک پانی ہی پانی ہے، جن لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا جیسے فرعون، نمرود، ہامان، شداد یا جو لوگ منکرینِ خدا ہیں یعنی جو اللہ کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ کوئی چیز نہیں (نعوذ باللہ) ان کو بیچ سمندر میں ڈال دو، جب ڈوبنے لگیں تو پوچھو کہ خدا ہے کہ نہیں؟ تو کہیں گے اومائی گاڈ (O! My God) بلکہ پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، منہ سے خود بخود نکلے گا۔ جب مصیبت میں گھریں گے اور پانی ان کو دبوچے گا تو خدا یاد آجائے گا۔ حالاں کہ ابھی سمندر کے کنارے کہہ رہے تھے کہ ہم خدا کو نہیں مانتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کو ماننا ہماری فطرت میں داخل ہے۔ جو لوگ منکر ہیں وہ اپنی فطرت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں لیکن مصیبت میں خدا ہی یاد آتا ہے۔ ایسے میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اللہ کو پکارتے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جب تمہاری کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو تم کس کو پکارتے ہو۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ [۷۶]

وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لیے لیے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے

[۷۶] یونس:۲۲

ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کے موافق ہوا کے ذریعے سے لے کے چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اُٹھی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ آگھرے سب خالص اعتقاد کرکے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اگر آپ ہم کو اس سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس بن جائیں۔(ترجمہ از بیان القرآن)

جہاں طوفان میں پھنس کر سفینہ ڈگمگاتا ہے
وہیں قدرِ خدا و نا خدا معلوم ہوتی ہے

سمندر کو دیکھ کر ایمان تازہ کرنا چاہیے کہ یااللہ! آپ کی مخلوق اتنی بڑی ہے، اتنا پانی آپ کے سوا کون پیدا کرسکتا ہے۔ سمندر اللہ کی ایک بڑی نشانی ہے، آیتِ کبریٰ ہے۔ اتنا پانی کس نے پیدا کیا اور اس میں پچاس فی صد نمک ڈال دیا، اتنا زیادہ نمک اللہ کے سوا کون پیدا کرسکتا ہے۔ علامہ آلوسی نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ اگر سمندر میں نمک نہ ہوتا تو پانی سڑ جاتا اور اس کی بدبو سے سب مچھلیاں مر جاتیں اور ساحلی علاقوں پر بھی کوئی نہیں رہ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو زندہ رکھنے کے لیے سمندر میں نمک پیدا کردیا۔ انسانوں کی روزی کا بھی انتظام کیا اور سمندر کی مخلوق کی روزی کا بھی انتظام کیا۔ سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعوت کی کہ یااللہ! میں تمام مخلوق کی دعوت کروں گا۔ ہزاروں دیگیں پکوائیں ایک مچھلی نکلی اور تمام کھانا کھا گئی۔

حدیث تَوَدُّدْ کی مزید تشریح

اس کے بعد حضرتِ والا نے حدیث اَلتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ کی شرح دوبارہ شروع فرمائی اور فرمایا کہ حدیثِ پاک کا سبق سمندر کے کنارے دے رہا ہوں۔ یااللہ! سمندر کے پانی کے قطرات کو، ریت کے ذرّات کو اور اتنے انسانوں کو قیامت کے دن گواہ بنادیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ[۶۶] انسانوں کے ساتھ محبت کرنا آدھی عقل ہے یعنی دنیا میں جتنی عقل ہے اس کا آدھا حصہ یہی ہے کہ انسانوں سے محبت کی جائے، کوئی انسان اس سے تکلیف میں نہ رہے۔ اَلتَّوَدُّدُ

[۶۶] شعب الایمان للبیہقی: باب فی فضل العقل، مکتبۃ الرشد

www.khanqah.org

باب تفعل اس لیے استعمال فرمایا کہ محبت کرنے کو دل نہیں چاہتا پھر بھی اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے، مناسبت نہیں ہے، وحشت ہوتی ہے، محبت نہیں معلوم ہوتی پھر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر بہ تکلف محبت سے پیش آتا ہے، ملاقات ہوتی ہے تو خیر وعافیت معلوم کرلیتا ہے۔ دل کے غلام نہ بنو۔ اللہ کے غلام بنو، باب تفعل میں تکلف کا خاصہ ہے یعنی بہ تکلف محبت کرو اگرچہ دل نہیں چاہتا اور اِلَی النَّاسِ میں الف لام استغراق کا ہے کہ ساری دنیا کے انسانوں سے محبت کرو یہاں تک کہ کافر سے بھی محبت کرو، عقلاً تو دشمنی رکھو کہ یہ میرے اللہ کا دشمن ہے لیکن اس حیثیت سے کہ اللہ کی مخلوق ہے وہ آئے تو خیر وعافیت پوچھ لو اور اگر تمہارا مہمان ہے تو بادلِ ناخواستہ چائے پانی بھی کردو۔ دل سے اس کے کفر سے نفرت کرو مگر اس کو کھانا پانی دے دو تاکہ وہ سمجھے کہ مسلمان ایسے اخلاق کے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ دیکھو کہ ایک کافر آیا جو اپنی قوم کا سردار تھا، آپ نے اپنی چادر بچھادی کہ بیٹھو۔ چادر نبوت پر ایک کافر بیٹھا ہوا ہے لیکن آپ نے اس کی اس لیے عزت کی کیوں کہ اگر وہ اسلام لے آیا تو اس کے اسلام لانے سے اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہوجائیں گے۔ اَنْزِلُوا النَّاسَ بِقَدْرِ مَنَازِلَهُمْ [۷۸] جس مرتبہ کا آدمی آئے چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو، بظاہر اکرام کرو، دل میں اس کی عزت نہ ہو، دل میں بُغض رکھو۔ یہ اسلام ہے کہ باوجود دل میں بغض ہونے کے اچھے اخلاق سے پیش آنے کا حکم دے رہا ہے، تاکہ اس تَوَدُّدُ کی برکت سے اسلام پھیلے۔

حدیث اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حل فرمادیں۔ جس سے دل نہ ملے اس سے بھی محبت کرنے کو آپ نے آدھی عقل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جو بے وقوف ہے وہ مخلوق سے محبت نہیں کرتا اور اس وجہ سے مخلوق کو قابو میں نہیں رکھتا۔ محبت کرنے والے سے سب لوگ قابو میں آجاتے ہیں، دشمن بھی قابو میں آجاتے ہیں۔ اگر دل نہیں بدلے گا تو کم از کم نقصان نہیں پہنچائے گا کیوں کہ وہ احسان سے دبا رہے گا، شرم آئے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنے محسن کے ساتھ بھی بدتمیزی

[۷۸] سنن ابی داؤد: ۳۰۹/۲، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ایچ ایم سعید

کرتا ہے اس لیے دشمن کے ساتھ بھی محبت کرو۔

ایمان صرف اللہ کے فضل سے ملتا ہے

اس کے بعد فرمایا کہ اب آپ لوگ کچھ سیر کر لیجیے۔ کچھ دیر بعد ارشاد فرمایا کہ اس سمندر کو کافر بھی دیکھتے ہیں، مچھلی کا شکار بھی کرتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق سے اللہ کی مخلوق کو چوری کرتے ہیں، سمندر سے مچھلیاں پکڑ کر پیٹ پالتے ہیں مگر اللہ پر ایمان نہیں لاتے، ہم لوگوں کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم لوگوں کو اللہ نے ایمان سے نوازا ہے، ایمان عقل سے نہیں ملتا، اللہ کے فضل سے ملتا ہے۔ عقل سے ملتا تو افلاطون، ارسطو، فارابی بڑے بڑے فلسفی مسلمان ہوتے مگر ایمان کی دولت اللہ کے فضل سے ملتی ہے:

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ

اس سمندر کو کافر بھی دیکھتا ہے مگر اس کا ذہن ہی نہیں جاتا کہ اتنا پانی کس نے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم لوگوں کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے کہ اللہ اکبر! اتنا پانی سوائے اللہ کے کون پیدا کر سکتا ہے۔

قرآنِ پاک میں زمین کی گولائی کا تذکرہ کیوں نہیں ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں یہ تو فرما دیا کہ زمین میں نے پیدا کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ زمین گول ہے کیوں کہ بندے خود دیکھ لیں گے۔ دیکھو سمندر کے اس کنارے سے اس کنارے تک سمندر سب گول ہے جس سے ثابت ہوا کہ زمین گول ہے تو جو چیز آنکھ کے سامنے آتی ہے اس کو کیا بتانا ہے۔

حضرتِ والا کا فہمِ دین اور کمالِ تقویٰ

یہاں سمندر کے کنارے اکثر لوگ نیم برہنہ لباس میں سَن باتھ لیتے ہیں دور کنارے پر ایسا شبہ ہوا کہ شاید وہاں یہ لوگ ہوں تو حضرتِ والا نے متنبہ فرمایا کہ اُدھر نہ دیکھو کیوں کہ ناف سے گھٹنے تک ستر ہے جس کا دیکھنا حرام ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر ہو۔

www.khanqah.org

بنگلہ دیش میں مچھلی والوں کو مچھلیاں پکڑنے کے لیے بلایا گیا جو کافر تھے، وہ لنگوٹ باندھے ہوئے مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور وہاں کے سب علماء بھی دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ کافر تو ستر چھپانے کے مکلف نہیں ہیں، ٹانگ کھولنا ان کے لیے گناہ نہیں ہے کیوں کہ کافر ہیں اور ایمان ہی نہیں لائے تو جب کُل نہیں ہے تو جز کا کیا تلاش کرنا لیکن مسلمانوں کا ان کے کھلے ہوئے ستر کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ تو کہنے لگے کہ پھر کیا کریں کیوں کہ یہی لوگ تو مچھلی کا شکار جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کو ایک ایک لنگی تھوڑی دیر کے لیے دے دو کہ ناف سے گھٹنہ تک چھپالیں۔ جب شکار کر چکیں تو اپنی لنگی واپس لے لو یا اگر توفیق ہو تو ان کو ہدیہ کر دو۔ غریب ہیں اس طرح مسلمانوں سے قریب ہو جائیں گے۔

اسی بات پر خیال آیا کہ نو مسلموں کی تالیفِ قلب کے لیے یعنی ان کا دل خوش کرنے کے لیے ان کو ہدیہ دینا، خیریت پوچھنا، ان سے محبت کرنا سب عبادت ہے۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ جو نیا نیا اسلام لائے اس کی تالیفِ قلب کرو، اس کا دل خوش کرو تاکہ وہ اسلام سے اور قریب ہو جائے۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے عرض کیا کہ ماریشس میں بھی حضرتِ والا نے ایسا ہی کیا تھا۔ کشتی چلانے والا نیکر پہنے ہوئے ٹانگیں کھولے ہوئے تھا آپ نے اس کو لنگی بھی دی اور ہدیہ بھی دیا، ہم لوگوں کو خیال بھی نہیں تھا کہ اس کو دیکھنا حرام ہے، آپ نے توجہ دلائی۔

دینی سفر کی برکات

ارشاد فرمایا کہ دریا کا پانی اس لیے میٹھا ہے کہ ایک جگہ کو بہتا رہتا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ سمندر کا پانی بھی تو حرکت میں رہتا ہے، یہ کیوں میٹھا نہیں ہے؟ میں نے کہا حرکت تو کرتا ہے مگر محدود کرتا ہے، اسی حد میں رہتا ہے اور دریا آج یہاں ہے کل اور آگے بڑھ جائے گا، آگے بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس لیے میٹھا ہی رہتا ہے۔ حرکت میں برکت ہے۔ دین کے لیے سفر کرو۔ دین پھیلانے کے لیے سفر کرنا سنتِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اس لیے حرکت کرتے رہو، میٹھے رہو گے اور پاک رہو گے۔ دین کے لیے حرکت کرنے سے محبوبیت پیدا ہو جاتی ہے، آدمی میٹھا

www.khanqah.org

ہوجاتا ہے جیسے پانی حرکت کرتا ہے تو میٹھا ہوجاتا ہے۔ ایک جگہ رہے گا تو سمندر کی طرح کتنا ہی شور مچائے میٹھا نہیں ہوسکتا اور دریا کی طرح حرکت کرتے رہو۔ سَافِرُوْا تَصِحُّوْا[۹۷] سفر کرو صحت پاجاؤ گے، جامع صغیر کی روایت ہے۔ گھر پر چاہے کتنا ہی آرام ہو، چاہے بادشاہت ہو لیکن مسلمان کے لیے دین کی غرض سے سفر ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفر ثابت ہے، مکہ شریف سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ دین کے لیے سفر کرنے میں ہجرت کا بھی ثواب ملے گا کیوں کہ مشابہ ہجرت کے ہے۔

ایمان بالغیب

ارشاد فرمایا کہ اس آسمانِ دنیا پر ایمان لانا تو آسان ہے لیکن چھ آسمان اور عرش و کرسی سب آنکھوں سے غائب ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرمادیا، اس لیے بس جو کچھ اللہ و رسول نے فرمادیا ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

ہلکا حُسن اور بھاری خطرہ

ارشاد فرمایا کہ شیخ بُو علی سینا نے لکھا ہے کہ ہلکا بخار زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیوں کہ آدمی اس کو معمولی سمجھتا ہے اور وہ ہڈی میں گھس جاتا ہے اور ہلاک کردیتا ہے۔ اس کے برعکس تیز بخار سے تو آدمی خود گھبراجاتا ہے اور فوراً علاج کرتا ہے۔ ایسے ہی جس کا حسن بہت شدید ہو وہ اتنا زیادہ خطرناک نہیں ہوتا کیوں کہ متقی آدمی اس سے خود ڈر جاتا ہے کہ اس سے بچو ورنہ میں اس کے عشق میں مبتلا ہوجاؤں گا لیکن بعض حسینوں کا حسن ہلکا ہوتا ہے، تو ہلکے حسن والوں سے زیادہ بچو کیوں کہ حُسن سے آدمی بے فکر ہوجاتا ہے کہ اَرے معمولی سا حُسن ہے! اس میں کیا فتنہ ہے۔ اس سے باتیں بھی کرلیتا ہے، گپ شپ بھی مارلیتا ہے، دھیرے دھیرے وہ حُسن اثر کرتا جاتا ہے، کچھ عرصہ بعد اس کا چار آنہ حسن بارہ آنہ معلوم ہونے لگے گا، پھر سولہ آنے معلوم ہوگا یہاں تک کہ گناہ میں مبتلا کردے گا۔ اس لیے حسینوں سے بچو، زیادہ حسن ہو اس سے بھی بچو اور کم

---

[۹۷] مسند احمد بن حنبل: ۵۰۷/۱۴، (۸۹۴۵)، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

حُسن ہو تو اس سے زیادہ بچو کیوں کہ کم حُسن کو آدمی سمجھتا ہے کہ معمولی سا حُسن ہے کوئی بات نہیں۔ جہاں نفس کہے کوئی بات نہیں وہاں سمجھ لو کہ ضرور کوئی بات ہے جو چُھری میٹھی ہو اس سے زیادہ ڈرو، میٹھی چُھری زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

صوفیا اور سالکین کے لیے حسن ہی فتنہ ہے۔ اگر نظر اور دل کو حسینوں سے بچانے کی توفیق ہو جائے تو اللہ کے راستے میں کوئی حجاب نہیں ہے۔ صوفیوں کو مال کی محبت نہیں ہوتی، دولت کی محبت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جاہ و عزت کی محبت بھی نہیں ہوتی مگر حُسن کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اس لیے حسن تھوڑا سا ہو یا زیادہ سب حسینوں سے آنکھ بچاؤ اور دل بچاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تک پہنچنے کی اللہ کے بھروسہ پر ضمانت لیتا ہوں، صرف ان دو اعمال سے یعنی آنکھ کی حفاظت اور دل کی حفاظت سے۔

دوستو! ایک دن مرنا ہے، جب موت آجائے گی آنکھیں بے نور ہو جائیں گی، پھر دل بھی ساکت ہو جائے گا، کیا مردہ دل میں حسین کا کوئی خیال لا سکتا ہے؟ مرنے کے بعد ان حسینوں کو چھوڑنا ہی ہے۔ دوستو! زندگی میں چھوڑ دو تو ولی اللہ ہو جاؤ گے۔ مر کے چھوڑو گے تو کیا ملے گا؟ عذاب کے لات گھونسے ملیں گے۔

حفاظتِ نظر کا آٹو میٹک پردہ

ارشاد فرمایا کہ نگاہ بچانا بالکل آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ پر آٹو میٹک پردہ لگا دیا ہے اور ہر ایک کے پاس موجود ہے۔ کوئی نامناسب شکل اگر سامنے آئی تو فوراً پردہ ڈال دو اور اس کے لیے کوئی سوئچ دبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب چاہو بند کر لو، جب چاہو کھول لو۔ جب کوئی مضر صورت سامنے آجائے فوراً بند کر لو۔ حُسن سے بڑھ کر دنیا میں اللہ سے دور کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے، کتنے حسینوں نے صوفیوں کا ایمان کھا لیا، خانقاہوں میں صوفیوں سے گناہِ کبیرہ کرا دیا۔ حسن سے بڑھ کر کوئی زہر نہیں ہے اس لیے کہتا ہوں کہ بہادر نہ بنو، خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا[۸۰] اللہ نے انسان کو

۸۰؎ النسآء: ۲۸

www.khanqah.org

کمزور پیدا کیا ہے تم کیوں بہادر بنتے ہو، حسینوں سے بہت ڈرو، شُبہ ہو جائے کہ ایک میل کے فاصلہ پر کوئی عورت یا لڑکا آرہا ہے راستہ بدل دو۔ اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِی الشُّبُھَاتِ متقی وہ ہے جو شبۂ گناہ سے بھی بچے۔ گناہ کرنا تو دور کی بات ہے جہاں شبہ ہو جائے کہ شاید گناہ ہو تو اس سے بچو، اگر شبہ ہو گیا کہ شاید یہ حسین ہو ابھی یقین نہیں ہے دور ہے لیکن شبہ ہے کہ شاید یہ حسین ہو اور میری نگاہ اس پر پڑ جائے تو آنکھ بند کرلو شبہ سے بھی احتیاط کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حسین ہو گا تو نگاہ بچالیں گے ورنہ کیوں مصیبت اُٹھائیں۔ نہیں! شبہ گناہ سے بچنے میں مصیبت اُٹھانے پر اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا متقی کو ملتا ہے۔ گناہِ کبیرہ سے بچنے سے جتنا ثواب ملتا ہے شبہ گناہ سے بچنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متقی کامل وہ ہے جو گناہ تو درکنار شبۂ گناہ سے بھی بچے۔ اللہ، اللہ ہے، جہاں اللہ کی ناراضگی کا شبہ ہو جائے، اس کو بھی مت کرو۔ اللہ سب سے پیارا اور بڑا محبوب ہے۔ اس کی تھوڑی سے ناراضگی بہت بڑی ہے، جس طرح رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ[۸۱] اس کا تھوڑا سا راضی ہونا بہت بڑا ہے ویسے ہی اس کا تھوڑا سا ناراض ہونا بھی بہت بڑا ہے۔

اس لیے میں اپنے تجربہ کی ایک بات کہوں گا، میرے پچھتر سال کے تجربہ سے فائدہ اٹھالو اور وہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے۔ ڈاکٹر کے ساتھ رہنا مفید جب ہو گا جب اس کا بتایا ہوا پرہیز بھی کرو۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ تم فلاں چیز نہ کھاؤ، نہیں تو تمہارا مرض بڑھ جائے گا، لیکن مریض بدپرہیزی کرتا ہے اور رہتا ہے ڈاکٹر کے ساتھ، ڈاکٹر سے دوستی بھی رکھتا ہے اور اتنی دوستی رکھتا ہے کہ جان دینے کو تیار ہے مگر بدپرہیزی بھی کرتا ہے تو یہ شخص اچھا نہیں ہو گا۔ اسی طرح جو شخص شیخ کے پاس بھی رہے لیکن گناہوں کے ساتھ رہتا ہے تو ہرگز پاک نہیں ہو گا، نہ اس کو اللہ ملے گا۔ اللہ اس کو ملتا ہے جو متقی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ الَّذِیْنَ

۸۱؎ التوبۃ:۷۲

www.khanqah.org

اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ[۸۲]

اولیاء اللہ کون ہیں؟ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں۔ اس لیے اس زمانے میں عورتوں سے بہت بچو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورتیں حَبَائِلُ الشَّیۡطَان[۸۳] ہیں، شیطان کی رسیاں ہیں، ان ہی سے وہ شکار کرتا ہے۔ اس لیے کبھی یہ نہ سوچو کہ ہمیں کچھ نقصان نہیں ہوگا، بڈھے بڈھوں کا ایمان خراب کردیتا ہے، بڈھا آدمی کچھ نہیں کرسکتا، گود میں لے کر چُما تو لے سکتا ہے۔ سن لو اختر سے کھلی کھلی بات۔ ایسی کھلی کھلی بات سنانے والے دُنیا میں کم ہیں۔ سو برس کا بڈھا جو قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہے اگر حسینوں میں رہے گا جس قدر گناہ کی طاقت رکھتا ہے اتنا گناہ کر گزرے گا۔ اس لیے کسی عمر میں بھی نفس پر اعتماد نہ کرو، ہم اعتماد کریں نہ آپ کریں۔ بہت سے بڈھے مرنے کے قریب ہیں، آکسیجن لگی ہوتی ہے نرسوں کو دیکھ لیا، بعض نے چمالے لیا اور مر رہے ہیں۔ بری عادت رنگ دکھاتی ہے اور خاتمہ خراب کرکے جہنم میں پہنچادیتی ہے۔ اس لیے کسی وقت، کسی عمر، کسی حال میں نفس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ تقویٰ کا اہتمام فرض ہے، تقویٰ حاصل کرنا فرضِ عین ہے اور تقویٰ کہاں سے ملتا ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ صادقین کی صحبت میں رہ پڑو۔ یہ نہیں کہ کبھی کبھار شیخ سے مل گئے، لیکن کبھی کبھار سدا بہار نہیں ہوتا۔ اتنی مدت رہنا فرض ہے کہ تم ویسے ہی ہوجاؤ جیسے تمہارا شیخ ہے اور یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ[۸۴] ہو یعنی ارادہ بھی ہو اللہ کو حاصل کرنے کا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب چلنا چاہیے اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! سمندر کے کنارے ایک مسافر بے وطن بیٹھا ہے اور مریض بھی ہے اور مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ! فرشتوں کی آمین کی برکت سے ہم سب کو اللہ والا بنادیجیے، ہمارے گھر والوں کو بھی اللہ والا بنادیجیے اور تقویٰ کامل دے دیجیے جس سے

۸۲؎ یونس: ۶۲-۶۳

۸۳؎ مصنَّف ابن ابی شیبہ: ۱۶۹/۱۹ (۳۵۶۹۴)، کلام ابن مسعود من کتاب الزھد، مؤسسة علوم القرآن

۸۴؎ الکھف: ۲۸

www.khanqah.org

آپ راضی اور خوش ہوجائیں اور سارے عالم کے مسلمانوں کو متقی بنادیجیے اور جنت میں اختر سمیت سب کو پہلا داخلہ دے دیجیے اور اللہ کافروں کو بھی ایمان عطا فرمادیجیے۔ جیسے آپ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو ایمان دے دیا اور صحابی بنادیا تمام مسلمانوں کو اللہ والا بناکر جنت میں دخولِ اولین نصیب فرمادیجیے اور سارے کافروں کو ایمان دے کر جنت کے قابل بنادیجیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کے بعد حضرتِ والا گھر کے لیے واپس ہوئے اور تمام احباب بھی اپنی اپنی کاروں سے روانہ ہوئے۔

بعض ارشادات بعد ظہر

کسی عالم کا عمل حجت نہیں

اس بار بعض لوگوں نے ہندوستان سے ایک عامل کو بلایا تھا جو عالم بھی تھا لیکن اپنے عملیات میں ایک ہندو کا نام لیتا تھا۔ حضرتِ والا نے ایسے عامل سے علاج کرانے کی وقتاً فوقتاً سختی سے تردید فرمائی، اسی سلسلہ میں ایک گفتگو کے دوران فرمایا کہ غیر اللہ کے لیے کوئی کام کرنا شرک ہے اور اللہ کے لیے، اللہ کی رضا کے لیے کام کرنا حقِ عبدیت ہے۔ اپنی زندگی کی کوئی سانس اللہ کی مرضی کے خلاف نہ گزارو اور ہر سانس اللہ کی مرضی پر فدا کرو۔ اللہ مجھ کو بھی توفیق دے اور میرے سب دوستوں کو بھی توفیق دے۔

کسی بڑے سے بڑے عالم کا عمل حجت نہیں جب تک کہ شریعت کے تابع نہ ہو، جب تک شریعت اس کی تائید نہ کرتی ہو۔ جیسے یہ عامل آئے تھے جو عالم بھی ہیں لیکن عملیات میں جے پال جوگی کا نام لیتے ہیں یہ کہاں جائز ہے؟ بلکہ ایمان ضایع ہونے کا خطرہ ہے۔ عالم کے لیے بھی شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ شریعت کی اتباع فرض ہے نہ کہ کسی کا عمل۔ اگر کسی عالم کا عمل شریعت کے خلاف ہے تو اس کے عمل کی اتباع نہیں کی جائے گی، شریعت کی اتباع کی جائے گی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

کہ عملیات سے نسبتِ باطنی فوت ہوجاتی ہے، کوئی عامل صاحبِ نسبت نہیں ہوتا۔ غیر اللہ سے استمداد کرنا جائز نہیں بلکہ ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ اگر دَم ہی کرنا ہے تو قرآن شریف کی آیتیں پڑھ کر دم کرو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ[۸۵] اگر عملیات کا ایسا عمل دخل ہوتا تو جتنے اہلِ حق عالم گزرے ہیں ان کو مخالفین عملیات سے مغلوب کردیتے اور اہلِ حق پر جادوگروں سے جادو اور جن چڑھادیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کو کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو جادوگروں کا محتاج نہیں فرمایا کہ ان کی خوشامد کریں کہ بھائی! ہم پر جادو نہ کرنا جِن نہ چڑھانا۔ اللہ جس کو رکھے اس کو کون چکھے۔ لہٰذا اللہ پر نظر رکھو، ان عاملوں کے چکر میں مَت پڑو، اللہ سے رجوع کرو۔ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ[۸۶] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تشویش، کوئی صدمہ، کوئی غم آتا تھا تو آپ گھبرا کر نماز کی طرف جاتے تھے۔ اللہ سے اپنا غم روتے تھے۔ سنت تو یہ ہے کہ دنیا میں چین سے رہنا ہے تو اللہ کے ولی ہوجاؤ اور اللہ کے ولی کون ہیں؟ جو گناہ سے بچتے ہیں جو اللہ کا ولی ہوجائے تو دوست اپنے دوست کی حفاظت نہ کرے گا؟ یہ تو کمزور آدمی ہوتا ہے جو اپنے دوست کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ سوچتا ہے کہ دشمن تگڑا ہے میں خود پٹ جاؤں گا تو دَبک جاتا ہے، اس لیے دوست کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ ہمیشہ اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ گناہ کے ساتھ اللہ نہیں ملے گا، گناہ سے توبہ کرنے سے ملے گا، لہٰذا گناہ سے توبہ کرلو توبہ تو اختیار میں ہے، توبہ کرکے پاک ہوجاؤ۔

حضرتِ والا کی زندگی کی ایک جھلک

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ بالغ ہوتے ہی تین سال تک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ پھر

۸۵؎ بنی اسرآءیل:۸۲

۸۶؎ مرقاۃ المفاتیح:۵۳۱/۳،(۱۴۸۲)،باب صلوٰۃ الخسوف،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

www.khanqah.org

سترہ سال حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ پھر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں ہوں۔ دیکھو زندگی کا بہت بڑا حصہ اللہ والوں کے ساتھ اختر نے گزارا ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے؟ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو ہمت ہوتی؟ سوچتا کہ اپنے مستقبل کی فکر کرو، نوکری کرو، کہیں پیسہ کماؤ۔ لیکن شیخ کے ساتھ کراچی میں سال بھر رہ گیا۔ میرے بال بچے ہندوستان میں تھے اور بہت تکلیف اور سخت حالات میں تھے۔ ایسے ایسے دن گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس طرح انہوں نے تربیت کی وہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے کہ انہوں نے توفیق دی۔ اپنے راستے کے غم جس کو دیں ان کا احسان ہے، ان کے راستے کا غم پھولوں سے افضل ہے۔ گناہوں سے بچنے میں بھی تو غم ہوتا ہے مگر اس غم پر دنیا بھر کے پھول، دنیا بھر کی خوشیاں قربان ہوجائیں تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

جھوٹے خداؤں کے بطلان کی عجیب دلیل

ارشاد فرمایاکہ اللہ تعالیٰ کا ہم لوگوں پر احسان ہے کہ ایمان عطا فرمادیا جس کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ہم بندے ہیں اور بندے بھی گناہ گار اور نالائق ورنہ فرعونی مادہ تو اندر موجود ہے، ہم بھی کہہ دیتے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں۔ اگرچہ فرعون بھی ہگتا تھا، موتتا تھا اور ہوا بھی کھولتا تھا مگر اس کو شرم بھی نہیں معلوم ہوئی کہ پادنے والا، ہگنے والا بھی کہیں رب ہو سکتا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اپنے کو بڑا سمجھنے والا بے وقوف ہوتا ہے۔ جو جتنا بڑا احمق ہے اتنا ہی بڑا متکبر ہوتا ہے اور جو عقل مند ہے وہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا کہ میں کیا ہوں، باپ کی منی اور ماں کے حیض سے پیدا ہوا ہوں۔ انسان کا میٹریل ایسا ہے کہ اگر سوچے تو کبھی تکبر نہیں آسکتا۔ فرعون اپنا میٹیریل بھول گیا تھا۔ خیر میٹیریل بھول جاتا تو پھر بھی اتنا عجیب نہیں کہ بالغ ہوئے پندرہ سولہ سال ہوگئے اس لیے کہہ سکتا ہے کہ باپ کا نطفہ اور ماں کا حیض بھول گیا لیکن ہگنا، موتنا اور پادنا تو روزانہ ہے۔ اس ظالم کو پادتے ہوئے اور ہگتے ہوئے اور موتتے ہوئے یہ خیال نہیں آیا کہ کہیں خدا بھی ایسا ہو سکتا ہے جو ہگتا بھی ہو اور پادتا بھی

ہو۔ کھلی ہوئی حماقت ہے، مگر اللہ اپنے قہر سے پناہ میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر فضل کیا، ہمارا ایمان اللہ کے فضل پر، اللہ کے کرم پر ہے ورنہ ایسی عقل خراب ہوجاتی ہے کہ پادنے اور ہگنے کے باوجود بھی خدائی کا دعویٰ کردیتے۔ ورنہ سامنے سمندر ہے جہاں تک نظر جاتی ہے پانی ہی پانی ہے۔ کون فرعون نمرود ہے جس نے اس سمندر کو پیدا کیا؟ خدائی دعویٰ کرنے والوں سے میں چیلنج کرتا ہوں کہ اے ہگنے والے! موتنے والے! پادنے والے! یہ سمندر تونے پیدا کیا ہے؟ مگر اللہ قہرِ حماقت سے پناہ میں رکھے، جب عقل خراب ہوجاتی ہے تو انسان اپنے کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

معاف نہ کرنے کی سزا

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اللہ کے بندوں کی خطاؤں کو معاف نہ کرے وہ میری حوضِ کوثر پر نہیں آئے گا اور میری شفاعت سے محروم ہوجائے گا اس لیے جب کوئی غلطی کا اقرار کرے تو فوراً معاف کردو کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطیاں بھی تو معاف کرانی ہیں۔

حضرتِ والا کا کمالِ تقویٰ

ایک نوجوان جس کے چہرے پر داڑھی گھنی نہیں تھی کل حضرت والا نے بوجۂ تقویٰ ان کو پاؤں دبانے کو منع فرمادیا تھا وہ حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ اطمینان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت نہ کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ راضی ہوگا کیوں کہ میں نے اللہ کے لیے احتیاطاً فیصلہ کیا کہ میرے نفس کو کوئی مزہ نہ آجائے جیسے کوئی عمارت گر جائے اور کھنڈر رہ جائے اور کھنڈر بزبانِ حال کہہ رہا ہو کہ یہاں عمارت عظیم تھی تو اس کھنڈر کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ جب گال داڑھی سے بھر جائے گا تو داڑھی سے دوستی گاڑھی ہوجاتی ہے، اس وقت دیکھنے میں حرج نہیں اور جب تک اللہ کی دوستی میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت تک احتیاط کرو اور نہ دیکھو، اس لیے احتیاط کرتا ہوں۔ اللہ کے لیے دیکھتا ہوں اور اللہ کے لیے نہیں دیکھتا۔ آنکھیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں جہاں انہوں نے فرمایا کہ دیکھو وہاں دیکھتا ہوں جہاں منع فرمادیا وہاں نہیں

www.khanqah.org

دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اس کی توفیق کا شکر گزار ہوں۔ جن کے گال بالکل صاف ہیں ان کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میرا نفس شرارت نہ کر جائے۔ شرارت دل میں ہو سکتی ہے کیوں کہ جو شیخ ہوتا ہے وہ زبان سے اظہارِ شرارت نہیں کر سکتا کیوں کہ شیخ کو عزت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ اس لیے شیخ کوئی نامناسب حرکت تو نہیں کرے گا لیکن دل میں خیال آسکتا ہے اس لیے احتیاط کرنا چاہیے اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِی الشُّبُهَاتِ متقی وہ ہے جو شبۂ گناہ سے بھی بچے۔ نفس بہت ہی شریر ہے اس کے مکر سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ورنہ بہت بڑے بڑے پڑھے لکھے اور شریف لوگ نفس کی چال میں آجاتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ کیوں دیکھتے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔ اگر خاص بات نہیں ہے تو دیکھتے کیوں ہو؟ دیکھنا ہی دلیل ہے کہ خاص بات ہے۔

بڈھیوں کے جلوس کا مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ نوجوان لڑکیوں کے ہجوم پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالو بلکہ راستہ بدل دو اور پھر مراقبہ کرو کہ اَسّی برس کی بڈھیوں کا ایک جلوس جا رہا ہے، کوئی جوان ہے ہی نہیں، سب بڈھیوں کی چھاتیاں ایک ایک فٹ نیچے لٹکی ہوئی ہیں، منہ میں دانت نہیں ہیں، کمر جُھکی ہوئی ہے۔ آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگا ہوا ہے۔ سفید بالوں کی چھوٹی سی چُٹیا گدھے کی دم کی طرح لٹکی ہوئی ہے۔ اس سے دل کو نفرت ہوگی کیوں کہ یہی سولہ سال کی تو اَسّی سال کی ہوں گی۔ جب چھاتیاں لٹکی ہوں گی، گال پچکے ہوں گے منہ میں دانت نہیں ہوں گے اس وقت توبہ کرنا کوئی کمال نہیں۔ اس وقت توبہ کرو اور شباب حسن کو نہ دیکھو تو اللہ کے ولی ہو جاؤ گے۔ حسینوں سے نظر بچانے میں نفس کو تکلیف ہوتی ہے مگر روح کو آرام ملتا ہے۔

اللہ کا پیارا بننے کا راستہ

ارشاد فرمایا کہ جو بھلائی ہمیں ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کی عطا ہے ہمارا کمال نہیں ہے، کوئی تالیف و تحریر ہو جائے یا اچھی تقریر ہو جائے یا اور

کوئی کرامت ظاہر ہوجائے اللہ کی عطا سمجھو اور ہماری ذاتی کرامت کیا ہے؟ خطا اور معصیت کا صدور لہٰذا استغفار و توبہ کرو۔ توبہ و استغفار سے درجہ بلند ہوجاتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ میں بالکل گیا گزرا ہوں لیکن مایوس نہ ہو۔ اللہ سے اگر توبہ و استغفار کرلے تو پہلے سے زیادہ اللہ کا پیارا اور مقرب ہوجاتا ہے۔

مسلمانوں میں باہمی محبت کی تلقین

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں ارشاد فرمایا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، چاہے افریقہ کے ہوں، امریکا کے ہوں چاہے مصر کے ہوں چاہے بنگلہ دیش کے ہوں، کہیں کے بھی ہوں مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ بس یہاں ایمان شرط ہے صالحیت کی بھی قید نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ نیک مومن بھائی ہے اور گناہ گار مسلمان بھائی نہیں۔ اگر کوئی مومن گناہ میں مبتلا ہے تو وہ مریض ہے اور مریض پر رحم آنا چاہیے نہ کہ اس سے نفرت کرو۔ کیا مریض بھائی سے نفرت کرتے ہو؟ اسی طرح گناہ گار مسلمان بھائی کو حقیر مت سمجھو۔ اللہ کے فضل سے تم نیک ہو اگر اللہ کا فضل ہٹ جائے تو بڑے بڑے نیک لوگ بدمعاشی میں مبتلا ہوجائیں۔ اگر اللہ کی مدد ہٹ جائے تو کسی کا خیر نہیں ہے خواہ جنید بغدادی ہوں یا امام غزالی ہوں سب اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں۔ جب تک اللہ کی رحمت رہتی ہے تب تک آدمی ولی اللہ اور صالح رہتا ہے۔ اللہ کی رحمت ہٹ جائے تو نفسِ امارہ غالب ہوجاتا ہے اس کی دلیل اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ[۸۷] ہے، نفس نہایت بدمعاش، سراپا برائی ہے اَیْ فِیْ وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّیْ[۸۸] جب تک اللہ کی رحمت کے سائے میں رہے گا محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر ہمیشہ اپنی رحمت کا سایہ فرمائیں اور کسی وقت اپنا سایۂ رحمت نہ ہٹائیں ورنہ خیر نہیں ہے۔ نہ لمبا کُرتہ نہ گول ٹوپی نہ ایک مُشت داڑھی کسی چیز پر بھروسہ نہ کرو، اس کے باوجود آدمی گناہ اور بدمعاشی کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔

---

۸۷ یوسف:۵۳

۸۸ روح المعانی:۱۳/۲،یوسف (۵۳)،دار احیاء التراث،بیروت

www.khanqah.org

ہر مومن کے سامنے بچھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ میرے عاشقوں کی شان یہ ہے کہ ہر مومن سے دب کر ملتے ہیں، اپنے کو ہر مومن سے کمتر سمجھتے ہیں، مؤمنین کے ساتھ نرم ہوتے ہیں اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر سخت ہوتے ہیں يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اور اللہ کی محبت میں نفس کی بڑی سے بڑی خواہش، بڑی سے بڑی ڈیمانڈ (Demand) کو کچل دیتے ہیں، مجال نہیں کہ وہ نفس کی ڈیمانڈ مان لیں۔ نفس گناہ پر کتنا ہی لالچ کرے وہ نفس کی گردن مروڑ دیتے ہیں۔ اللہ کے راستے میں ہر مشقت اُٹھاتے ہیں۔ گناہ چھوڑنے کا غم اللہ کے راستے کی مشقت ہے، یہ غم اللہ کی محبت میں لکھا جائے گا اور میرے عاشقوں کی تیسری علامت ہے لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ[۸۹] کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔ کسی مسلمان پر زیادتی ہو گئی فوراً اس سے معافی مانگ لو تاکہ قیامت کے دن کی پکڑ سے بچ جاؤ۔

وہ حضرات جن کی کئی سال سے آپس میں بول چال بند تھی حضرتِ والا نے ان کی آپس میں صلح کرادی اور دونوں گلے مل لیے۔ اس ملفوظ کے وقت دونوں حضرات مجلس میں موجود تھے۔

مغرب کا وقت قریب تھا۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ سب لوگ مسجد میں جائیں سوائے محمود اور ضیاء الرحمٰن کے جن کی میری خدمت کے لیے ضرورت پڑتی ہے اور میر صاحب دل کے مریض ہیں۔ ان لوگوں کا یہاں رہنا جائز ہے باقی لوگوں کا رہنا اور مسجد کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ مسافر پر بھی جماعت واجب ہے۔

بعد مغرب

ایک صاحب اپنے جوان بچوں کو دعا کے لیے حضرتِ والا کی خدمت میں لائے۔ حضرتِ والا نے ان کو نصیحت فرمائی کہ ایک دن سب کو مرنا ہے۔ دیکھو دادا پر دادا سب مر گئے کہ نہیں؟ بس سب کو اللہ کے پاس جانا ہے، وہاں کی تیاری کرو۔ موت کو یاد رکھو

---

۸۹ المآئدۃ: ۵۴

ایک روز موت سے پالا پڑے گا، دنیا چھوٹ جائے گی، اگر اللہ بھی چھوٹ گیا تو کچھ بھی نہیں ملے گا اور اگر اللہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے بچوں کو، آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو، آپ کے بچوں کو، ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور اللہ والا بنادے۔ بس جاؤ اللہ والے بن کے رہو، دنیا میں بھی چین سے رہو آخرت میں بھی مزے اُڑاؤ۔

بندگانِ خدا کو مایوسی سے بچاؤ

حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب سے فرمایا کہ یہ جو آپ نے بیان کیا تھا کہ اگر ایک گناہ ہو گیا تو دردِ دل چھین لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کرو کہ مگر دردِ دل واپس لانے کا طریقہ توبہ و استغفار ہے۔ اگر دردِ دل چلا گیا تو توبہ و استغفار سے دوبارہ واپس آجائے گا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ؕ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے۔ بندوں کو مایوس نہ کرو، امید و خوف کے درمیان میں رکھا کرو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر نالائقی ہو جائے، گناہ ہو جائے یعنی دردِ دل چھن جائے تو توبہ کرکے پھر واپس بُلالو۔

دربرآمدۂ مسجد نور اسٹینگر

مورخہ ۲۲/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۱/مئی ۲۰۰۴ء، بروز منگل مجلس بعد عشاء

نانی یاد آنے کے محاورہ کا مطلب

جناب یوسف ڈیسائی صاحب کی درخواست پر آج بعد عشاء کی مجلس مسجد نور میں رکھی گئی۔ مولانا مصطفٰی کامل صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار پڑھے جس کا ایک شعر ہے؂

گناہ کرنے سے آئے گی وہ پریشانی
کہ یاد آئے گی جس سے تجھے تری نانی

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ نانی یاد آنے کی وجہ میں بیان کرتا ہوں جو شاید آپ پہلی دفعہ سنیں گے کہ گناہ کرنے سے نانی یاد آنے کا کیا مطلب ہے؟ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ

www.khanqah.org

سے تعلق کمزور ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد ہماری جان کی جان ہے لہٰذا جب جان نکل جائے گی تو پریشانی کیوں نہ آئے گی؟ سارا عالم مل کر اس کی مدد کرے اور اس کے دل میں سکون پہنچانے کی کوشش کرے تو اللہ کے نافرمان کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اللہ کے ایک باغی کو دنیا اور آخرت میں کہیں چین نہیں مل سکتا اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ نانی یاد آگئی؟ اس لیے کہ اماں جب بچہ کو مارتی ہے تو بچہ سوچتا ہے کہ اب کس کو بُلاؤں؟ تو غور کرتا ہے کہ ماں کے اوپر نانی کا حق ہے۔ نانی اماں کو تھپڑ لگائے گی تو اماں مارنا چھوڑ دے گی تو اماں کی اماں کو بُلاتا ہوں کہ نانی اپنی بٹیا (بیٹی) کو روکو کہ مجھے مارنا بند کردے۔ نانی یاد آنے کی وجہ آج سمجھ میں آگئی؟ (سب نے کہا کہ آج پہلی دفعہ یہ وجہ سنی ہے پھر فرمایا کہ) لیکن اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے سامنے نانی بھی کچھ نہیں کرسکتی کیوں کہ ساری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز، محتاج اور حقیر ہے۔ اگر ایک اندھا دوسرے اندھے کو بُلائے تو اندھا اس کی مدد کرسکتا ہے؟ اللہ کے مقابلے میں پوری دنیا مدد نہیں کرسکتی۔ گناہ پر جرأت کرنا یہ حماقت، گدھا پن اور بے وقوفی ہے۔ گناہ گار کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرے، اللہ ہی سے رجوع کرے، اللہ کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت اللہ ہی ٹال سکتا ہے۔ کوئی طاقت ایسی نہیں جو اللہ کے عذاب کو ٹال دے۔

گناہِ بے لذت

مولانا مصطفی کامل نے جب حضرتِ والا کا یہ شعر پڑھا۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کچھ مزہ بھی نہیں
گناہ کرنے میں ہے سینکڑوں پریشانی

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ گناہ کی ابتدا ہی سے دل پر پریشانی کا عذاب آجاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو دل کی بات بھی جانتا ہے، دل کے اندر جو گناہ کا وسوسہ آتا ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔ گناہ کرنا تو درکنار گناہ کا خیال آجائے اور دل حرام لذت کا کوئی ذرہ چرالے تو عذاب کے جوتے دل پر برس جاتے ہیں چاہے بظاہر وہ کتنا ہی مسکراتا ہو لیکن دل میں عذاب محسوس کرتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے چین نہیں پاتا۔ کتنے لوگوں نے

www.khanqah.org

گناہ کرنے سے خودکشی کرلی، پہلے ویلیم Valuim -5 کھایا پھر ویلیم Valuim-10 کھایا لیکن چین نہ ملا تو آخر میں خودکشی کرلی۔ ری یونین میں سمندر کے کنارے خودکشی کرنے کی جگہ میں دیکھ آیا ہوں۔ وہاں فرانسیسی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ خودکشی کی جگہ ہے۔ حرام کاروں اور نافرمانوں نے خودکشی کی جگہیں بھی بنائی ہوئی ہیں کہ جب چین نہ ملے اور زندگی سے بے زار ہوجاؤ تو یہاں جان دے دو لیکن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ کا نافرمان کیسے بچ سکتا ہے۔ دنیا میں بھی بے چین رہا اور مر کے بھی بے چین رہے گا بلکہ دائمی بے چینی میں مبتلا ہوجائے گا۔ شاعر کہتا ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مَر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

گناہ وہی چھوڑتا ہے جس پر اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ وہ آدمی کبھی گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں پا سکتا جس پر خدا کی رحمت نازل نہ ہو، پس توبہ میں دیر نہ کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد آجائے اس لیے گناہوں سے جلد توبہ کرو، خون کے آنسو بہاؤ، دل سے نادم ہوجاؤ تب اللہ کی رحمت پاؤ گے۔ یہ نہیں کہ زبان سے توبہ توبہ کررہے ہیں اور حسین لڑکیوں کو دیکھے بھی جارہے ہیں اور کہہ رہے ہیں توبہ توبہ لاحول ولاقوۃ مولانا! ذرا دیکھیے تو کیا زمانہ آگیا۔ مولانا صاحب کو بھی دِکھا رہے ہیں، خود تو بدمعاش ہیں مولوی صاحب کو بھی بدمعاشی سکھارہے ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے ہوشیار رہو۔ ان کے چکر میں آکر دیکھنے نہ لگو۔

حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر فرمایا گیا

ارشاد فرمایا کہ شیطان سے نافرمانی ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام سے چوک ہوئی، وہ نافرمانی نہیں بھول تھی، نسیان ہوگیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا کہ عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ آدم علیہ السلام سے اپنے رب کا قصور ہوگیا۔ اس آیت کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا آدم علیہ السلام

بھول گئے تھے اور گناہ کے ارادہ کا ایک ذرہ بھی ان کے دل میں نہیں تھا۔ عَصٰٓی اٰدَمُ[۹۰] کے معنیٰ نَسِیَ اٰدَمُ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے نافرمانی نہیں کی تھی ان سے چوک ہوگئی تھی وہ بھول گئے تھے۔ وہ اہلِ قلم نادان، بے ادب اور جاہل ہیں جو عَصٰٓی اٰدَمُ کا ترجمہ نافرمانی سے کرتے ہیں جب کہ خود اللہ تعالیٰ عصیان کی تفسیر نسیان فرمارہے ہیں اور بے عقل لوگوں کی آنکھیں کھول رہے ہیں کہ ارے بے وقوفو! خبر دار! عَصٰٓی اٰدَمُ کا کہیں لفظی ترجمہ نہ کردینا۔ ہمارا کلام ہے، ہم عَصٰی کا ترجمہ خود نَسِیَ کررہے ہیں تو پھر تم کون ہو کہ اس کا ترجمہ نافرمانی کرو۔ اللہ تعالیٰ عَالِمُ السَّرَاۤئِرِ وَالْبَوَاطِنِ ہے، دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کا حال بیان کردیا کہ ان کا قلب بالکل مجلّٰی، بالکل مصفّٰی، بالکل مقدس، بالکل پاکیزہ تھا، وہ بھول گئے تھے، ان کے دل میں گناہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا، انہوں نے کوئی نافرمانی نہیں کی وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ یہ نَسِیَ کی اور تاکید ہے کہ نَسِیَ کو اگر تم نہ سمجھ سکو تو اب وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا سے سمجھ لو کہ گناہ کے ارادہ کا کوئی ذرہ، کوئی اعشاریہ، کوئی مادّہ ہم نے ان کے دل میں نہیں پایا، جب اپنے کلام کے معنیٰ خود اللہ تعالیٰ بیان کریں تو اس پر ایمان لانا فرض ہے۔ روح المعانی میں حضرت ابنِ زید سے منقول ہے کہ اِنَّ الْمَعْنٰی لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلَى الذَّنْبِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَخْطَأَ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ[۹۱] یعنی وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے ان کے دل میں گناہ کا کوئی ارادہ نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اپنے بندوں کو امتحان سے بچالیا ورنہ کتنے بندے نبی کو خطا کار سمجھ کر برباد ہوجائیں۔

اب سوال یہ ہے کہ نسیان کو اللہ تعالیٰ نے عصیان سے کیوں تعبیر کیا؟
جواب یہ ہے کہ بوجۂ حضرت آدم علیہ السلام کی علو مرتبت کے کہ بڑوں کی چوک کو بھی خطا سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ ان کی بڑائی کی علامت ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

---

۹۰ طٰہٰ: ۱۲۱

۹۱ روح المعانی: ۱۶/۲۷۰، طٰہٰ (۱۱۵)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

آدم علیہ السلام میرے اتنے پیارے اور اتنے مقرب ہیں کہ ان کی بھول کو بھی میں عصیان سے تعبیر کرتا ہوں۔

میرے شیخ اول حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تربیت مقصود تھی کیوں کہ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ میں جو شانِ عتاب ہے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ایسی شکستگی وندامت اور حزن وملال طاری ہوا اور آپ اس قدر روئے کہ تفسیر علی مہائمی میں ہے کہ آپ کے آنسوؤں سے چھوٹے چھوٹے چشمے پیدا ہوگئے اور دنیا میں جتنے خوشبو دار پھول ہیں وہ آپ کے آنسوؤں کے ان ہی چشموں سے پیدا ہوئے ہیں۔

غرض اس ندامت گریہ وزاری اور حزن وغم کی راہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدیت کے اس بلند مرتبہ پر پہنچادیا جہاں آپ کو تاجِ خلافت عطا ہونا تھا کیوں کہ علمِ الٰہی میں آپ خَلِیْفَةُ اللهِ فِی الْاَرْضِ بنا کر پیدا کیے گئے تھے لیکن یہ خلافت آپ کو گریہ وزاری وندامت کی راہ سے عطا ہوئی تھی کیوں کہ جو جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہے وہ اپنی معمولی سی چوک پر بھی اتنا نادم ہوتا ہے کہ غیر مقرب کھلی ہوئی نافرمانی پر بھی نہیں ہوتے اور اسی قُربِ خاص کی وجہ سے مقربین عارفین کی معمولی سی چوک پر گرفت بھی ہوجاتی ہے۔ پس چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام مقربِ بارگاہ تھے اور علمِ الٰہی میں خَلِیْفَةُ اللهِ فِی الْاَرْضِ تھے اس لیے آپ کے نسیان کو اللہ تعالیٰ نے عصیان سے تعبیر فرمایا اور اس تعبیر سے آپ پر جو ندامت و شکستگی اور گریہ وزاری طاری ہوئی اور رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔الخ کے کلمات القا ہوئے اور تربیت کی تکمیل ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی دوسری شان ظاہر ہوئی اور تعبیرِ عصیان کو تعبیرِ نسیان سے بدل دیا اور آپ کے ٹوٹے ہوئے دل پر فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کا مرہم رکھ دیا تاکہ آپ کارِ خلافت انجام دینے کے لیے سرگرم ہوجائیں۔

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور بزرگوں سے بھی سنا کہ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں یہ خاصیت ہے کہ جو ان کے ساتھ رہتا ہے اللہ والا بن جاتا ہے۔ ان کی صحبت میں یہ اثر کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ حکم ہے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کہ اللہ کے اخلاق کو اختیار کرو اور اللہ والے اس صفت سے متصف ہوتے ہیں، متخلق باخلاق اللہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں ایک صفت ہے جس کی خبر قرآنِ پاک نے دی ہے کہ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اللہ والے اس صفت کے مظہر ہوتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے ظاہر ہونے کی جگہ اولیاء اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو اپنی تجلّیِ اجتبا کا مرکز بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا جو ان کے پاس رہے گا اس کو بھی جذب مل جائے گا، وہ بھی اللہ کی طرف کھینچ جائے گا لیکن جذب کسی کو جلد اور کسی کو دیر سے ملتا ہے۔ سوکھی لکڑی جلد جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی دھواں دیتی رہتی ہے، دیر سے جلتی ہے، جو لوگ گناہوں کی زندگی گزار چکے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کو اللہ والا ہونے میں وقت لگے گا۔ اس میں شیخ کا قصور نہیں ہے، طالب کا اپنا قصور ہے، جو مریض بدپرہیزی کرے گا اس کا مرض کیسے اچھا ہو گا۔ ڈاکٹر لاکھ اچھی دوا دے لیکن اگر مریض چھپ چھپ کر بدپرہیزی کرتا ہے تو شفاء کیسے ہو گی۔ ڈاکٹر کا اس میں کیا قصور ہے۔ پہلے گناہ چھوڑو پھر اللہ کو پاؤ گے، گناہ چھوڑنا شرط ہے۔ دلیل اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود نفی فرما دی کہ ہمارا کوئی ولی نہیں مگر متقی بندے یعنی جو گناہوں سے بچتے ہیں۔ جو اللہ والوں کی صحبت میں رہتے ہیں اور اللہ والا بننا چاہتے ہیں لیکن نفس سے مغلوب ہو کر کبھی گناہ بھی سرزد ہو جاتا ہے لیکن پھر توبہ کرتے ہیں ایک دن ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی برکت سے جذب فرما لیتے ہیں۔ ان کو بھی جذب کی تجلی مل جاتی ہے لیکن جو لوگ اللہ کا ارادہ ہی نہیں کرتے اور ٹھان رکھا ہے کہ گناہ نہیں چھوڑنا ہے ان پر اللہ والوں کے جذب کی لہریں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جس کی بجلی کا کرنٹ لگا ہو تو جو اس کے پاس جاتا ہے اس کو بھی کرنٹ لگ جاتا ہے لیکن جو کرنٹ سے بچنا چاہتے ہیں وہ لکڑی کی کھڑاؤں پہن کر جاتے ہیں جس سے بجلی ان کو نہیں کھینچتی۔ اسی طرح جو گناہوں کی لکڑی

www.khanqah.org

پر پیر رکھے ہوئے ہیں اللہ والوں کی جذب کی بجلی ان کو نہیں لگتی اور وہ محروم رہتے ہیں۔ دنیا کی کرنٹ ہلاک کرتی ہے اور اللہ کے جذب کی کرنٹ حیات دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجذوب حیاتِ جاوداں پاجاتے ہیں۔

آخر میں حضرتِ والا نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اختر کو اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اللہ والا بنا کر جنتی بنادے اور جنت میں دخولِ اولین نصیب فرمادے اور دنیا کے ہر کافر کو ایمان دے کر جنتی بنادے۔ یہ نہ سوچو کہ جہنم کا پیٹ کیسے بھرے گا ہم ٹھیکیدار نہیں ہیں۔ جہنم جب کہے گی کہ میرا پیٹ نہیں بھرا تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلّی نازل فرمائیں گے جس سے جہنم کا پیٹ بھر جائے گا۔ لہٰذا آپ جہنم کے پیٹ بھرنے کی فکر چھوڑ دیجیے اور اَللّٰھُمَّ عَذِّبِ الْکَفَرَۃَ[۹۲] وہ اپنی جگہ پر ہے۔ موقعِ جہاد اور موقعِ قتال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کافروں کے لیے بددعا ثابت ہے جو کافر مسلمانوں سے لڑرہے ہیں یا آمادۂ جنگ میں ان کے لیے بددعا کرنا ثابت ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری امت پر زیادہ رحم دل ہوگا وہ مجھ سے زیادہ قریب ہے اور کفار بھی آپ کی امت میں ہیں، وہ لوگ امتِ دعوت ہیں اور مسلمان امتِ اجابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[۹۳] ہیں اور اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ[۹۴] ہیں، میری امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تو رحمت کا تقاضا کیا ہے؟ کہ جہنم کی آگ میں جلیں؟ ابھی جو زندہ ہیں وہ ایمان تو لاسکتے ہیں، ان کے ایمان کی دعا کرنا رحمت کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانانِ عالم کو ایمانِ کامل اور تقویٰ کامل نصیب فرمادے اور کافروں کو بھی ایمانِ کامل عطا کردے اور ان کو بھی جنتی بنادے۔ اے اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو خوش کردیجیے اگرچہ ہم آپ کو خوش نہیں کرسکتے، جیسا خوش کرنا چاہیے تھا لیکن آپ ہماری

---

[۹۲] الدعوات الکبیر للبیہقی:۵۵۸/۱،(۴۳۲)،باب القول والدعاء فی قنوت،غراس للنشر والتوزیع،الکویت

[۹۳] الانبیاء:۱۰۷

[۹۴] جامع الترمذی:۳۱۹/۲،ابواب المناقب،باب مناقب معاذ بن جبل،ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

خوشیوں سے بے نیاز ہیں، آپ کو خوشیوں کی حاجت نہیں مگر ہم کمزور ہیں، عاجز ہیں، ضعیف ہیں آپ کی رحمتوں کے اور آپ کی خوشیوں کے محتاج ہیں۔ آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو کون کرے گا لہٰذا آپ اپنی رحمت سے ہم کو خوش کر دیجیے اور جنتی بنا دیجیے تمام مسلمانوں کو جنتی بنا کر خوش کر دیجیے اور ساری دنیا کے کافروں کو ایمان عطا عطا فرما کر خوش کر دیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ [۹۵]

اس کے بعد حضرتِ والا یوسف ڈیسائی صاحب کے گھر واپس تشریف لائے اور جملہ احباب بھی واپس ہوئے۔ ایک نئے صاحب نے حضرتِ والا کو قبلہ و کعبہ کہہ کر مخاطب کیا تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو لفظ قبلہ و کعبہ کسی انسان کے لیے حتیٰ کہ اپنے بڑوں کے لیے بھی مت استعمال کرو۔

ایک صاحب کا تعارف کرایا گیا کہ یہ بزنس مین ہیں۔ حضرتِ والا نے اپنی فطری خوش طبعی سے مزاحاً فرمایا کہ بزنس مین کے معنیٰ ہیں جس کی نَس نَس بزی ہو۔

بیویوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا عملی سبق

ارشاد فرمایا کہ حرم میں پہنچا ہی تھا کہ میرے بیٹے مولانا مظہر میاں سلمہٗ کا فون آگیا کہ والدہ صاحبہ کو فالج کا سخت حملہ ہوا ہے۔ میں نے اسی دن عمرہ کیا اور فوراً ٹیکسی کی اور ہم تین آدمی یعنی میں، میر صاحب اور شمیم صاحب مدینہ شریف روانہ ہوگئے اور مغرب کے قریب مدینہ منورہ پہنچے۔ صلوٰۃ و سلام پڑھ کر فوراً واپس ہوئے اور رات گیارہ بجے جدہ پہنچے اور ایک بجے والے جہاز سے کراچی واپس ہوگئے۔ ایک ہی دن میں عمرہ بھی کیا اور مدینہ منورہ میں حاضری بھی دی۔ بیوی بھی خوش ہوگئی۔ سب سے کہنے لگیں: میری وجہ سے جلدی آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے اس عمل کو قبول فرمالے۔ میرے دوستوں نے کہا کہ تمہارے اس عمل سے ہمیں بہت سبق ملا کہ

---

[۹۵] البقرۃ:۱۲۷

www.khanqah.org

بیوی کے ساتھ ہمیں کیسے پیش آنا چاہیے اور یہ کہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کی صرف تقریر نہیں ہے عمل کرکے دکھایا۔

حدیث اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ کی مختصر تشریح

رات کافی ہوگئی۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اب سب لوگ جاکر سوجائیں اور مولانا رومی کا یہ شعر پڑھا۔

شب ز زنداں بے خبر زندانیاں
شب ز دولت بے خبر سلطانیاں

رات کو سویا ہوا قیدی اپنے کو قید خانہ سے آزاد سمجھتا ہے اور جو بادشاہ سورہا ہے اس کو خبر نہیں کہ سلطنت میری ہے۔ سونے کے بعد بادشاہ اپنی سلطنت سے بے خبر ہوجاتا ہے، اس میں اور مسکین میں کوئی فرق نہیں ہوتا، اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ میں کون ہوں، بادشاہ ہوں یا قیدی اور نیند کے بعد قیدی قید خانے سے بے خبر ہوجاتا ہے، اُسے کچھ خبر نہیں ہوتی کہ میں آزاد ہوں یا قید میں ہوں۔ حدیثِ پاک میں ہے اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ نیند موت کا بھائی ہے۔ اصلی اور اس کے بھائی میں فرق یہ ہے کہ نیند میں آدمی سوکر اُٹھتا ہے، موت میں مرکر اُٹھے گا۔ نیند کو اللہ تعالیٰ نے حشر کی دلیل بنایا ہے کہ تم سمجھ لو کہ جس طرح سوکر بیدار ہوگئے اس طرح مرکے جینا ہے اور جی کر حساب دینا ہے۔

حضرتِ والا کا بچپن اور ولایتِ خاصہ کے آثار

اس کے بعد حضرتِ والا سونے کے لیے اپنے کمرے میں تشریف لائے۔ رات کا ایک بج رہا تھا، کچھ خاص لوگ اب بھی موجود تھے جن سے حضرتِ والا گفتگو فرمارہے تھے۔ دورانِ گفتگو فرمایا کہ میں پانچ سال کا تھا، اپنے پیروں سے چل نہیں سکتا تھا، بیمار رہتا تھا۔ بہن گود میں اُٹھاکر مسجد میں دم کرانے لائی۔ مسجد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ امام صاحب جب دم کرنے آئے تو ان کی داڑھی اور لمبا کرتا دیکھ کر میں بہت خوش ہوا، امام صاحب مجھے اللہ والے معلوم ہوئے۔ یہ پانچ

www.khanqah.org

سال کی عمر کی بات ہے۔ جب میں پندرہ سولہ سال کا ہو گیا اور حکمت پڑھنے لگا تو معلوم ہوا کہ امام صاحب حافظ ابوالبرکات صاحب تھے جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ میں پھر ضلع سلطان پور کے اسی محلہ کی مسجد میں گیا اور ان سے کہا کہ مجھے مرید کر لیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا خلیفہ تو ہوں مگر میرے خلافت نامہ میں للعوام لکھا ہوا ہے یعنی عام لوگوں کے لیے اور آپ عوام میں نہیں ہیں۔ معلوم نہیں انہوں نے کیا دیکھا حالاں کہ اس وقت میں طبیہ کالج میں پڑھتا تھا، مولوی بھی نہیں ہوا تھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جگہ سے جوڑ دے۔ پانچ سال کے بچہ کا مسجد دیکھ کر خوش ہونا اور اللہ والوں کو دیکھ کر خوش ہونا کیا یہ علامتِ جذب نہیں ہے؟ پھر میں جب دس سال کا ہوا اور مڈل کے درجۂ پنجم میں پڑھنا شروع کیا تو جنگل کی مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا جہاں سناٹا تھا، کوئی نہیں ہوتا تھا۔ پھر جب طبیہ کالج میں پڑھتا تھا تو وہاں ایک مسجد تھی جو جناتوں کی مسجد مشہور تھی، وہاں لوگ جاتے ہوئے ڈرتے تھے، میں اسی مسجد میں جاتا تھا اور مناجات پڑھ کر خوب روتا تھا۔ یہ بالغ ہونے سے پہلے کے حالات تھے۔ بچپن ہی سے آسمان اور زمین دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا کہ یا اللہ! آپ نے کیسا آسمان بنایا، کیسی زمین بنائی۔ ان حالات سے میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچپن ہی سے کھینچ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ میری باتوں اور میری تقریروں میں جذب کا اثر ہو جاتا ہے۔ ابھی تک سمندر کو دیکھتا ہوں تو حیرت میں پڑ جاتا ہوں کہ اللہ اکبر! آپ نے اتنا پانی پیدا کیا، سمندر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پہچان بڑھتی ہے۔ یہ سب باتیں جذب کی علامت ہیں مگر ان پر بالکلیہ یقین بھی نہیں کرنا چاہیے، اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اپنے راستہ سے نہ ہٹنے دیجیے۔

عشقِ حقیقی اور مجازی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تذلل اور پستی اختیار کرو اور سجدے میں گر جاؤ تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور دنیوی معشوقوں کی خوشامد کرو، ان کے پیر پر گر جاؤ تو ناراض ہوتے ہیں کہ تم میرا پاؤں کیوں چومتے ہو مثلاً کوئی کسی اَمرد

لڑکے کے پیر پر گر جائے اور اس کے پاؤں کا بوسہ لے لے تو وہ گالیاں دیتا ہے کہ خبیث شیطان! میں کوئی تیری بیوی ہوں یا کوئی لڑکی ہوں؟ تو میرے ساتھ بدمعاشی کرنا چاہتا ہے خبیث کہیں کا شیطان۔ اگر اللہ والا لڑکا ہے تو یہی کہے گا۔ اور اگر طاقتور بھی ہو تو کہے گا: مردود! ذرا کھڑا رہ، مارے جوتوں کے تیرا دماغ شل کر دوں گا۔ اگر کوئی تگڑا معشوق ایک گھونسہ مار دے تو عاشق صاحب کی ناک سے خون بہنے لگے۔ اسی طرح لڑکی بھی عشق کے جواب میں سر پر جوتے لگاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ذلت ہی ذلت اور عذاب ہی عذاب ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ سے محبت کرو تو اس کی بڑی قدر فرماتے ہیں اور مخلوق میں بھی اس کو محبوب کر دیتے ہیں اسی لیے اللہ کے عاشقوں کے جوتے اٹھائے جاتے ہیں اور دنیوی عاشقوں کے سر پر جوتے پڑتے ہیں۔

مؤرخہ ۲۲؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۲؍مئی ۲۰۰۴ء بروز بدھ بمقام اسٹینگر

تعلیمِ احتیاط

سوا گیارہ بجے صبح حضرتِ والا حسبِ معمول سیر کے لیے سمندر کے کنارے تشریف لے گئے۔ بعض لوگ سمندر میں تیرنے کی اجازت مانگنے کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ سمندروں کی لہروں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، کوئی بڑی لہر آگئی اور بہالے گئی تو کیا ہوگا۔ آئے دن اخبار میں پڑھتے ہو کہ سمندر میں نہانے گئے اور سمندر کی لہریں اٹھالے گئیں۔ باندازِ مزاح فرمایا کہ جب لہر آتی ہے تو نہانے والے کو اطلاع نہیں کرتی کہ میں آرہی ہوں، کنارے بھاگ جاؤ، اچانک آتی ہے اور جاتی ہے تو زمین سے مٹی نکال لے جاتی ہے اور پیر اُکھڑ جاتے ہیں۔ ہم اپنے دوستوں کی جان کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے، بزرگ شاعر حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

بہ دریا در منافع بے شمار است
اگر خواہی سلامت بر کنار است

دریا میں اگرچہ منافع بے شمار ہیں لیکن سلامتی چاہتے ہو تو کنارے رہو۔ بڑے بڑے تیراکوں کو سمندر بہالے گیا جو تیراکی کے ماہر تھے مگر سمندر کی لہروں کے سامنے سب

قوت اور مہارت بے کار ہو گئی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کام میں ننانوے فی صد امن ہو لیکن ایک فیصد خطرہ ہو تو ایک فی صد کا خطرہ مول مَت لو۔ ممکن ہے کہ وہی گھڑی مصیبت کی ہو اور ایک فی صد خطرہ سامنے آجائے۔

علاجِ تکبر اور تعلیمِ فنائیت

ارشاد فرمایا کہ کسی منکرِ خدا سائنس دان کو جو سائنس پر ناز کر کے خدا کا انکار کرتا ہے سمندر کے بیچ میں لے جا کر سمندر میں ڈال دو تو چلّائے گا اور منہ سے نکلے گا اومائی گاڈ! (O! My God)۔ معلوم ہوا کہ بندے کی فطری پکار اے خدا، اے میرے مالک ہے۔ خدا کا انکار کرنے والے بے وقوف لوگ ہیں، گدھے ہیں، عقل سے ناآشنا ہیں ورنہ کیا دیکھتے نہیں کہ اتنا پانی کون پیدا کر سکتا ہے۔ دیکھو جہاں تک نظر جا رہی ہے پانی ہی پانی ہے لٰہذا بڑے سے بڑا سرکش اور منکرِ خدا جب مصیبت میں گھرتا ہے تو خدا ہی یاد آتا ہے لیکن کافروں کو دیکھ کر ان پر حقارت کی نظر مت ڈالو کیوں کہ ابھی زندہ ہیں، ابھی ایمان عطا ہو سکتا ہے۔ مومنِ کامل وہ ہے جو ہر مسلمان سے اپنے کو کمتر سمجھے فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر سمجھے فی المآل۔ یہ حکیم الامت تھانوی کا ارشاد ہے کہ تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال یعنی موجودہ حالت میں تمام مسلمانوں سے میں کمتر ہوں کیوں کہ کوئی مسلمان بے نمازی ہے، داڑھی منڈاتا ہے لیکن ممکن ہے کہ اس کا کوئی عمل ایسا ہو گیا ہو جو اللہ کے یہاں قبول ہو گیا ہو اور اس کی وجہ سے اس کا کام بن جائے اور ہمارا کوئی عمل ایسا ہو گیا ہو جو اللہ کو ناپسند ہو گیا ہو اور اس کی وجہ سے ہماری پکڑ ہو جائے یا نعوذ باللہ! سوئے خاتمہ ہمارے لیے مقدر ہو گیا ہو، ایمان نام ہے بین الخوف والرجا کا۔ خوف اور امید کے درمیان میں رہو، دعویٰ مت کرو کہ ہم بڑی اچھی تقریر کرتے ہیں، ہم بڑے مصنف ہیں، ہمارے اندر یہ اور وہ خوبیاں ہیں، اللہ ہم کو ضرور جنت دے گا، اللہ سے ڈرو، دعویٰ نہ کرو، خوف اور امید کے درمیان میں رہو۔ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ایمان پر خاتمہ ہو جائے تب خوشیاں مناؤ۔ جس وقت روح نکل رہی ہو اس وقت بھی شیطان دِل میں

www.khanqah.org

ڈال سکتا ہے کہ تم اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں جاؤ گے۔ اس وقت بھی ہوشیار رہو شیطان مردود ہماری نظر اللہ کی رحمت سے ہٹا کر ہمارے عمل کی طرف کر سکتا ہے۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان کوئی عبادت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ نبی بھی نہیں کر سکتا۔ انبیاء نے بھی ہتھیار ڈال دیے:

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ وَمَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ[۹۶]

ہم آپ کو نہیں پہچان سکے جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا، ہم آپ کی عبادت نہیں کر سکے جیسا کہ عبادت کا حق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے ہم لوگ محدود ہیں تو محدود غیر محدود کی عظمت کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی رحمت سے سب کی مغفرت ہوگی۔ یاد رکھو کہ کسی قابلیت، کسی کا حسنِ تقریر یا حسنِ تحریر اور ہر کمال اللہ کی عظمتوں کے سامنے ہیچ ہے۔ اپنی عبادت کو نعمت تو سمجھو کہ اللہ نے توفیق دی، اللہ کا شکر ادا کرو لیکن ناز نہ کرو کہ میں نے بڑا کام کر دیا۔ اللہ کی عظمت کے سامنے ہماری کسی عبادت، کسی خوبی، کسی تقریر، کسی تحریر کی اتنی نسبت بھی نہیں جتنی سمندر کے سامنے قطرہ کو ہے۔

پس اگر ایمان سلامت لے جانا ہے تو یہ عقیدہ راسخ کر لو کہ میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل۔ اسی عقیدہ پر اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔ اور مغفرت عمل سے نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سب بخشے جائیں گے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی۔ جب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سب کی بخشش اللہ کی رحمت سے ہوگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! آپ کی بھی؟ فرمایا: ہاں میری بھی رحمت ہی سے بخشش ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت غیر محدود ہے۔ ہماری طاقتیں محدود ہیں چاہے نبی ہو چاہے امتی ہو لہٰذا اللہ کی عظمت کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کچھ کام لے لیں، نام ہمارا کر دیں کام خود بنا دیں اور اپنی رحمت سے بخش دیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت غفور اور صفتِ

---

۹۶ روح المعانی: ۴/۹۷، اٰل عمرٰن (۱۴۵)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

رحیم کے صدقے میں ہماری بخشش ہوگی۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ [۹۷] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جنت میں ہم جو تمہارا اکرام کریں گے وہ مہمانی ہے غفور رحیم کی طرف سے جو تمہارے گناہوں کو بخش دے گا تاکہ تمہیں شرمندگی نہ ہو مجرم کا جرم معاف نہ کرے اور محسن اس کو کھانا بھی کھلائے تو مجرم شرمندہ رہتا ہے، اس کو کھانے میں مزہ نہیں آتا تو غفور فرماکر اللہ تعالیٰ نے ہماری شرمندگی دور فرمادی کہ غفور نے تمہارے جرائم معاف کردیے، اب تم کو پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں، اب شرمندگی سے مت کھاؤ پیو اور رحیم فرماکر بتادیا کہ میری رحمت سے کھاؤ پیو، یہ تمہارے عمل کا بدلہ نہیں ہے، میری رحمت کا صلہ ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا [۹۸] کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں جو کہہ رہا ہوں کہ یہ تمہارے اعمال کی جزاء ہے تو یہ جزاء فرمانا بھی میری عطا ہے ورنہ تمہارے اعمال ہمارے قابل کہاں ہیں۔ جیسے بادشاہ کے محل کے لیے کوئی چمار اپنا سڑا گلا بانس لے جائے کہ حضور! اسے محل کی تعمیر میں قبول فرمالیجیے اور بادشاہ اسے قبول فرمالے اور اُسے خوش کرنے کے لیے انعام بھی دے اور کہے کہ یہ تمہارے بانس کا بدلہ یعنی جزاء ہے تو بادشاہ کا یہ جزاء فرمانا بھی اس کی مہربانی اور عطا ہے۔ اسی طرح جنت کو ہمارے اعمال کی جزاء فرمانا بھی ان کی عطا ہے، احسان ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود شان کے سامنے ہمارے اعمال کی کیا حقیقت ہے۔

اللہ والوں سے اور اللہ والوں کے غلاموں سے یہی فنائیت سیکھی جاتی ہے۔ ورنہ شیطان نفس کے سامنے کمالات دکھاتا ہے کہ تم نے آکسفورڈ یونی ورسٹی میں ایسی عمدہ تقریر کی، فلاں کالج میں ایسی کی، فلاں رسالہ میں ایسا مقالہ لکھا، غرض تمہارے سامنے اعمال پیش کرتا ہے اور اللہ کی عظمتوں کو نظروں سے روپوش کرتا ہے تاکہ یہ دھوکا کھا جائے اور اس کے دل میں بڑائی آجائے۔ اپنے کو مٹانے کی یہ دولت صرف اللہ والوں کے پاس جانے سے ملتی ہے۔ اللہ والے ہماری حقیقت سے پردہ اُٹھادیتے ہیں کہ

۹۷؎ حٰمٓ السجدة:۳۲

۹۸؎ النبأ:۳۶

www.khanqah.org

تمہارے پیٹ میں گُو بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وضو سے ظاہری اعضاء دُھلا کر اپنے سامنے کھڑا کر لیتے ہیں ورنہ ہم اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے کھڑے ہو سکیں؟ جب کہ پیٹ میں پاخانہ، ریاح اور پیشاب بھرا ہوا ہے۔

محض تحصیلِ علوم کافی نہیں

ارشاد فرمایا کہ بہت سے لوگوں کو ملفوظات بہت یاد ہیں مگر گناہوں میں مبتلا ہیں اس لیے اپنی علمی قابلیت پر ناز نہ کرو، ملفوظات نوٹ کرنا آسان ہیں لیکن حسینوں سے نظر بچانا، گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ گناہوں سے نہیں بچتے اور شیخ کے ملفوظات سب یاد ہیں تو یہ شخص کتنا محروم ہے کہ علوم کے رکھتے ہوئے اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ملفوظات بیان کرنے سے، تقریر کرنے سے، تصنیف و تالیف سے اپنے کو بڑا مت سمجھو۔ بڑے آدمی ہوتے تو متقی ہوتے۔ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا ہی بڑا ولی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سب متقی ہیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ [99] مگر تقویٰ کلی مشکک ہے اپنی حالت پر شرمندہ رہو۔ یہ نہ سمجھو کہ میں نے ملفوظات بیان کر دیے یا عمدہ تقریر کر دی یا کوئی بہت اچھی تالیف ہو گئی تو میری برتری ثابت ہو گئی۔ بعض دفعہ ملفوظات لکھنے والے محروم رہ گئے اور غیر عالم اور ملفوظات نہ لکھنے والے بوجہ تقویٰ کامیاب ہو گئے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری فرماتے تھے کہ ہر متکبر احمق ہوتا ہے جو جتنا احمق ہوتا ہے اتنا ہی متکبر ہوتا ہے ورنہ عقل کا تقاضا ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے کیسے اپنے کو اچھا سمجھتے ہو۔ بعض پڑھے لکھے ہونے کے باوجود گناہوں میں مبتلا ہیں اور جاہل جٹ ان سے اچھے ہیں۔ اس لیے ملفوظات لکھنے کو، ملفوظات رٹنے کو، اپنے علوم کو برتری کا سبب نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا اِنْ اَوْلِيَآءُهٗ اِلَّا حٰفِظُوْنَ لِلْمَلْفُوْظَاتِ اولیاء اللہ وہ نہیں ہیں جو ملفوظات بہت یاد رکھتے ہوں، یا تہجد بہت پڑھتے ہو یا اشراق بہت پڑھتے ہوں۔ فرماتے ہیں: میرے اولیاء وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے

---

[99] الانفال: ۳۴

www.khanqah.org

ہیں۔ حرام خواہشات سے بچتے ہیں، دل کا خون پیتے ہیں، دل کا خون پینا اللہ کے شیروں کا کام ہے، یہ ہیجڑوں کا کام نہیں ہے۔ اب ہر شخص اپنی حالت کو دیکھ لے کہ وہ کتنا گناہوں سے بچتا ہے۔ گناہوں سے بچنے سے ولایت ملتی ہے، ملفوظات نوٹ کرنے سے نہیں۔ یہ شیخ پر فرض ہے کہ وہ مواقعِ کبر اور مواقعِ بڑائی کی نفی کرتا رہے، مربی پر فرض ہے کہ وہ نگرانی رکھے کہ کسی کے نفس میں ایک ذرّہ، ایک اعشاریہ بڑائی نہ آنے پائے۔ اپنے کو پاک باز مت سمجھو **فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ** اپنے نفس کو مزکّٰی مت سمجھو لیکن اپنا تزکیہ کرو **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا** وہ فلاح پا گیا جو گناہوں سے پاک ہو گیا۔ اللہ کو راضی کرنا کوئی معمولی نعمت ہے؟ بس جب دل میں بڑائی آئے تو اپنے گناہوں کو یاد کر لو۔ گناہوں کا کرنے والا اپنے کو انعام کا مستحق سمجھے گا؟ گناہ گار کا انعام کیا ہے؟ کہ جوتے نہ پڑیں، اللہ اس کی سزاؤں کو معاف کر دیں، عذاب نہ دیں، بس کبر سے اپنے کو بری رکھو، بہت خطرناک بیماری ہے۔ غیر شعوری طور پر آدمی میں تکبر آجاتا ہے کہ میں بہت بڑھیا آدمی ہوں۔ اپنے کو ہر ایک سے کمتر سمجھو۔ جس کو ہم برا سمجھتے ہیں اور وہ بے نمازی ہے، داڑھی منڈاتا ہے لیکن ممکن ہے اس کا کوئی عمل اللہ کے یہاں قبول ہو اور وہ بخش دیا جائے اور ہمارے کمینہ پن سے کوئی ایسا عمل ہو گیا ہو کہ اللہ ہم کو پکڑ لے۔ اس لیے خوف اور امید کے درمیان رہو نہ اتنا خوف کرو کہ مایوسی طاری ہو جائے کیوں کہ مایوسی تو جب ہو کہ ہمارے گناہوں سے اللہ کی رحمت اور مغفرت کا دائرہ کم ہو۔ اللہ کی رحمت اور مغفرت غیر محدود ہے۔ نفس کو مٹاتے رہو، اکڑو مت، جو گناہ ہو گئے ان پر نادم رہو مگر اللہ کی رحمت سے امیدوار بھی رہو۔ **اَللّٰهُمَّ اِنَّ رَحْمَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ**[۱۰۰] اے اللہ! آپ کی رحمت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے۔

تقدیر کے متعلق ایک اشکال کا جواب

سامنے سمندر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دیکھو تا حدِّ نظر پانی ہی پانی ہے۔ اگر دنیا بھر کے سائنسدان جمع ہو جائیں اور بین الاقوامی ایجنڈا پیش کریں کہ اتنا پانی پیدا کرنا ہے

[۱۰۰] التفسیر المظہری: ۱/۴۵، النساء (۳۱)، مکتبۃ الرشد

www.khanqah.org

تو کیا کر سکتے ہیں؟ ساری کائنات میں اللہ کی اتنی نشانیاں ہیں کہ کافروں پر بھی حجت ہیں اور کافروں کو بھی ایمان لانا فرض ہے۔ کافر اسی لیے پکڑے جائیں گے کہ نشانیاں تو خود اللہ کے وجود کی دلیل ہیں۔ اللہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے میری نشانیاں نہیں دیکھی تھیں، میری نشانیاں دیکھ کر تم کیسے کافر رہے؟ پندرہ سال میں بالغ ہونے کے بعد ہر انسان میں اتنی عقل ہو جاتی ہے کہ وہ زمین آسمان، چاند سورج، سمندر پہاڑ وغیرہ بے شمار نشانیاں دیکھ کر اللہ پر ایمان لا سکتا ہے۔ اب تو ریڈیو سے تمام دنیا میں اذانیں رہے ہیں اور ہر کافر یہ جانتا ہے کہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ صرف دینِ اسلام میں نجات ہے، اسلام کے علاوہ جو دوسرا دین اختیار کرے گا جہنم میں جائے گا۔ لہٰذا ان کے ذمہ فرض ہے کہ تحقیق کریں۔

اب اگر کوئی کہے کہ جو کافر کے گھر پیدا ہوا اس کو ایمان لانا مشکل ہو گیا اور جو مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا وہ مسلمان ہو گیا تو جو کافر کے گھر پیدا ہو اس کا کیا قصور ہے؟ جواب یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ایک عدل ہے۔ جس کو مسلمان کے گھر پیدا کیا وہ اللہ کا فضل ہے اور جس کو کافر کے گھر پیدا کیا وہ اللہ کا عدل ہے۔ عدل کیا ہے؟ کہ کافر کا بچہ جب تک بالغ نہیں ہو جاتا اس پر ایمان لانا فرض نہیں۔ کیوں کہ بالغ ہونے سے پہلے اس کی عقل اس مقام پر نہیں پہنچی کہ اللہ کو پہچان سکے چناں چہ بالغ ہونے سے پہلے کافروں کے جو بچے مر جائیں گے وہ جنت میں جائیں گے۔ عدل کے اعتبار سے کافروں کو ایمان لانا پندرہ سال کے بعد یعنی بالغ ہونے کے بعد فرض کیا کہ اب تمہاری عقل اس قابل ہو گئی کہ مجھ پر ایمان لا سکے لہٰذا اب میری نشانیاں دیکھو، آسمان دیکھو، سورج دیکھو، چاند دیکھو، سمندر دیکھو، پہاڑ دیکھو اور مجھ پر ایمان لاؤ کہ کوئی ذات ہے جو قادرِ مطلق ہے، جس نے ان کو پیدا کیا کیوں کہ کوئی چیز بغیر پیدا کرنے والے کے وجود میں نہیں آسکتی۔

تو کافروں پر عدل ہے اور ہم پر فضل ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا کر کے ایمان لانا آسان کر دیا اور فضل عدل کے خلاف نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آپ نے دو مزدور رکھے اور وعدہ کیا کہ ہم دونوں کو مزدوری کے پچاس پچاس رین دیں گے اور حسبِ وعدہ شام کو دونوں کو پچاس پچاس رین دے دیے تو یہ عدل ہے اور ایک مزدور کو آپ نے کہا

www.khanqah.org

کہ لو سو رین کی ایک گھڑی بھی لے لو تو پہلا مزدور یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ گھڑی دینا عدل کے خلاف ہے۔ عدل کے خلاف تب ہوتا کہ جو مزدوری طے کی گئی تھی وہ نہ دی جاتی، پچاس رین تو دونوں کو دیے گئے لیکن ایک مزدور کو جو انعام دیا یہ فضل ہے جو عدل کے خلاف نہیں۔ اسی طرح کافر اور مومن دونوں کو عقل برابر دی کہ عقل سے وہ اللہ پر ایمان لاسکتے ہیں یہ عدل ہے لیکن جس کو مسلمان کے گھر پیدا کیا گیا اور ایمان لانا اس کے لیے آسان کردیا یہ فضل ہے جو عدل کے خلاف نہیں۔ عدل کے خلاف جب ہوتا کہ دونوں کو عقل برابر نہ دی جاتی۔ جس کو مومن کے گھر میں پیدا کیا وہ فضل کے تحت ہیں اور جس کو کافر گھر میں پیدا کیا وہ عدل کے تحت ہیں، ان کے پاس اتنی عقل ہے کہ جس سے وہ اللہ پر ایمان لاسکتے ہیں لیکن باجود استعداد کے ایمان نہیں لاتے اسی لیے مجرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ

ارشاد فرمایا کہ گناہ سے ایسے ڈرو جیسے سانپ سے ڈرتے ہو، گناہ سے بچنے میں جان کی بازی لگادو لیکن اگر کبھی مغلوب ہو جاؤ تو اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہو، گناہ سے منہ کالا کرنے والے اللہ سے توبہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں وہ گناہوں کو معاف بھی کردیں گے اور منہ کو اجالا بھی کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں۔ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے بڑے قاتل اور کتنے بڑے مجرم تھے۔ اللہ نے ان کو ایمان عطا فرمادیا اور ان سے ایک بہت بڑا کام لے لیا۔ گناہ گار بندہ اگر سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایسے کام لے لیتے ہیں جس سے اس کی آبرو بحال ہوجاتی ہے۔ چناں چہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے اتنا بڑا کام لیا کہ مسیلمہ کذاب کو ان کے ہاتھوں سے قتل کرایا۔ اس کے قتل کے بعد فرمایا: **قَتَلْتُ فِیْ جَاھِلِیَّتِیْ خَیْرَ النَّاسِ وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ فَتِلْکَ بِتِلْکَ**[۱۰۱] میں نے اپنی جاہلیت کے ایام میں **خَیْرُ النَّاس** یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور میں نے اسلام کی حالت میں **شَرُّ النَّاس** یعنی مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔

---

[۱۰۱] روح المعانی: ۱۶۱/۶، المائدۃ (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہم سے ایسے عزت کے کارنامے لے لے جس سے ہمارا منہ بھی اجالا ہوجائے۔

لُطفِ صحرا نوردی اور دریا میں دعا کا مزہ

دورانِ گفتگو حضرتِ والا نے تقریباً ۳۵ سال پہلے کا واقعہ بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے ہم لوگ کراچی سے چالیس میل دور ایک جنگل میں گئے جہاں ایک مسجد تھی اور بڑی سی ایک نہر تھی ہم اسی کے کنارے ٹھہر گئے۔ وہیں ہم لوگ صبح و شام ذکر کرتے تھے۔ وہاں کوئی آبادی نہیں تھی، ایک بڑا سا کے ڈی اے کا پائپ پڑا ہوا تھا، جب دھوپ تیز ہوجاتی تھی اور گرمی لگتی تھی تو اسی پائپ میں جاکر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک ہفتہ وہاں رہے۔ فجر کے بعد میری تقریر شروع ہوئی تو ظہر تک جاری رہی، تقریباً سات گھنٹے کسی کو نہ چائے یاد آئی نہ ناشتہ یاد آیا۔ نہر سے مچھلی کا شکار کیا، اسٹوو ساتھ تھا، اسٹوو پر گرم گرم مچھلی تلی گئی، دو میل پر ایک ہوٹل تھا، وہاں سے روٹی منگائی اور کھاکر پائپ میں ہی آرام کیا۔ دریا میں غوطہ لگاکر ہم لوگ نہاتے تھے اور پانی میں دعا کرتے تھے کیوں کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر پیٹ میں حرام غذا ہو اور جسم پر حرام لباس ہو تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، چاہے کتنا ہی گڑ گڑائے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا کہ کمر تک پانی میں گھس جاؤ لیکن سمندر میں نہیں، دریا میں نہاؤ اور اتنا پانی ہو کہ ڈباؤ نہ ہو، کپڑے کنارے پھینک دو اور غوطہ لگالو اور پانی پی بھی لو اب پیٹ میں آسمان کا برسا ہوا حلال پانی اور جسم پر پانی کا حلال لباس اب جو دعا مانگو گے اللہ قبول کرے گا۔ روزانہ ہم لوگ پانی سے غسل کرکے پانی کی غذا اور پانی کے لباس میں دعا مانگتے تھے۔ یہ عمل مجھے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا اور فرمایا کہ یہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا عمل ہے۔

مورخہ ۲۳/ ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۱۲/ مئی ۲۰۰۴؁ء، بروز بدھ، بعد مغرب

مجلس بَر مکان جناب یوسف ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

عشقِ مجازی کی ذلت اور عشقِ حقیقی کی شرافت

ارشاد فرمایا کہ جتنے عاشقِ مجاز ہیں ان سے بڑا بے وقوف اور احمق میں نے کوئی نہیں پایا کیوں کہ جس معشوق پر فدا ہوتے ہیں پھر اسی معشوق سے کتراتے پھرتے ہیں، اس کی طرف دیکھتے بھی نہیں اور اس سے بات بھی نہیں کرتے۔ جس کو روزانہ بریانی اور پلاؤ کھلا رہے تھے اس کو دیکھ کر سوکھی روٹی بھی دینے کو تیار نہیں۔ ان کی زندگی پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ یہ عاشقِ مجاز تو مر کے بھی چین نہیں پاتے۔ بس اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو اور ہر مسلمان کو اس عذاب سے پناہ میں رکھے۔ عشقِ مجازی میں زندگی ضایع ہوتی ہے۔ کیوں کہ محبوبانِ مجازی سب فانی ہیں۔ محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی محبت کے قابل ہی نہیں یا جو لوگ محبت کے قابل ہیں وہ اللہ والے ہیں کیوں کہ اللہ کی محبت ان سے ملتی ہے اس لیے ان کی خدمت کی جاتی ہے۔ بغیر اللہ والوں کی محبت کے اللہ تعالیٰ کا ملنا ناممکن ہے۔ بزرگوں کا اس پر اجماع ہے، صوفیا کا بھی اور علماء کا بھی کہ اللہ والوں کی صحبت ہی سے نفس فنا ہوتا ہے، چاہے جلدی یا دیر سے، یہ اپنی اپنی صلاحیت پر ہے۔ سوکھی لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی سُوں سُوں کرتی ہے اور بہت دیر کے بعد اس میں آگ لگتی ہے۔ مگر اللہ والوں کی صحبت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اگر کوئی بزرگ بہت مشہور ہے اور طالب پوچھتا ہے کہ یہ کس کے صحبت یافتہ ہیں لیکن اگر یہ پتا چلے کہ کسی کے صحبت یافتہ نہیں ہیں تو آدمی کا اعتقاد ختم ہو جاتا ہے کیوں کہ کسی اللہ والے کی صحبت کے بغیر اللہ نہیں ملتا۔ اللہ والوں کی محبت اللہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہی محبت قائم رہتی ہے، دنیاوی محبت قائم نہیں رہتی۔ میرا شعر ہے؎

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا

بھاگ نکلے میر بڈھے حُسن سے

دنیاوی محبت چند دن کی ہوتی ہے۔ جسے عشق کرنے کا شوق ہے تو ایسا معشوق ڈھونڈ کے لاؤ جس کا حسن ہمیشہ رہے مثلاً پندرہ سال کا لڑکا ہے، بہت حسین جس کو دیکھ کر مست ہو رہے ہیں لیکن جب پچیس سال کا ہوگیا پھر تیس برس کا ہوگیا پھر چالیس سال کا ہوگیا تو جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی جائے گی اس کی محبت سے عاشق صاحب کی ہوا کھسک جائے گی۔ میرا ایک اور شعر ہے؂

حسنِ رفتہ کا تماشا دیکھ کر
عشق کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے

مان لو جو آج معشوق ہے کل وہ تھانیداری کے لیے سلیکٹ (Select) ہوگیا تو وہ عاشق صاحب جنہوں نے بچپن میں اس کے ساتھ بے اصولی کی تھی انہوں نے سنا کہ میرا معشوق تھانیدار ہوگیا ہے تو اب مارے ڈر کے راتوں کی نیند اُڑی ہوئی ہے کہ معلوم نہیں کس بلا میں اور کس مقدمے میں پھنسا دے۔ میں نے ایک فیچر بنایا تھا کہ ایک عاشق صاحب پر کسی نے کوئی ظلم کر دیا تو فریاد لے کر تھانے گیا۔ وہاں دیکھا کہ جو تھانیدار تھا وہ ان کا مفعول رہ چکا تھا۔ دیکھتے ہی اس نے سپاہیوں سے کہا کہ پکڑو اس خبیث کو اور مارو اس کے سو جوتے۔ اس بدمعاش کی عادت بہت خراب تھی، اس نے بچپن میں ہم کو USE کیا تھا۔ وہاں سے جوتے کھا کر بھاگا اور ایس پی کے پاس گیا۔ دیکھا تو ایس پی کو بھی اس نے بچپن میں مفعول بنایا تھا۔ اس نے اپنے حلقے کے تمام تھانیداروں کو کہہ دیا کہ یہ جس تھانے میں بھی جائے اس کی پٹائی کرو۔ اس کے سر پر دس دس جوتے لگاؤ۔ اس کے بعد گھبرا کر وہ زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین کے پاس گیا تو زکوٰۃ کمیٹی کا چیئرمین بھی اس کا مفعول رہ چکا تھا۔ اس نے پولیس کو ٹیلی فون کر دیا کہ ایک بدمعاش آیا ہے اس کو گرفتار کرو اور تھانیدار پولیس کا پورا دستہ لے کر آگیا اور ہتھکڑی ڈال کر تھانے لے گیا اور دے جوتے دے لات، مارتے مارتے بھوسہ کر دیا۔ بتاؤ کیا عزت ہے اس میں (حضرتِ والا نے واقعہ سنانے کے بعد انتہائی درد سے فرمایا) آہ! بہت بے وقوف اور گدھا آدمی ہے وہ جو عشقِ مجازی میں مبتلا ہے۔ عشق بس اللہ ہی سے کرو۔ ایک صاحب نے استفسار کیا کہ اللہ سے عشق کیا جائے یا اللہ والوں

www.khanqah.org

سے؟ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اللہ ملتا ہی اللہ والوں سے ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر چیز اس کے والے سے ملتی ہے۔ دودھ ملتا ہے دودھ والے سے، پھل ملتا ہے پھل والے سے، کباب ملتا ہے کباب والے سے اور اللہ ملتا ہے اللہ والے سے، جس کو دودھ سے محبت ہوتی ہے اس کو دودھ والے کی قدر ہوتی ہے، جس کو پھل کی محبت ہوتی ہے اس کو پھل والے کی قدر ہوتی ہے، جس کو کباب کی محبت ہوتی ہے اس کو کباب والے کی قدر ہوتی ہے۔ اللہ والے سے محبت اللہ کی محبت کی دلیل ہے، لیکن اللہ کو پانے کے لیے اپنی ناجائز آرزوؤں کا خون کرنا پڑتا ہے، لڑکیوں سے لڑکوں سے نظر بچانی پڑتی ہے جو اپنی آرزوؤں کا خون کرنے کی ہمت نہیں پاتا وہ اللہ کے راستہ میں نامرد ہے، ہیجڑا ہے۔ اللہ کے مرد وہی ہیں جو اللہ کو راضی کرتے ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ[۱۰۲]

اللہ نے ان کو رجال فرمایا کہ یہ ہیں مرد جن کو کوئی چیز اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی نہ چھوٹی تجارت نہ بڑی تجارت۔ جو مردانِ راہِ خدا ہیں ان کو نہ تجارت نہ بادشاہت نہ وزارت نہ مال و دولت نہ حسینوں کا حسن نہ جاہ و عزت کوئی چیز اللہ سے غافل نہیں کرتی، کسی چیز کی خاطر وہ اللہ کو نہیں چھوڑتے۔ پس وہ شخص کتنا ذلیل، کتنا گھٹیا، کتنا پست حوصلہ، کتنا بھنگیانہ مزاج رکھتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور عورتوں اور لڑکوں کے پیشاب پاخانے کے مقام پر عاشق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور میرے سب دوستوں کو بھی پناہ میں رکھے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ یا اللہ! مسافر ہوں اور مریض بھی ہوں دو واسطہ سے اختر آپ کی رحمت کا واسطہ دیتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سب کو اپنی رحمت سے اپنا بنالیجیے اور اللہ والا بنادیجیے۔ نفس کی تمام خواہشات کی دھجیاں اُڑادینے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[۱۰۲] النور: ۳۷

اللہ کی محبت کی علامت

حضرتِ والا نے فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کی محبت جب عطا ہو جاتی ہے تو ستر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک وقت میں جان دے دی اور شہید ہو گئے۔ شہادت محبت کا انتہائی مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنی محبت کا ایک ذرہ نصیب فرمادے۔ (آمین)۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ ہمارے پہاڑوں سے افضل ہے۔ جب محبت عطا ہو جائے گی تو جان کو بھی کچھ نہ سمجھوگے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

تو مکن تہدیدیم اَز کُشتن کہ من
تشنہ زارم بخونِ خویشتن

اے کافرو! اے دنیا کے عاشقو! تم ہم کو شہید ہونے سے مت ڈراؤ، ہم کو قتل کی دھمکی مت دو۔ سنو ہماری روح تو خود شہادت کی مشتاق ہے۔ تم ہمیں قتل سے کیا ڈراتے ہو ہم اپنے خون کے خود پیاسے ہیں۔ ہم تو اس گھڑی کے خود منتظر ہیں کہ اللہ کے راستے میں ہمارا خون پیش ہو جائے۔ آج ہم لوگ ایسے بزدل ہو چکے ہیں کہ نظر بچانے سے جو غم ہوتا ہے اسے برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں دے دیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اتنی رحمت مانگو کہ تمام گناہوں سے سچی اور پکی توبہ نصیب ہو جائے۔ گناہوں میں عزت نہیں ہے، گناہوں سے کوئی عزت نہیں ملتی۔ اگر گناہ کو کوئی دوسرا شایع کردے کہ ان صاحب نے یہ گناہ کیا ہے تو کیا عزت ملے گی؟ گناہوں سے جوتے پڑتے ہیں اور اللہ کی اطاعت میں جوتے اٹھائے جاتے ہیں، متقی آدمی کے جوتے اُٹھائے جاتے ہیں کہ بھئی! بزرگ آدمی ہیں، ان کا جوتا اُٹھالو، شاید اللہ ہماری قسمت بدل دے، ہم بھی اللہ والے بن جائیں اور جو بدکار، بدمعاشی میں پکڑے جاتے ہیں ان کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے راستے میں جان دے دو مگر گناہ نہ کرو۔ گناہوں سے بچو۔ گناہ اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ سے بچنے میں تھوڑی سی جو تکلیف ہوگی اس کو برداشت کرو، غم برداشت کرو۔ گناہ نہ کرنے سے دل پر جو غم پیدا ہوتا ہے وہ غم آسان

کرنے کا طریقہ میں بتاتا ہوں کہ وہ غم آسان ہی نہیں بلکہ مزیدار ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ حسینوں سے آنکھ بچاؤ، دل بچاؤ اور جسم کو لے کر ان سے دور بھاگو، ان کے دائرۂ کشش سے نکل جاؤ۔ مقناطیس کے سامنے کوئی اٹھنّی رکھ دے تو جیسے جیسے مقناطیس کی حرکت ہوگی ویسے ویسے ہی اٹھنّی بھی ناچے گی۔ یہ حسین بڑے بڑے باعزت لوگوں کو، بڑے باعزت شہزادانِ قوم کو نچادیتے ہیں اور اپنے اشاروں پر نچاکر ان کی عزت خاک میں ملادیتے ہیں۔ ان حسینوں پر مرنے سے ذلت ملتی ہے۔ لوگ بھی ایسوں کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس لیے دوستو! اللہ پہ جان دے دو، اللہ پہ جان دے دو مگر گناہ کر کے اللہ کی لعنت اور اللہ کے غضب کو مت خریدو، اللہ کا غصہ بہت پناہ مانگنے کی چیز ہے۔

جامع مسجد اسٹینگر

مورخہ ۲۴؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۱۳؍ مئی ۲۰۰۴؁ء بروز جمعرات، مجلس بعد عشاء

آج جناب یوسف ڈیسائی کے صاحبزادہ کا نکاح تھا، اس لیے ان کی درخواست پر آج بعد عشاء کی مجلس جامع مسجد میں رکھی گئی۔

بعد نماز عشاء حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو دوستو! مختصر سی نصیحت اپنی ذات کو بھی اور آپ کو بھی کرتا ہوں کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑدو۔ بڑی طاقت سے ٹکر لینے والا گدھا اور بے وقوف ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے گناہ چھوڑ دو۔ گناہ اچھی چیز نہیں ہے۔ اور جب گناہ ہو جائے تو سجدے میں مالک کے سامنے سر رکھ دو اور رو رو کے اپنی تقدیر بنالو۔ بس میں یہی کہتا ہوں کہ نیکی چاہے کم کرو، وظیفہ زیادہ نہ پڑھو۔ بس فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ اَدا کرلو۔ وظیفہ کی محنت کے بجائے بس یہی محنت کرو کہ گناہ نہ کرو۔ اللہ کے نافرمانوں کو دنیا میں بھی عزت نہیں ملتی۔ اللہ کے نافرمانوں کی سزا دنیا ہی میں دیکھ لو کہ جب گناہ میں پکڑے جاتے ہیں تو جوتے پڑتے ہیں۔ زندگی کتنے روز کی ہے۔ ایک روز تو گناہ چھوڑو گے۔ مرنے کے بعد کوئی مردہ گناہ کرسکتا ہے؟ لیکن اس وقت کوئی انعام نہیں ملے گا کیوں کہ مر کے تو گناہ کر ہی نہیں سکتے۔ زندگی میں گناہ چھوڑ دو تب انعام ملے گا اور اللہ تعالیٰ ہم کو مل جائے گا۔ گناہ گار کی زندگی کس قدر بھیانک ہوتی ہے۔ مولانا شاہ

www.khanqah.org

محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اُف کتنا ہے تاریک گناہ گار کا عالم
انوار سے معمور ہے ابرار کا عالم

دوستو! گناہ چھوڑنے میں کچھ دن تھوڑی سی تکلیف ہوگی مگر بعد میں ایسی خوشی ہوگی کہ بادشاہوں کو ایسی خوشی نصیب نہیں۔ ترکِ گناہ سے اللہ اپنی دوستی دے دیتا ہے، متقی کو اپنا دوست بنالیتا ہے۔ اللہ کا دوست بننا معمولی نعمت ہے؟ گناہوں سے آدمی اللہ سے دور ہوجاتا ہے۔ ترکِ معصیت سے اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔

میں سمندر میں جاکے کمر کے برابر پانی میں کھڑے ہو کر وظیفے پڑھنے کو نہیں بتاتا ہوں، لمبے لمبے وظیفے بھی نہیں بتاتا ہوں۔ بس یہی کہتا ہوں کہ گناہ چھوڑ دو، چاہے صرف فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ ادا کرو۔ اور اللہ کی محبت چاہتے ہو تو تھوڑا سا ذکر کرلو تھوڑی سی قرآن شریف کی تلاوت کرلو۔ اس سے محبت بڑھے گی اور گناہوں سے بچنے کی قوت بھی پیدا ہوگی اور کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو۔ یہ سارے دین کی جڑ ہے۔ اگر ٹی بی ہوجائے تو ڈاکٹر کے کہنے پر چالیس دن مری پہاڑی پر جانا آسان ہے، بیوی بھی زیور بیچ کر بھیج دیتی ہے کہ میاں! تمہاری جان سے ہماری جان ہے۔ جاؤ علاج کراؤ ہندوستان میں یا پاکستان میں یا کہیں، لیکن یہ کینسر جو اللہ کی نافرمانی کا ہے اس کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی یا اللہ والوں کے غلاموں کی خانقاہ میں چالیس دن رہ لو تو بغلیں جھانکتے ہیں۔ اللہ کے لیے چالیس دن نکالو اور کسی اللہ والے کے پاس جہاں مناسبت ہو جاکر رہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! فائدہ ہوگا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کتنے دن اللہ والوں کے ساتھ رہیں کہ **خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ**[۱۰۳] اتنے دن تک ساتھ رہو کہ ان جیسے ہی ہوجاؤ ان کا خوف، ان کی گریہ وزاری، ان کی اشکبار آنکھیں، ان کا تڑپتا ہوا دل سب تم کو مل جائے۔ میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

۱۰۳؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبة (۱۱۹)، دار احياء التراث، بيروت

www.khanqah.org

پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سترہ سال رہا۔ مگر میں آپ کو اتنا نہیں بتاؤں گا کہ آپ لوگ بھی سترہ سال رہیں۔ بس دوستو! چالیس دن نکالو جہاں مناسبت ہو وہاں رہو۔ ہمت کرو۔ گناہ کرنے کا ارادہ دل سے نکال دو۔ لذتِ حرام اور خبیث کو دل سے نکال دو۔ اپنے نفس سے کہہ دو کہ اے نفس کمینے! تجھ کو خوش نہیں کروں گا، اپنے اللہ کو خوش کروں گا، جس نے ہم کو پیدا کیا ہے، اس پیدا کرنے والے کا حق زیادہ ہے یا نفس کا؟ پیدا کرنے والے کا حق زیادہ ہے۔ جب مر جاؤ گے تو کیا کرو گے؟ کیا مرنے کے بعد بھی گناہ کرو گے؟ کوئی مردہ گناہ کر سکتا ہے؟ زندگی ہی میں گناہ چھوڑ دو تو اللہ کے ولی ہو جاؤ۔ تقویٰ فرضِ عین ہے۔ یہ مضمون اختیاری نہیں ہے یعنی اپنا دوست بنانا اللہ نے فرضِ عین کر دیا۔ اشراق، چاشت، اوابین نفل ہیں، فرض نہیں لیکن متقی بننا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ اور تقویٰ نام ہے گناہ چھوڑنے کا، جسے اللہ تعالیٰ ملنا چاہتے ہیں، جس کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کا قُرب لکھا ہوتا ہے اس کو خونِ تمنا کی توفیق دیتے ہیں۔ ناجائز تمنا، مرضیٔ الٰہی کے خلاف جو تمنائیں ہیں ان کا خون کرنا اس کو آتا ہے اور جب تک نہ آئے تو سمجھو خدا کی رحمت سے دور ہے اور عذاب میں مبتلا ہے۔ پوچھ لو اس سے جو خونِ تمنا نہیں کرتا اس کے دل پر ہر وقت عذاب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسی کو ملتے ہیں جو خونِ تمنا کرنا جانتا ہو، خونِ تمنا کرنا ہیجڑوں کا کام تھوڑی ہے، اللہ کے راستے کے مَردوں کا کام ہے۔ اللہ کی مرضی پر چلنا اور اللہ کی ناراضگی سے بچنا یہ ہیں مَردوں کے کام۔ اللہ کی مرضی پر جان دینا اور اللہ کی ناراضگی سے بچنا اور خونِ تمنا پینا یہ ہے اللہ کا راستہ، جن لوگوں نے اللہ کا راستہ صرف یہ سمجھا کہ بس نماز روزہ کر لو، وظیفہ پڑھ لو، لیکن گناہوں سے بچنے کا اور حرام آرزوؤں کا خون کرنے کا اہتمام نہیں کیا وہ محروم رہے۔ اس زمانے میں سب سے بڑا خونِ آرزو نگاہوں کی حفاظت کرنے میں ہے۔ اسی میں لوگ چوری کرتے ہیں۔ اس لیے سارے عالم میں اختر کی یہی صدا ہے۔ مریض ہوں لیکن اسی غم کو لیے ہوئے دربدر پھرتا ہوں کہ یارو! اگر اللہ کو پانا ہے تو نگاہوں کی حفاظت کرو اور دل کی حفاظت کرو۔ فضائی ماسیوں (ایئر ہوسٹسوں) سے بھی اپنی نظر بچاؤ کیوں کہ وہ اپنے کو اس قدر جاذبِ نظر بناتی ہیں کہ بڑے بڑے متقی کے

تقویٰ کو توڑ دیتی ہیں۔ اللہ حفاظت نصیب فرمائے، اس لیے جہاز پر چڑھو تو فضائی ماسیوں کو مت دیکھو، بے ضرورت ان سے گفتگو بھی نہ کرو، اللہ سے ڈرو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب نے ڈیسائی صاحب کے بیٹے کا نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد حضرتِ والا نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ دونوں خاندانوں کو محبت سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اولادِ صالح، نیک اولاد عطا فرمائے، بیٹا بھی عطا فرمائے بیٹی بھی عطا فرمائے۔ میری طرف سے بھی آپ کو مبارک ہو۔

چار باتیں میں کہتا ہوں۔ چار عمل کر لینے سے ان شاء اللہ تعالیٰ سب کے سب سو فیصد ولی اللہ ہو کے مریں گے، صرف چار باتیں۔

۱: ایک مٹھی داڑھی رکھ لیجیے تینوں طرف سے۔ دلیل تو مانگنا نہیں چاہیے لیکن پھر بھی پیش کیے دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مٹھی داڑھی تھی تینوں طرف سے۔ اپنے رسولوں کی شکل بنانے سے کیوں اعراض کرتے ہو، کیوں یہودیوں کی شکل، ہندوؤں کی شکل اور عیسائیوں کی شکل بناتے ہو۔ اپنے رسول کی شکل بنانے میں کیا دقت ہے؟ آخر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو شفاعت کریں گے۔ اگر داڑھی نہیں ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے پہچانیں گے کہ یہ میرا اُمتی ہے۔

۲: ٹخنہ کھلا رکھو، ٹخنہ چھپانا حرام ہے۔

۳: آنکھ کی حفاظت کرو، کسی کی بیٹی، بہو دیکھنے سے مل نہیں جائے گی۔ اس لیے اللہ کا عذاب مول لینے سے کیا فائدہ۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ریل میں سفر فرما رہے تھے کہ ایک اسٹیشن پر سامنے دوسری ریل کا ڈبہ آکر لگ گیا جس میں ایک نیا شادی شدہ پنجابی جوڑا تھا اور حضرت کے ڈبہ میں ایک بد نگاہی کا مریض بیٹھا ہوا تھا جو بار بار پنجابی کی عورت کو دیکھتا تھا، تو اس پنجابی کو غصہ آگیا۔ اہلِ پنجاب میں طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ جس میں طاقت زیادہ ہوتی ہے اس کو غصہ بھی زیادہ آتا ہے۔ اس نے زور سے چلا کر کہا: اَرے او خبیث کمینے! میری بیوی کو کیوں دیکھتا ہے، چاہے ہزار مرتبہ دیکھ لے مگر پائے گا نہیں۔ رات کو میرے ہی پاس سوئے گی، تیرے

پاس نہیں جائے گی۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ واقعی بدنگاہی سخت حماقت کا گناہ ہے کیوں کہ نہ ملنا نہ ملانا دل کو جلانا۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کی فطرت پر حفاظتِ نظر کا حکم قرآن پاک میں نازل کیا کہ اے نبی! آپ فرمادیجیے کہ کسی کی ماں، بہن کو مت دیکھو، نگاہ کی حفاظت کرو، کیوں کہ کوئی شریف الطبع شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی ماں، بہن، بہو، بیٹی کو دیکھے۔ حفاظتِ نظر کا حکم عین ہماری فطرت کے مطابق ہے کہ جس طرح تم پسند نہیں کرتے تو دوسروں کی بہو بیٹی کو کیوں دیکھتے ہو۔ یہ مرض اتنا شدید ہے کہ جن کے بال سفید ہوگئے ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ۔

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسدؔ
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

ایک چھوٹا سا آئینہ ساتھ رکھو۔ اپنی شکل کو دیکھ لیا کرو کہ کیا ہماری شکل اس قابل ہے کہ یہ عشق کا کام کریں کہ چہرہ سے بایزید اور کام یزید کا۔ نگاہوں کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت کریں۔ دل میں گندے خیالات نہ آنے چاہئیں۔ دل اللہ کا گھر ہے۔ اللہ کے گھر میں کوئی نافرمانی کی بات نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے قرب سے اس کو محروم کردیتے ہیں۔ اب میں ایک دعا مانگتا ہوں، ایک تو میں مریض ہوں دوسرے مسافر ہوں۔ مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے لہٰذا میں حدیث شریف پر اعتماد کرتے ہوئے، فرشتوں کی آمین کے بھروسہ پر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو، ہمارے گھر والوں کو، آپ سب کو، آپ کے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ اللہ والا بنادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو، ہمارے گھر والوں کو، دوستوں کے گھر والوں کو سب کو اللہ والا بنادیجیے اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اللہ والا بنادیجیے۔

اللہ میری آہ کو قبول فرمالے اور اللہ ہم سب کو تجلیاتِ جذب کی لہروں میں سمیٹ لے، جذب فرمالے، ہم لوگوں کو بھی جتنے ہیں اور ہمارے گھر والوں کو بھی اللہ

www.khanqah.org

جذب فرما کر اپنا بنالے اور سارے عالم کے مسلمانوں کو جذب فرما کر مسلمانوں کے گھر والوں کو جذب فرما کر اپنا بنالے اور سارے عالم کے کافروں کو مسلمان بنا کر اللہ تعالیٰ ولی اللہ بنادے اور ہم سب کو جنت میں ابدی داخلہ دے دے اور سوال ہے کہ دوزخ کا پیٹ کیسے بھرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری لی ہے کہ وہ دوزخ سے پوچھیں گے کہ دوزخ تیرا پیٹ بھرا؟ تو وہ کہے گی: نہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی تجلّیِ خاص نازل کریں گے، اللہ کی خاص تجلی سے دوزخ کا پیٹ بھر جائے گا۔ ہم کو آپ کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب کے لیے رحمت مانگیں البتہ جو کافر دشمن ہیں اور مسلمانوں کا خون کر رہے ہیں ان کے لیے بددعا کر لیا کرو۔

اَللّٰھُمَّ عَذِّبِ الْکَفَرَةَ وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ، اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ وَمَزِّقْ جَمْعَھُمْ وَدَمِّرْ دِیَارَھُمْ وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ بَأْسَكَ وَعَذَابَكَ

اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ کُلَّ خَیْرٍ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

اللہ تعالیٰ! ہر خیر کی بھیک اختر مانگتا ہے، ہر مسلمان مرد کے لیے، پھر مسلمان عورت کے لیے، اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی، سب دوستوں کو، ہم لوگوں کے گھر والوں کو، سب کو متقی بنادے۔ متقی کے کیا معنیٰ ہیں؟ یعنی ہمیں ولی اللہ بنادے، اپنا دوست بنادے، اللہ کا دوست بن جانا معمولی نعمت ہے؟ اللہ تعالیٰ متقی بنا کر ولی اللہ بنادے اور گناہوں کی خبیث عادت کو ہم لوگوں سے چھڑا دے، گناہوں سے ایسی نفرت دے دے جیسے پیشاب پاخانہ سے ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ نفرت کرو، گناہ ہم کو اللہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس لیے نفرت اور دشمنی جتنی بھی زیادہ ہو سکے گناہوں سے کرو۔ ہر انسان میں دشمنی کا بھی مادّہ ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ دشمن کو مار بھگاؤں تو گناہ کی عادتوں کو مار بھگاؤ۔ ایک لمحۂ حیات اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے، عافیتِ دارین، صحتِ جسمانی وروحانی ہم سب کو اور ہمارے گھر والوں کو عطا کر دے۔ آمین۔

www.khanqah.org

مجلس بَر مکان جناب یوسف ڈیسائی صاحب، اسٹینگر

مورخہ ۲۴؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ

کُتّوں کے خادم

ارشاد فرمایا کہ جب میں امریکا گیا تھا تو دیکھا کہ ایک انگریز کتے کو کار کی فرنٹ سیٹ پر بٹھائے ہوئے تھا جس طرح ہم معزز مہمان کو بٹھاتے ہیں اور ایک ٹافی لمبی سی پہلے اپنے منہ میں رکھی پھر کتے کو دی، پھر اپنے منہ میں رکھی پھر اس کو دی، کتوں کی برادری ہے جو خود کھاتے وہی ان کو کھلاتے ہیں بلکہ کتوں کو اپنی برادری سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ کتوں کے لیے بینک بیلنس چھوڑ کر مرتے ہیں اور اپنی اولاد کے لیے کچھ نہیں کرتے کیوں کہ انہیں یقین نہیں کہ یہ ہماری اولاد ہے، عورت کیوں کہ ان کے یہاں دولتِ مشترکہ ہے اس لیے اولاد بھی سمجھتی ہے کہ پتا نہیں کہ کون میرا باپ ہے، اس لیے وہ بھی اپنے ماں باپ سے محبت نہیں کرتے۔ انگلینڈ میں دیکھا کہ صبح کو کتوں کو ٹہلانے کے لیے پارکوں میں لے جاتے ہیں۔ کتا جب ہگتا ہے تو اپنے ہاتھ سے اس کا گو اُٹھا کر پھینکتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑا تو کتوں کی خدمت نصیب ہوئی، جو قوم انسانوں کے بجائے کتوں سے محبت رکھتی ہے وہ انسانوں کی خدمت نہیں کر سکتی۔

مجرمانہ خوشی

ارشاد فرمایا کہ اچانک نظر سے بھی پناہ مانگو کیوں کہ نفس تو خوش ہو جاتا ہے۔ اس حرام خوشی سے بھی معافی مانگو کیوں کہ حرام خوشیاں موقعِ عذاب پر نازل ہیں۔ جس قوم پر عذاب نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرمایا یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ وہ لوگ خوشیاں منا رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ گناہوں سے خوشی محسوس کرنا مُعذب قوم کی علامت ہے۔ امردوں کو دیکھ کر مست ہو جانا یہ استبشار مجرمانہ ہے یعنی یہ مجرمانہ خوشی ہے۔ معصیت سے استبشار مجرم قوم کی علامت ہے۔ قومِ لوط علیہ السلام پر

www.khanqah.org

عذاب نازل ہوا تو وہ لوگ حسین امردوں کو دیکھ کر مست ہوگئے، یہ خوشی مجرمانہ تھی اور وہ امرد نہیں تھے فرشتے تھے جو حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے اس قوم کو عذاب دینے کے لیے۔ معلوم ہوا کبھی عذاب حسن کی شکل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس استبشارِ مجرمانہ پر مجرمین کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ[۱۰۴]

اور بستی کے لوگ خوشی مناتے ہوئے آئے۔ آہ! معلوم ہوا کہ حسین لڑکوں، نامحرم عورتوں کو دیکھ کر خوشی محسوس کرنا یہ استبشارِ مجرماں ہے، یہ معذب قوم کی خوشی ہے بس پناہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری حرام خوشیوں کو معاف فرمادیجیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا[۱۰۵]

اللہ تعالیٰ اس طریقے سے علمِ عظیم فرماتا ہے کہ شاید ہی آپ کسی سے سنیں گے کہ استبشار بھی مجرمانہ ہوتا ہے اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ مگر اللہ کے بہت سے بندے ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں۔

یا اللہ تعالیٰ! ایسے استبشار سے بھی پناہ چاہتا ہوں اپنے لیے، اپنے دوستوں کے لیے اور سارے مسلمانانِ عالم کے لیے اور کافروں کو ایمان دے کر ان کو بھی اولیاء بنادیجیے اور مسلمانوں کو بھی، سب کو اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دیجیے اور کافروں کو ایمان عطا فرما کر بخش دیجیے۔

عطائے حق اور خطائے نفس

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ حَسَنہ سب اللہ کی عطا ہے اور ہم کیا ہیں؟ خطاؤں کی پڑیا ہیں، ترجمانِ خطا ہیں وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ہر برائی ہمارے نفس کی خطا ہے، جو اچھا کام ہم سے ہوجائے وہ اللہ کی عطا ہے۔ ہمارا کمال نہیں لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ يَا رَبَّنَا ہر

[۱۰۴] الحجر:٦٧

[۱۰۵] جامع الترمذی:۲/۱۹۱،باب من ابواب الدعوات،ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

اچھے کام کو اللہ کی عطا سمجھو اور ہر بُرے کام کو اپنے نفس کی خطا سمجھو۔ بس عطا اور خطا کے درمیان رہوگے تو کامیاب رہوگے۔ ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نفس فرعون است ہیں سیرش مکن
تا نہ یادش آید آں کفرِ کہن

مولانا رومی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ فرماتے ہیں کہ اس نفس بدمعاش سے کبھی مطمئن نہ رہو چاہے بال سفید در سفید ہوجائیں، گردن ہلتی ہو، پیر لنگڑا کے چلتا ہو مگر نفس سے مطمئن نہ ہو، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو لَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ[۱۰۶] اے اللہ تعالیٰ! اس نفس کمینے کے حوالے ہم کو ایک لمحے کے لیے بھی نہ کیجیے۔ اگر اللہ کی رحمت کا سایہ ہٹ جائے تو سب صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کی ولایت اور تصوف دھرا رہ جائے، معرفت کی باتیں سب ایک طرف ہوجائیں اور ایسے اعمال صادر ہوں کہ کتے اور سور بھی شرما جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب لوگ شکر ادا کریں۔ یااللہ تعالیٰ آپ کی رحمت وکرم سے ہم لوگ بچے ہوئے ہیں۔ آپ کی رحمت کا سایہ نہ ہو تو ہم لوگوں سے کیا کیا کتا پن ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ! آپ کا شکر ہے، آبرو آپ کے ہاتھ میں ہے، اپنی رحمت سے ہماری آبرو کو بچائے رکھ، اپنی ستاری کے پردے میں چھپائے رکھ۔

جزاك الله کی حکمت

ایک صاحب نے عطر ہدیہ میں پیش کیا تو حضرتِ والا نے فرمایا جَزَاكَ اللہ اور فرمایا کہ اِسلام ایسا پیارا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جزاء دلواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے، تو اس کی جزاء بھی غیر محدود ہے۔ بندہ کیا جزاء دے سکتا ہے، کسی انگریز کے ساتھ کوئی احسان کرو تو کہہ دے گا تھینک یو، لیکن اسلام اللہ تعالیٰ سے جزاء دلواتا ہے تاکہ غیر محدود جزاء ملے۔

---

[۱۰۶] سنن ابی داؤد: ۳۳۸/۲، باب ما یقول اذا اصبح، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

مورخہ ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴؍مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ

ڈربن کے لیے روانگی

آج ڈربن روانگی کا نظم تھا۔ جمعہ کے بعد مولانا یونس پٹیل صاحب کے صاحبزادے حافظ محمد پٹیل سلمہٗ حضرتِ والا کے لیے کار لے کر اسٹینگر پہنچے۔ ساڑھے تین بجے عبد القادر ڈیسائی صاحب کی گاڑی میں حضرتِ والا ڈربن کے لیے روانہ ہوئے۔ گاڑی میں حضرتِ والا کے ساتھ احقر راقم الحروف، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب، مطہر محمود صاحب اور مفتی حسین بھیات صاحب تھے۔ سوا چار بجے ڈربن کے مدرسہ میں آمد ہوئی جہاں ملاقات کے لیے آنے والوں کے لیے مجمع تھا۔

اپنے کمرے میں بعض احباب سے حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ آخرت کو مقدم رکھو، دنیا کو مؤخر رکھو کیوں کہ دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے تو آنے والے مہمان کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے، جو مہمان جانے والا ہے اس کو رخصت کرنا چاہیے۔ اسی طرح جو چیز پاس سے جانے والی ہے اس کی زیادہ فکر نہیں ہوتی اور جو چیز ہمیشہ پاس رہے اس کی زیادہ فکر ہوتی ہے، لہٰذا دنیا جانے والی اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے پس دنیا کی زیادہ فکر نہ کرنا اور آخرت کی فکر کرنا عقل کا تقاضا ہے۔ اس کے برعکس دنیائے فانی کی زیادہ فکر ہونا اور آخرت سے غفلت ہونا قلتِ عقل کی دلیل ہے۔

بیٹیوں کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کو اللہ صرف لڑکی دیتا ہے تو وہ مایوس نہ ہوں بلکہ خوش ہوجائیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب لڑکی سے چلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نانا بنے ہیں دادا نہیں بنے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ غیر اختیاریہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دے دیتے ہیں اور علامہ قرطبی نے اور علامہ آلوسی نے حدیث نقل کی ہے کہ وہ عورت مبارک ہے جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔ قرآنِ پاک میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

www.khanqah.org

يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ [۱۰۷]

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو لڑکی دے وہ خوشی منائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں لڑکیوں کو مقدم کیا ہے۔

شیخ کا کٹ آؤٹ

جنوبی افریقہ کے ایک شیخ الحدیث جو حضرتِ والا دامت برکاتہم کے مجاز بھی ہیں فرمارہے تھے کہ برازیل میں انہوں نے عربوں میں حضرتِ والا کے مضامین بیان کیے۔ عربوں نے سنا اور بہت متأثر ہوئے اور پرتگالی زبان میں بھی ترجمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمادے اور اپنے کرم سے قبول فرمالے۔ حضرتِ والا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ شیخ کٹ آؤٹ (Cut Out) ہوتا ہے اگر وہ ہٹ جائے اور رُخ بدل دے تو مرید گیٹ آؤٹ (Get Out) ہوجائے گا۔ کٹ آؤٹ چھوٹا سا ہوتا ہے مگر بڑی بڑی مشینیں اُسی سے چلتی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرتاب گڑھی اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کے کٹ آؤٹ سے ہمارا کام چل رہا ہے۔ سب ان بزرگوں کی برکت ہے اور ان کا فیض ہے۔ اللہ والوں کی غلامی اختر کو ملی ہے۔ اس پر اللہ کا شکر ہے۔

اللہ کی نعمتوں کے اَدب کی تعلیم

حضرتِ والا نے کوئی کتاب طلب فرمائی تو کسی نے کہا کہ حضرت! یہ کتاب میرے کمرے میں پڑی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دینی کتابوں کے لیے یہ نہ کہو کہ وہاں پڑی ہے۔ اسی طرح پیسہ کے لیے بھی نہ کہو کہ پیسہ پڑا ہوا ہے۔ جو نعمت ہو یا مبارک چیز ہو اس کے لیے پڑا رہنا نہ کہو۔ یوں کہو کہ وہاں رکھی ہے۔ ایک صاحب نے پاکستان میں اشکال کیا کہ صاحب! اپنی زبان ہے، اگر یوں کہہ دیا کہ چیز پڑی ہوئی ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کسی کے ہاں مہمان ہوں اور میزبان کہہ دے کہ

---

[۱۰۷] الشوریٰ:۴۹

آج کل میرے یہاں پڑے ہوئے ہیں تو وہ فوراً چونک گئے اور معافی مانگی اور کہا کہ آپ نے بالکل صحیح کہا۔ اب میں سمجھ گیا۔

مجلس بعد عشاء ۸ بجے شب دَرہال مدرسہ ڈربن

رات آٹھ بجے کے قریب حضرتِ والا مدرسہ کے ہال میں تشریف لائے جو آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ لوگ حضرتِ والا کی زیارت کے لیے بے تاب تھے۔ حضرتِ والا مجمع کو سلام فرما کر آرام کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ درمیان میں جب حضرتِ والا خاموش ہوجاتے تو مولانا یونس پٹیل صاحب انگریزی میں ترجمہ فرماتے۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ایک طریقہ اختر بتاتا ہے۔ جس سے اللہ کی محبت بھی پیدا ہوجائے گی اور ان اعمال کی محبت بھی پیدا ہوجائے گی جن سے اللہ ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے محبت کرو جس سے مناسبت ہو، کوئی خاص شخص متعین نہیں بس مناسبت شرط ہے، جس اللہ والے سے دل ملتا ہو اس سے تعلق کریں۔ دیکھیے ڈاکٹر بھی خون اس وقت چڑھاتا ہے جب خون کا گروپ مل جاتا ہے۔ بغیر گروپ ملائے ہوئے ڈاکٹر کے لیے خون چڑھانا ناجائز ہے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے ساتھ دیکھو کہ تمہارا گروپ مل رہا ہے یا نہیں یعنی روحانی مناسبت ہے یا نہیں۔ روحانی مناسبت پیدا کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس اللہ والے سے محبت کرو۔ جب محبت ہوجائے گی تو مناسبت بھی پیدا ہوجائے گی۔ ورنہ نفس کی چالبازیاں اور مکاریاں اور خود فریبیاں استفادہ سے مانع ہوتی ہیں، کبھی جاہ مانع ہوتی ہے، کبھی باہ مانع ہوتی ہے۔ اللہ کے راستے میں دو ہی مشکلات ہیں: نمبر ۱) جاہ، نمبر ۲) باہ۔ کبھی تو اکڑ فوں مانع ہوتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میں کیوں اپنے کو مٹاؤں، میں تو خود بڑا مولانا ہوں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ بغیر اپنے

www.khanqah.org

نفس کو مٹائے ہوئے اللہ نہیں ملتا۔ اللہ کو اگر حاصل کرنا ہے تو نفس کو مٹانا پڑے گا اور یہی تعلیمِ پیغمبر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ سے ملنے کا کیا راستہ ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ۔ سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہر انسان کا نفس بہت ہی خطرناک ہے۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ان کا نفس ان کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ ان کو اپنے نفس کو مٹانا نہیں پڑتا، وہ مِٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ تب ہی تو ان کو نبوت ملتی ہے۔ نبوت کسبی چیز نہیں ہے کہ ہر شخص حاصل کرلے، نبوت وہبی چیز ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائے شاہی ہے اور اب نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، لیکن آپ کی امت میں ولی اللہ پیدا ہوتے رہیں گے لیکن اُمتی ولی اللہ کب بنے گا؟ جب کسی ولی اللہ کے ہاتھوں چڑھ جائے گا، پھر اس ولی اللہ کے فیض سے ولی اللہ بن جائے گا۔ اس لیے جاہ اور باہ ان دو چیزوں کو مٹائے بغیر کسی کو اللہ نہیں مل سکتا۔ اور باہ کیا چیز ہے؟ شہوت، اور شہوت کیا چیز ہے؟ گناہ کا تقاضا، عورتوں اور لڑکوں کو دیکھنے کا جی چاہنا، ان کو پیار کرنا، ان کو لپٹانا، چپٹانا اور ان سے منہ کالا کرنا۔ ان امراض کا علاج اللہ والوں کے پاس ہے۔ صرف کتابیں پڑھ کر اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بہت بڑے بڑے لوگ جو علم کا پہاڑ تھے مگر گناہ نہیں چھوٹا جب تک کسی اللہ والے کا ہاتھ نہیں پکڑا۔ علم سے اگر اللہ ملتا تو شیطان بھی بہت بڑا عالم تھا، یہاں تک کہ تمام پیغمبروں کی شریعتوں کے کلیات و جزئیات اُسے یاد ہیں مگر علم و عمل میں فاصلے ہوتے ہیں، وہ بغیر صحبت کے دور نہیں ہوتے۔ ایک صاحب ایک بزرگ کے پاس گئے اور کہا کہ حضرتِ والا کی صحبت کی کیا ضرورت ہے، ہم خود کتابیں پڑھ کر اللہ والے ہو سکتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر کتابیں پڑھ کر اللہ والے ہو سکتے ہیں تو صحابی بن جایئے۔ کہنے لگے: صحابی بننے کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اچھا آپ تابعی ہو جایئے تو کہا کہ تابعی کے لیے ضرورت ہے صحابہ کی صحبت کی۔ فرمایا کہ اچھا آپ تبع تابعی ہو جایئے۔ کہا کہ اس کے لیے تابعی کی صحبت ضروری ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں سمجھ گیا کہ اللہ والا بننے کے

www.khanqah.org

لیے صحبت ضروری ہے۔ عربی کی لغت کتنی وسیع ہے، صحابی کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی تھے لیکن کیوں استعمال نہیں کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو صحابہ کیوں فرمایا؟ تاکہ قیامت تک امت کو معلوم ہوجائے کہ دین صحبت سے پھیلا ہے۔ (یہ فرماتے ہوئے حضرت مرشدی بے اختیار رونے لگے) میرے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ صحابی اللہ تعالیٰ نے اسی لیے استعمال فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نازل ہوا اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ الخ[۱۰۸] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ساتھیوں کو صحابی فرمایا اور امت نے بھی ان کو صحابہ کہا۔ حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک گویّا (گانا گانے والا) نے پوچھا کہ یہ کون ہیں جو مجھے گانے سے منع کررہے ہیں لوگوں نے کہا: هٰذَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کہا کہ مجھے توبہ کرادیجیے اور رونے لگا تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے اور اس کو سینہ سے لگالیا کسی نے کہا کہ اے عبد اللہ ابن مسعود! آپ کیوں رو رہے ہیں اور ایک گویّے سے اتنا پیار فرمارہے ہیں؟ فرمایا کہ اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰهِ[۱۰۹] توبہ کرنے والا اللہ کا پیارا ہوتا ہے۔ ایک شخص توبہ کرکے اللہ کا حبیب ہوجائے تو جس سے اللہ پیار کررہا ہے میں کون ہوں کہ اس سے پیار نہ کروں۔

بس ایک دن مرنا ہے، کسی کو اس میں شُبہ ہے؟ اگر کسی کو مرنے میں شبہ ہے کہ ہم نہ مریں گے تو ہاتھ اُٹھادے۔ کوئی ایسا آدمی ہے؟ کیا بات ہے کوئی ہاتھ نہیں اُٹھا رہا ہے۔ مرنے پر سب کو اتفاق ہے کیوں کہ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نہیں مروں گا تو آدمی پوچھے گا کہ تم نہیں مروگے تو تمہارے بابا کیوں مرگئے، تمہارے دادا کیوں مرگئے، سب مرتے چلے آرہے ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ تم بھی مروگے اور مرنے ہی سے خدا ملتا ہے۔ کیا

۱۰۸؎ التوبة:۴۰

۱۰۹؎ المغنی عن حمل الاسفار:۲/۹۸۳،کتاب التوبة،المکتبة الطبریة،ریاض

www.khanqah.org

مطلب؟ اللہ والوں کے ماحول میں گر جاؤ یعنی اپنی اکڑ فوں ختم کردو اور مر جاؤ یعنی نفس کو باقی نہ رکھو، جاہ کو مٹادو، باہ کو مٹادو کیوں کہ اگر گدھا نمک کی کان میں گر جائے لیکن سانس لیتا رہے تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا، نمک نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اللہ والوں کے ماحول میں اگر کوئی نفسانی سانس لیتا رہے گا، یعنی نفس کی حرام خواہش، نفس کی حرام ڈیمانڈ کو پورا کرتا رہے گا تو کبھی خدا کو نہیں پاسکتا۔ یاد رکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے اللہ! آپ کے ملنے کا کیا راستہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ نفس کو چھوڑ دو اور مجھے پا جاؤ۔ اسی نفس کو چھوڑنے میں لوگ کتراتے ہیں، بڑے بڑے علماء بھی کیوں کہ نفس کو چھوڑنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ کی گردان تو آسان ہے مگر نفس کو مارنا مشکل ہے۔ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا زید نے عمرو کو مارا زید سے عمرو کو پٹوانا تو آسان ہے مگر اپنے نفس کو مارنا مشکل ہے۔ نفس کو مارنے کے لیے اللہ سے توفیق مانگو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفس کی فنائیت، سلوک کا طے ہونا قابلیت پر نہیں ہے، اللہ کے فضل، اللہ کی رحمت پر ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ۔[۱۱۰] صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے آیت نازل ہو رہی ہے کہ اے صحابہ! تم بھی اللہ والے نہیں بن سکتے تھے، تمہارا تزکیہ بھی نہیں ہو سکتا تھا اگرچہ سب سے بڑے مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان میں موجود ہیں لیکن تزکیہ جب ہوگا جب میرا فضل اور میری رحمت بھی شامل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دروازۂ تزکیہ ہیں، دروازۂ ہدایت ہیں لیکن ہدایت ملے گی میرے ہاتھ سے، ہدایت اور تزکیہ کی بھیک ملے گی نبی ہی کے دروازہ سے لیکن یہ بھیک دینے والا میں ہوں، دروازہ بھیک نہیں دیتا، بھیک دینے والا دروازہ کے پیچھے ہوتا ہے۔ ہدایت کے لیے نبی کے دروازے پر آنا پڑے گا، جو نبی سے مستغنی ہوگا اس کو کبھی ہدایت نہیں مل سکتی لیکن ہدایت اللہ دے گا۔ اسی کو اس آیت میں فرمایا کہ اگر اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو اے صحابہ! تم قیامت تک پاک نہیں ہوسکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبی کی

---

[۱۱۰] النور:۲۱

www.khanqah.org

صحبت کے ساتھ اللہ کا فضل، رحمت اور مشیّت چاہیے تب جاکر کام بنتا ہے۔ نبوت کا انکار نہیں ہے، نبوت کا انکار تو کُفر ہے، نبی تو بافیض ہے، اس پر ایمان لانا پڑے گا اس کے دروازہ پر آنا پڑے گا، اس کے دروازہ سے ہی ہدایت ملے گی لیکن ہدایت، اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو اپنا فضل، اپنی رحمت اس کے ساتھ کر دیتے ہیں اس لیے اللہ کا فضل اور رحمت گڑگڑا کے مانگو۔ پھر اللہ تعالیٰ فضل کر دیتا ہے، رحمت کر دیتا ہے **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ** اللہ تعالیٰ تزکیہ کرتا ہے **مَنْ يَّشَآءُ** جس کا چاہتا ہے۔ یہ **مَنْ** بہت بڑا ہے، اس **مَنْ** کے سمندر میں سارا جہاں بلکہ بے شمار جہاں سما سکتے ہیں اور سب اللہ کے ولی بن سکتے ہیں۔

میں کہہ رہا تھا کہ دو قسم کے مرض ہیں: ایک جاہی دوسرا باہی، جاہی مرض شیطانی مرض ہے اور باہی مرض انسانی مرض ہے اور جاہی مرض کے مقابلے میں معمولی ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے چوک ہوگئی اور گندم کھالیا تو آپ ندامت سے اتنا روئے کہ تفسیر علی مہائمی میں ہے کہ جتنے خوشبودار پھول ہیں یہ آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے پیدا ہوئے ہیں۔ باہ والا اپنے کو خطاکار سمجھتا ہے اور جاہ والا اپنے کو گناہ گار بھی نہیں سمجھتا جیسے شیطان نے سرکشی کی، کفر کیا اور خود کو حق پر سمجھا اور تکبر سے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے لگا اور آدم علیہ السلام سے ذرا سی چوک ہوگئی، وہ گناہ بھی نہیں تھا کیوں کہ آپ معصوم نبی تھے لیکن ذرا سی چوک سے آپ پر ندامت کا حال طاری ہوگیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں کہ فرزندانِ خاصِ آدم اند

نفحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو آدم علیہ السلام کی لائق اولاد ہیں وہ اپنے بابا کی میراث رکھتے ہیں یعنی خطاؤں پر **اِنَّا ظَلَمْنَا** کا نعرہ لگاتے ہیں اور غلبۂ ندامت سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ باہی امراض کا علاج آسان ہے اور جاہی امراض کا علاج مشکل ہے۔

www.khanqah.org

مؤرخہ ۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۴؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ ۱۰ بجے شب

مجلس دَرہال مدرسہ، بمقام ڈربن

رات کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرتِ والا **ادام اللہ ظلالھم** چہل قدمی کے لیے سہارا لے کر مدرسہ کے ہال میں تشریف لائے جہاں عشاء کے بعد مجلس ہوئی تھی، اس وقت بھی پورا ہال بھرا ہوا تھا اور ہال کے علاوہ باہر تک آدمیوں کا ہجوم تھا اگرچہ مجلس کے بعد لوگ چلے گئے تھے۔ چہل قدمی کے بعد حضرتِ والا کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور مندرجہ ذیل ارشادات سے مستفید فرمایا۔ مولانا یونس پٹیل صاحب درمیان درمیان میں انگریزی میں ترجمہ کرتے رہے۔

نفس۔ ایک فرعون

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو باوجود ہگنے موتنے اور پادنے کے ہم لوگ بھی خدائی دعویٰ کردیتے۔ فرعونیت ہر شخص میں چھپی ہوئی ہے مگر اللہ کی رحمت سے دبی ہوئی ہے۔ اگر خدا کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم سب کہہ دیتے: **اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی** میں تمہارا ربِ اعلیٰ ہوں اور نیچے سے ہوا کھلتی رہتی۔ انسان کی تخلیق عناصرِ اربعہ سے ہوئی ہے جس میں ایک عنصر آگ بھی ہے جو اوپر کی طرف جانا چاہتی ہے۔ بس اللہ کا فضل و رحمت ہے جو ہم لوگوں نے اسلام قبول کرلیا اور اللہ کی رحمت سے ہم لوگ مومن اور مسلم ہیں۔

شرح حدیث اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ الخ

اور اللہ کی رحمت کی علامت کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ کس پر اللہ کی رحمت زیادہ ہے؟ **اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ**[۱] جو تارکِ معصیت ہے، گناہوں کا تارک ہے اور تارک کے معنیٰ ہیں جس نے گناہ متروک کردیے، جو گناہوں کا چھوڑنے

[۱] جامع الترمذی: ۲/۱۹۷ (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

والا ہے اور گناہ چھوڑی ہوئی، طلاق دی ہوئی چیز ہے۔ مطلقہ تو حلالہ سے جائز ہوسکتی ہے لیکن اللہ کی نافرمانی کبھی حلال نہیں ہوسکتی، نافرمانی تو از ابتدا تا انتہا حرام ہے، اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بس مبارک ہے وہ بندہ جو گناہوں سے بچتا ہے اور نحوست اور شامتِ اعمال اس کو گھیرے ہوئے ہے جو گناہ نہیں چھوڑتا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ترک اس لیے فرمایا کہ جب تک تم تارک نہیں بنو گے گناہ تم سے نہیں چھوٹیں گے، جب تمہارا ارادہ ترک کا ہوگا تب گناہ متروک ہوں گے اور اگر گناہوں کو مراد بنایا ہوا ہے تو اسی حالت میں موت آئے گی۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ ترک معاصی مصدر ہے جو معنٰی میں اسم فاعل کے ہے۔ مصدر کبھی اسم فاعل کے مفہوم میں آتا ہے اور کبھی اسم مفعول کے مفہوم میں آتا ہے مگر یہاں فاعل کے مفہوم میں ہے اور تارک معصیت مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ کرو گے تب گناہوں کو چھوڑ سکتے ہو جو ظالم اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا وہ گناہوں سے منہ کالا کرتا رہتا ہے اور اسی حالت میں اس کو موت آجاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ اے اللہ! میں تو اپنے اوپر رحم نہیں کررہا ہوں، اپنے نفس پر ظلم کررہا ہوں آپ رحم کردیجیے اور گناہوں کو چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرمادیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معصیت کو آگے تعبیر فرمایا کہ دیکھو اگر معصیت نہیں چھوڑو گے تو شقی اور بدبخت ہو جاؤ گے وَلَاتُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِکَ[۱۱۲] اور معصیت سے مجھ کو شقی اور بدبخت نہ بنائیے۔ اللہ اکبر! رسول اللہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کی خاصیت بیان فرمارہے ہیں کہ گناہ ایسی چیز ہے کہ اگر اس کو نہ چھوڑا تو تم بدبخت اور بدنصیب ہو کر مر جاؤ گے۔ شقاوت بدبختی اور بدنصیبی کو کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو دعا سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو بدنصیب نہ ہونے دیجیے بہ سبب معصیت کے۔ باء یہاں سببیہ ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم گناہ کرکے بدبخت ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ گناہ کرکے آدمی بدبخت ہو جاتا ہے۔ توفیقِ توبہ اللہ کے ہاتھ میں

---

[۱۱۲] کنزالعمال: ۱۷۶/۲ (۳۶۱۷)، باب جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

ہے، آسمان سے آتی ہے، زمین میں نہیں ہے کہ تلاش کرلو۔ لہٰذا اللہ سے پناہ مانگو کہ اے اللہ! ہماری حالت پر رحم فرماورنہ اگر ہماری مسلسل نافرمانیوں کے سبب سوئے قضا مسلط ہوگئی تو ہم بدبختی سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ کی رحمت سے فریاد کرو کہ اللہ! اپنی وہ رحمت نازل کردے جس سے میں گناہ چھوڑ دوں، معصیت سے اپنی پناہ میں رکھیں اللہ تعالیٰ کسی کو معصیت میں مبتلا نہیں کرتے انسان کی عادتِ خبیثہ مبتلا کرتی ہے۔ اللہ پاک ہے بندوں پر ظلم کرنے سے۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے ظلم سے پاک ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں: وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ[۱۱۳] میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ تو نصِّ قطعی ہے جس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں لیکن ایک عقلی دلیل میں بتاتا ہوں کہ آدمی گناہ کا خود ذمہ دار ہے۔ دلیل یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد نادم کیوں ہوتے ہو، کیوں ندامت اور شرمندگی طاری ہوتی ہے، کیوں افسوس کرتے ہو کہ کاش! میں یہ گناہ نہ کرتا۔ یہ افسوس بتاتا ہے کہ یہ سب آپ ہی کے کرتوت ہیں، آدمی خود اپنے نفس کی خاطر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے ورنہ گناہ کرنے سے اس کو شرمندگی نہ ہوتی۔

یہ دلیلِ اول ہے آپ ثانی چاہتے ہیں کہ نہیں، بہت سی چیزیں ثانی چاہتے ہو جیسے عقدِ ثانی۔ کسی کے کان میں کہہ دو کہ دوسری شادی کروگے تو کہے گا ہاں ہاں پہلی تو ہوچکی دوسری کا ارادہ ہے۔ وہ دوسری دلیل کیا ہے؟ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ تمام شرارتیں تمہارا نفس کرتا ہے چاہے فاعل بنو چاہے مفعول بنو جو کچھ بھی تم کرتے ہو تمہارے نفس کی شرارت ہے، حماقت ہے، جسارت ہے، حرارت ہے، تمہارا نفس گناہ کرتے کرتے گناہ گار زندگی کا عاشق ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی زندگی تمہارے کمینہ پن کی وجہ سے ہے ورنہ اگر تمہاری طبیعت سلیمہ ہوتی تو تم کو گناہ سے خود بخود نفرت ہوتی مگر تم پرانے چور ہو، بچپن سے عادت بگڑی ہوئی ہے۔ بچپن سے عادت بگڑ جاتی ہے تو بہت مشکل سے ٹھیک ہوتی ہے۔ بس جس پر اللہ تعالیٰ فضلِ خاص کردیں

---

[۱۱۳] قٓ:۲۹

وہی بچ جاتا ہے ورنہ بچپن کی بگڑی ہوئی عادت بڑھاپے تک چلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ تم کمینہ پن اور ذلالت کرتے ہو سب تمہارے نفس کی شرارت ہے۔ نفس اٰمِرْ نہیں ہے اَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ ہے لہٰذا ہوشیار رہو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ[۱۱۴] مگر جن پر رب کا سایۂ رحمت ہو جائے لہٰذا سایۂ رحمت میں جو لوگ ہیں ان کی برکت سے تم گناہوں سے، نفس کی شرارت سے، نفس کی جسارت سے، نفس کی حرارت سے بچ سکتے ہو بشرطیکہ جتنے میری رحمت کے واسطے ہیں جن پر میری رحمت برستی ہے ان کے سائے میں رہو۔ کون لوگ ہیں وہ؟ اہل اللہ اور اہل اللہ کے غلام۔ جو شخص نفس سے مغلوب ہو کر گناہ سے منہ کالا کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔ جس کے دن اچھے ہوتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ توفیقات سے مدد پہنچا دیتے ہیں۔

سُن لے اے دوست جَب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

کوئی کہے کہ ہم کہاں اللہ والے ڈھونڈیں تو کہہ دو کہ اگر اللہ والے نہ ملیں تو آنکھیں تو ہیں، دیکھتے تو ہو کہ فلاں آدمی نے فلاں اللہ والے کی صحبت اٹھائی ہے۔ لہٰذا اللہ والے مل جائیں تو کیا کہنا ہے ورنہ اللہ والوں کے غلاموں سے بھی وہی کام ہوتا ہے۔ اس کی مثال سن لیجیے۔ اگر حکیم اجمل خاں کا ایک شاگرد ڈربن میں ہو تو جب سن لوگے کہ حکیم اجمل خاں کا صحبت یافتہ ہے تو چاہے مہنگا علاج کرتا ہو اُسی سے علاج کراؤ گے۔ ایسے ہی اللہ والوں کے غلام کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں شامل ہیں اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین متقین کی صحبت میں رہو تو متقین میں سب آگئے، اہل اللہ بھی آگئے ان کے غلام بھی آگئے اور دنیاوی حکیم تو علاج کا پیسہ لیتے ہیں لیکن اللہ والے اور ان کے غلام کوئی پیسہ نہیں لیتے۔ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے لیے اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی جان گھلاتے ہیں۔

آخر میں حضرتِ والا نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! مجھ کو اور میرے احباب کو اپنی رحمت کے صدقے میں اللہ والا بنا دیجیے اور اے اللہ! ہر گناہ سے مجھ کو اور میرے

[۱۱۴] یوسف:۵۳

www.khanqah.org

دوستوں کو بچا لیجیے اور پیشاب پے خانے سے زیادہ نفرت گناہوں سے عطا فرمادے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ

وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اس کے بعد حاضرین سے فرمایا کہ میری سلامتی اور صحت کے لیے دعا کیجیے۔

میں سلامت رہوں تم سلامت رہو

میری دنیائے اُلفت سلامت رہے

اس کے بعد حضرتِ والا کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب کے سہارے چلتے ہوئے فرمایا کہ کہتے ہیں ذرا بچوں کی شادیاں کرلیں یہ کرلیں وہ کرلیں تب اللہ میاں ہمیں بلائیں لیکن جب وقت آجائے گا تو وہ کان پکڑ کر بُلالیں گے، کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہوشیار رہو، تعلقات میں پھنس کر اللہ کو نہ بھولو، اللہ کو نہ بھولو۔ یہ ہر شخص کے لیے ہے کہ ہر وقت اللہ کو یاد رکھو۔ گناہ کرتے وقت آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے۔ اگر اللہ یاد رہے تو گناہ کیوں ہو بلکہ ارادہ کرکے بُھلادیتا ہے کہ اللہ اس وقت مجھے یاد نہ آئے ورنہ گناہ کا مزہ کیسے لوٹوں گا۔ اللہ کو قصداً بھلادیتا ہے اور بعضے لوگ نفس سے مغلوب ہوجاتے ہیں، لہٰذا اللہ کو نہ مغلوب ہوکر بھولو نہ قصداً بھولو۔ اللہ ہی کام آئے گا، کوئی اور کام نہیں آئے گا، سب معشوق اور معشوقہ کان پکڑ کر قبر میں ڈال دیں گے، اکیلے پڑے رہوگے۔ یاد رکھو! اللہ ہی کام آتا ہے، اللہ ہی کام آتا ہے اللہ کو مت بھولو۔

اکثر لوگ عشاء کے بعد چلے گئے تھے تو مولانا یونس پٹیل صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اس وقت جو رہ گئے وہ کامیاب ہوگئے اور جو مجلس سے رہ گئے وہ رہ گئے۔ سمجھ لو اللہ والے یا اللہ والوں کے غلام کہیں پہنچ جائیں تو غفلت حرام ہے۔ نہ جانے کس وقت کیا بات ہوجائے، توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے، میری بھی اور میرے دوستوں کی بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی توفیقات سے ہم سب کو مالا مال فرمادے۔ توفیق نہیں توفیقات کی بارش کردے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَتِكَ[۱۱۵] اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ فرمائے کہ ہم

[۱۱۵] کنز العمال: ۲/۱۷۶ (۳۶۱۷)، باب جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

گناہ کرکے اپنی قسمت کو خراب نہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کے سبب ہم کو بدبخت نہ ہونے دے۔ مسافر ہوں، مریض ہوں اور مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فرشتوں کی آمین رد نہیں کرے گا، تو فرشتوں کی آمین لگ رہی ہے۔ مریض ہوں، مسافر بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہر دعا قبول فرمالے۔

خدا حافظ کہنے کی بدعت

حضرتِ والا ہال سے واپس اپنے کمرے میں تشریف لے جارہے تھے کہ ایک صاحب نے خدا حافظ کہا۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو آج سے خدا حافظ کہنے سے توبہ کرلو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کافی ہے، اس میں سلام بھی ہے اللہ کی رحمت بھی ہے اور اللہ کی برکت نہیں برکات ہیں۔ یہ ایرانیوں نے ایجاد کیا کہ خدا حافظ، خدا حافظ۔ عربی میں خدا کہاں ہے۔ عربی میں اللہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سکھایا ہے وہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ آپ نے سکھایا کہ جب ملاقات کرو تو کہو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جب واپس جاؤ جیسے میں جارہا ہوں تو کہو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

برساحلِ سمندر ڈربن

مورخہ ۲۵؍ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۵؍مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ، پونے گیارہ بجے صبح

حضرت مرشدی ادام اللہ بقاءھم علینا سیر کے لیے ساحلِ سمندر پر تشریف لائے، موسم بہت خوشگوار تھا، نہ زیادہ ٹھنڈک تھی نہ گرمی، ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ حضرتِ والا سمندر کے کنارے آرام سے کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ تمام احباب ریت پر بیٹھ گئے جس پر قالین اور چٹائیاں بچھادی گئی تھیں۔

باطل خداؤں اور دہریوں کا علاج

ارشاد فرمایا کہ دنیا جو گول معلوم ہوتی ہے اس کی دلیل سمندر ہے۔

اگر زمین گول نہ ہوتی تو سمندر بھی گول نظر نہ آتا۔ جیسا ظرف ویسا مظروف نظر آتا ہے۔ سمندر کے کنارے اللہ کی رحمت اور ہدایت کے دروازے زیادہ کھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ سمندر اللہ کی ایک بڑی نشانی ہے۔ جو لوگ خدائی دعویٰ کرتے ہیں جیسے فرعون، نمرود، شدّاد وغیرہ یا جو لوگ خدا کا انکار کرتے ہیں ان کا علاج یہی ہے کہ ان کو ہوائی جہاز میں بٹھا کر سمندر کے ساحل سے تین چار میل آگے لے جاؤ جہاں سے ساحل پر پہنچنا ممکن نہ ہو یہاں تک کہ تیر کر بھی نہ نکل سکیں۔ پھر ان کو رسّے سے سمندر میں لٹکا دو اور کہو کہ اب سمندر میں ڈالتا ہوں تو کہیں گے (O! My God) انکار اقرار میں بدل جائے گا، سب بدمعاشی بھول جائے گی۔ جھوٹے خدا ہاتھ جوڑیں گے کہ معاف کر دو میں بندہ ہوں، خدا نہیں ہوں۔ اب کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کروں گا۔ جب مصیبت میں پھنستے ہیں تب خدا یاد آتا ہے۔ جب فرعون دریائے نیل میں ڈوبنے لگا تو کلمہ پڑھنے لگا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس دیا اور کلمہ نہیں پڑھنے دیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بغض لِلّٰہی فرشتوں میں بھی ہوتا ہے۔ جو اللہ والوں کا دشمن ہوتا ہے، فرشتے بھی اس سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ مل گیا تھا کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہو گا کیوں کہ فرشتے خود سے کوئی کام نہیں کر سکتے، اس لیے مرضیِ حق سمجھتے ہوئے ثواب کے لیے ہاتھ بڑھا دیا اور اس کے منہ میں مٹی ٹھونس دی کہ نالائق! اب یہ چاہتا ہے کہ رندکا رند رہا ہاتھ سے جنت نہ گئی ہر گز ایسا نہ ہو گا۔

تعجب ہے کہ جو بیت الخلاء میں ہگ رہا ہو، پیشاب کر رہا ہو، ہوا کھول رہا ہو، وہ خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے! اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ فرعون کے خدائی دعویٰ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ پوری زندگی کبھی اس کے سر میں درد بھی نہیں ہوا جس سے اس کا تکبر اور بڑھ گیا۔ جب اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے تو عقل میں گوبر بھر جاتا ہے۔ ہم شکر کریں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم لوگوں کا ایمان سلامت ہے اور ہم سمندر کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یا میرے اللہ تعالیٰ! کتنا پانی آپ نے پیدا کیا ہے۔ کوئی ہے انسان جو دعویٰ کرے کہ سمندر ہم نے پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تماشا دیکھو اور سمندر میں آکر ایمان تازہ کرو۔ سمندر کیا ہے حدِ نظر تک پانی ہی پانی ہے، جہاں تک نظر جا رہی ہے وہاں

تک سمندر ہی سمندر ہے۔ اتنا پانی کون پیدا کر سکتا ہے سوائے اللہ کے۔

سمندر میں نمک پیدا کرنے کی حکمت

سمندر کا ایک گھونٹ پانی پیو اور دیکھو کہ کتنا نمک ہے۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مفتی بغداد روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ سمندر میں پچاس فی صد نمک اللہ تعالیٰ نے ڈالا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ تاکہ پانی میں تعفن اور انفیکشن نہ پیدا ہو۔ اگر نمک نہ ہوتا تو پانی سڑ جاتا کیوں کہ وہ رُکا ہوا یعنی جامد ہے۔ دیکھو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مفتی بغداد نے تفسیر میں لکھا ہے کہ سمندر میں پچاس فی صد نمک ہے، اتنا نمک کون پیدا کر سکتا ہے؟ ہے کسی کی طاقت جو اتنا نمک پیدا کر دے؟ کیا نمک چوروں کی ہمت ہے کہ نمک پیدا کر سکیں؟ سمندر سے نمک چُرا کے بن گئے اُستاد! مگر مانیں گے نہیں کہ ہم نے نمک چُرایا ہے۔ چوری بھی اور سینہ زوری بھی۔ نمک چُراتے ہیں اور ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم نے یوں نمک حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں دو وجہ سے نمک پیدا کیا، تاکہ سمندر کی مخلوق زندہ رہے اور ساحلِ سمندر کے باشندے خیریت سے رہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نمک نہ ڈالتے تو سمندر کا پانی سڑ جاتا اور ساحلی علاقوں کے باشندے بھی زندہ نہ رہتے۔ ساحلی علاقے کی آبادی اسی نمک سے زندہ ہے۔ نمک نہ ہوتا تو مچھلیاں بھی ہلاک ہو جاتیں۔ پھر تین چوتھائی مخلوق غذا سے محروم ہو جاتی اور ڈربن اور اسٹینگر کے ساحلی علاقے بھی فنا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر میں نمک اس لیے رکھا کہ سمندر کی مچھلیاں، سمندر کی مخلوق اور سمندر کے ساحلی علاقے کے لوگ زندہ رہیں۔ دو مخلوق کی زندگی منحصر ہے اللہ کے دیے ہوئے نمک پر ایک سمندر کے اندر کی مخلوق اور دوسرے سمندر کے کناروں کی مخلوق۔

اسی دوران شیخ الحدیث دیو بند حضرت مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم جو حضرتِ والا کے ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں ان کا زمبیا سے فون آیا، حضرتِ والا نے فرمایا کہ آپ یہاں کیسے آگئے؟ پھر فرمایا: مجھے بھی میرا اللہ اپنے کرم سے اس بیماری میں یہاں لے آیا اور یہ شعر پڑھا۔

رشتۂ بر گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میرا دوست اپنی محبت کی رسی میری گردن میں ڈالے ہوئے جہاں چاہتا ہے مجھے لے جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ آپ یہاں کب آئیں گے؟ ان کے جواب پر یہ شعر پڑھا؂

آہِ من گر اثرے داشتے

یار بکویم گزرے داشتے

اگر میری آہوں میں کچھ اثر ہے تو میرا یار میری گلی میں ضرور آئے گا۔

بوڑھی لیلیٰ کا حال

فون کے بعد ایک صاحب نے دورانِ گفتگو عرض کیا کہ میری بیوی کا نام لیلیٰ ہے۔ یہ سن کر حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ لیلیٰ کا نام سنتے ہی بڑے بڑوں کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن کوئی بھی لیلیٰ ہو چاہے وہ مجنوں والی لیلیٰ ہو، یا کسی اور کی لیلیٰ ہو، وہ بڈھی ہوگی یا نہیں؟ جب اس کے دانت ٹوٹ جائیں گے، گال پچک جائیں گے، ستر برس کی بڑھیا کمر جُھکی جُھکی آئے گی تو کیا وہ لیلیٰ معلوم ہوگی؟ ایسے ہی جن لوگوں نے لڑکوں سے دل لگایا تو اس کا کیا نتیجہ ہوا؟ جس کے پیچھے پاگل کُتے کی طرح بھاگ رہے تھے اور گناہ گار اور مجرمانہ زندگی گزار رہے تھے، اُس کو بریانی اور مُرغ پلاؤ کھلا رہے تھے وہ جب بڈھا ہوا تو اس کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اس کی سفید داڑھی اور پچکے ہوئے گال دیکھ کر منہ پر ندامت کے جوتے لگ گئے۔ مجازی حسن و عشق دھوکا ہے دھوکا، جس کو زندگی ضایع کرنا ہو وہ مجاز پر زندگی ضایع کرے مگر مسلمانوں کو اس پر شرم آنی چاہیے۔ اللہ نے عقل دی، ایمان عطا فرمایا اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ زمین پر جو چیزیں ہیں سب فانی ہیں، اس سے دل مت لگاؤ۔ لہٰذا ان فانی چیزوں سے دل لگانا مسلمان کی شان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو پناہ میں رکھے۔

www.khanqah.org

سمندر کے ساحل پر یکے بعد دیگرے کافی احباب جمع ہوگئے تو حضرت مرشدی دامت برکاتہم العالیہ نے مولانا یونس پٹیل صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ نے کیا لوگوں کو خبر دی تھی میرے یہاں آنے کی؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! مدرسہ میں پرچہ چھوڑ آیا تھا، تاکہ آنے والوں کو افسوس نہ ہو۔

اللہ کیسے ملتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ گناہ کی خواہش پیدا ہو تو اس خواہش کو جلاؤ اس پر عمل نہ کرو، دل پر غم اٹھاؤ، اللہ کی محبت کا ایک ذرّہ غم ساری دنیا کی سلطنت اور دولت سے افضل ہے، اللہ کو راضی کرنے میں اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے میں جو غم آتا ہے اُسی غم سے اللہ تعالیٰ ملتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تہجد سے ملتا ہے تو خوب سمجھ لو کہ تہجد سے، نوافل سے، وظیفوں سے خدا نہیں ملتا۔ گناہ کو چھوڑنے سے، گناہوں کے چھوڑنے کا غم اٹھانے سے اللہ ملتا ہے۔ اِنْ اَوْلِیَآءُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ اللہ اُسی کو اپنا ولی بناتا ہے جو تقویٰ سے رہتا ہے، گناہوں سے بچتا ہے، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھاتا ہے۔ عبادت تو حلوہ ہے، گناہ چھوڑنا بلوہ ہے۔ حلوے کے لیے سب تیار ہیں، بلوے کے لیے تیار نہیں یعنی عبادت کے لیے سب تیار ہیں لیکن گناہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر عبادت سے خدا مل جاتا تو بہت آسان تھا مگر گناہ چھوڑنے سے اللہ ولی بناتا ہے کیوں کہ وہ بلوہ ہے، اس میں تکلیف ہوتی ہے تو اللہ چاہتا ہے کہ میرے بندے تکلیف اُٹھا کے مجھے پائیں، حلوہ کھا کے نہ پائیں۔ حلوہ کھانا کیا کمال ہے، گناہ چھوڑنے کی تکلیف اُٹھانا کمال ہے، اس لیے گناہ چھوڑنے ہی سے اللہ ملتا ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ گناہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے منہ میں سہارنپوری گنّا ہو جس میں رس بھرا ہوتا ہے اور وہ اُس کو چوس رہا ہو اور کوئی اس کے منہ سے گنّا چھینے تو اس کو تکلیف ہوتی ہے تو جیسے آدمی کو گنّا چھوڑنے میں تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی گناہ چھوڑنے میں تکلیف ہوتی ہے لیکن تکلیف برداشت کرنا علامتِ عشق و محبت ہے۔ سچا عاشق وہی ہے جو خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھائے یہاں تک کہ جان بھی دے دے۔ یہ کیا کہ بس تلاوت

www.khanqah.org

کرلی، ذکر کرلیا، تہجد پڑھ لی لیکن جب گناہ سے بچنے کا موقع آیا تو ہتھیار ڈال دیے اور گناہ کرلیا۔ عبادت کرنا کیا کمال ہے، عبات میں تو مزہ آتا ہے، گناہ چھوڑو تو مردانگی معلوم ہو ورنہ ہیجڑا ہے، مخنّث ہے، خبیث الطّبع ہے وہ شخص جو گناہ نہیں چھوڑتا۔ لٰہذا اللہ کے لیے اللہ کی نافرمانی سے باز آجاؤ ورنہ اتنے جوتے پڑیں گے کہ اللہ کے عذاب کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اگر گناہوں کو نہ چھوڑا تو قیامت کے دن قلعی کھل جائے گی کہ ٹوپی گول اور کرتا لمبا اور پاجامہ ٹخنے سے اوپر، مولانا آپ کو کیا ہوا تھا جو یہ کام آپ کررہے تھے، شرم نہیں آئی آپ کو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے دوستوں کو گناہوں سے منہ کالا کرنے سے اور قیامت کے دن کی رسوائی سے پناہ میں رکھے۔

بدنگاہی سے بچنا فرضِ عین ہے

ارشاد فرمایا کہ بدنگاہی سے بچنا مستحب یا سنتِ مؤکدہ نہیں ہے، فرضِ عین ہے جیسے کہ نماز روزہ فرض ہے اور اس زمانے میں تقویٰ کی جان ہے۔ جو بدنگاہی میں مبتلا ہے، وہ ہرگز ولی اللہ نہیں ہوسکتا، ساری زندگی نالائق رہے گا، ساری زندگی نافرمان اور فاسق لکھا جائے گا۔ جس نے آنکھ دی ہے اسی کا حکم ہے کہ نگاہوں کو بچاؤ۔ اگر آنکھ میں روشنی نہ ہوتی یا اللہ مادر زاد اندھا پیدا کرتا تو پھر کہاں سے دیکھتے؟ کیا اللہ کا یہی شکر ہے کہ آنکھ کی روشنی حرام میں استعمال کرو؟ حرام میں استعمال کرنا کیا یہ شرافت ہے؟ بس خوب سمجھ لو کہ گناہوں سے بچنا فرضِ عین ہے اور عبادت میں فرض نماز، سنتِ مؤکدہ اور وتر کی نماز پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ نجات ہوجائے گی۔ چاہے کوئی نفل نہ پڑھو مگر گناہ چھوڑنا فرض ہے، اللہ کو ناراض کرنا حرام ہے، بدمعاشی ہے، حماقت ہے، ناپاکی ہے، نافرمانی ہے، بے غیرتی ہے۔ کمینہ ہے وہ شخص جو اللہ کو ناراض کرتا ہے۔ اللہ کی نعمتیں کھاتا ہے اور نعمت دینے والے کی نافرمانی کرتا ہے۔ زمین اللہ کی ہے، آسمان اللہ کا ہے، کسی کو حق نہیں کہ اللہ کی زمین پر اور اللہ کے آسمان کے نیچے گناہ کرے۔ جو گناہ کرنا چاہتا ہے تو اللہ کی زمین پر اور اللہ کے آسمان کے نیچے نہ رہے۔ کون سی جگہ ایسی ہے جو اللہ کی نہ ہو اور جہاں اللہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھانے میں اور

www.khanqah.org

مکھن نگلنے میں آگے آگے لیکن گناہ چھوڑنے میں پیچھے کیوں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس نیت سے بچو کہ ہم اللہ کے ولی ہو جائیں، اللہ اپنے کرم سے ہمیں اپنا دوست بنالے۔ لیکن جس سے گناہ ہوگئے وہ بھی مایوس نہ ہو، دل سے توبہ کرلے تو وہ بھی اللہ کا دوست ہو جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ۔ توبہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ صرف معاف ہی نہیں فرماتے اپنا محبوب بھی بنالیتے ہیں۔ اے اللہ! میں مسافر ہوں اور مریض بھی ہوں، فرشتے مریض کی دعا پر آمین کہتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ! اپنی تجلیاتِ جذب کی لہروں کو بھیج دیجیے جو ہم سب کو اور ہمارے حاضرین احباب کو اور جو لوگ غیر حاضر ہیں ان کو بھی اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اللہ والا بنادے۔ ہمارے عزیز و اقارب اور دور کے رشتہ داروں کو بھی اللہ والا بنادے اور سارے عالم کے کافروں کو بھی تجلیاتِ جذب میں سمو لیجیے اور ان کو بھی ایمان دے کر اللہ والا بنا دیجیے اور جو مسلمانوں کے درپے ہیں اور ان کو ستارہے ہیں، مقابلہ کررہے ہیں ان کو مغلوب و مطرود و مقہور فرمادے۔

اَللّٰهُمَّ عَذِّبِ الْكَفَرَةَ وَاَلْقِ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَدَمِّرْ دِيَارَهُمْ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ بَأْسَكَ وَعَذَابَكَ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

مجلس بعد عشاء مسجدِ نور کے ہال میں، ڈربن

گزشتہ کل چوں کہ مجمع بہت زیادہ تھا اور مدرسہ کا بڑا ہال بھی تنگ پڑ گیا تھا، ہال کے باہر صحن تک لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو مولانا یونس پٹیل صاحب کی درخواست پر حضرتِ والا مسجد نور تشریف لے گئے۔ مسجد اندر سے باہر تک آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضرتِ والا کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرتِ والا کے بیان کے بعض ارشادات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

سلوک و تصوّف کا حاصل

ارشاد فرمایا کہ زخمِ حسرت کھانا، خونِ تمنا پینا، اپنی مرضی کو فنا کرنا

اور اللہ کی مرضی پر چلنا اسی کا نام تصوف و سلوک ہے۔ اللہ کی ناراضگی اور گناہوں سے بچنے میں دل کو توڑ دینے کا نام حسرت ہے اور اللہ کے لیے اس غمِ حسرت کو خوشی خوشی برداشت کرنا ہی اللہ پر فدا ہونا ہے۔ میرا شعر ہے؎

ہے روحِ بندگی بس ان کی مرضی پر فدا ہونا
یہی مقصودِ ہستی ہے یہی منشائے عالَم ہے

سب کا دل گناہوں کو چاہتا ہے لیکن بعض لوگ ہیں جو گناہ کر لیتے ہیں اور پھر پاگل کی طرح پریشان پھرتے ہیں، بدحواس رہتے ہیں، کہیں سکون نہیں پاتے، اگر گناہوں میں سکون ہوتا تو سب گناہ گار چین سے رہتے لیکن گناہ گار پہلے ویلیم فائیو (Valuim-5) اور پھر ویلیم ٹین (Valuim-10) کھاتے ہیں اور آخر میں ٹین بجاتے ہوئے پاگل خانے چلے جاتے ہیں۔ میرا ایک شعر ہے؎

بُتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

جو حسینوں سے گل (بات) کرتا ہے پاگل ہو جاتا ہے اور گال کو دیکھنے سے گالیاں ملتی ہیں۔ اس لیے نہ دیکھو کسی کا گال کہ گالیاں کھانی پڑیں۔

زندگی کی دو اقسام ہیں

دوستو! دو قسم کی زندگی ہے اور دونوں زندگیوں کو مرنا ہے، نیک لوگوں کو بھی اور بدکار لوگوں کو بھی۔ لیکن جو برے کام میں مشغول ہیں، لذت حرام اینٹھ رہے ہیں، اللہ کو ناراض کر رہے ہیں ان کو موت تو بعد میں آئے گی لیکن موت سے پہلے ہی ان کی دنیاوی زندگی بھی تلخ کر دی جائے گی، اور جو لوگ نیک ہیں وہ انعام یافتہ ہوں گے یعنی انعام پا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دو آیتیں نازل فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا۔ فَلَنُحۡیِیَنَّهٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً[۱۱۶] تو ہم اس کو

---

[۱۱۶] النحل: ۹۷

www.khanqah.org

ضرور بالضرور بالطف حیات، پاکیزہ اور مزے دار زندگی دیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور دنیاوی زندگی کے لیے ہے کہ آخرت میں تو ہم اپنے وفادار بندوں کو مزہ دیں گے ہی لیکن ہم ان کی دنیاوی زندگی بھی مزے دار کردیں گے اور لام تاکید بانون ثقیلہ سے فرمایا کہ ہم ضرور ضرور ان کو بالطف زندگی دیں گے اور اگر نافرمانی کے راستوں سے لذتِ حرام تلاش کروگے تو یاد رکھو تمہاری زندگی تلخ کردی جائے گی، تمہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی، نہ خشکی میں، نہ سمندر میں۔ جہاں جاؤ گے وہیں مصیبت بھی پیچھے پیچھے آئے گی۔ ایک ہندی مثل ہے، جہاں جائے دولہا رانی وہیں پڑے پاتھر پانی۔ اللہ کے نافرمانوں کو کہیں بھی چین نہیں چاہے سمندر میں رہے یا خشکی پر اور کیوں چین نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا[۱۱۷]

اے ڈربن کے لوگو! غور سے سن لو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میری یاد سے غافل ہوجائے گا اور گناہوں میں حرام مزہ تلاش کرے گا، جو ظالم میری نافرمانی میں سکون تلاش کرے گا تو میں اللہ ہوں، میں کہہ رہا ہوں کہ اس کی زندگی تلخ کردی جائے گی۔ میری نافرمانی سے کوئی سکون پاجائے! ناممکن ہے۔ بادشاہوں کا کلام ایسے ہی ہوتا ہے۔ بادشاہ یہ نہیں کہتا کہ میں مجرم کی پٹائی اور ٹھکائی کروں گا اور اچھل اُچھل کے اس کے جوتے ماروں گا۔ یہ کہنا بادشاہ کی توہین ہے۔ دنیاوی بادشاہ سزا کا یوں اعلان کرتے ہیں کہ مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے اور جب کوئی انعام دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مابدولت فلاں کو یہ انعام دیتے ہیں۔ جب دنیاوی بادشاہوں کی یہ شان ہے تو اللہ تعالیٰ جو بادشاہوں کو سلطنت کی بھیک دیتے ہیں ان کے کلام کی کیا شان ہوگی، ان کے کلام میں شاہانہ اثر نہ ہوگا؟ کلام بتاتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، شاہوں کے شاہ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

---

[۱۱۷] طٰہٰ: ۱۲۴

www.khanqah.org

جو میری یاد سے اعراض کرے گا، مجھے بھول جائے گا، میری نافرمانی کرے گا اور جسم کے کسی اعضاء سے دل میں حرام لذت درآمد کرے گا پس تحقیق کہ اس کی زندگی تلخ کردی جائے گی۔ میں خالقِ حیات ہوں اُسے لطفِ حیات سے محروم کردوں گا۔ اس کی حیات اس قابل نہیں کہ اس کو حیات کہا جائے، میں اُس کی زندگی کا نام مَعِيْشَةً رکھتا ہوں جس کے معنیٰ ہیں جینا، جیسے دوزخی جہنم میں جیے گا کہ نہ وہ زندگی ہوگی نہ موت۔ ایسے ہی نافرمان جیتا ہے اور فرماں برداروں کی زندگی کو حیات فرمایا:

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً[۱۱۸]

یہ لوگ حیات یافتہ ہیں۔ ان کو ہم نے بالُطف زندگی دی ہے کیوں کہ یہ لطیف کو یاد رکھتے ہیں یہ عبد اللطیف ہیں اس لیے ان کو لطف دیتا ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بس دوستو! اگر چین چاہتے ہو تو اللہ کی طرف آجاؤ، اللہ کی یاد والی زندگی اختیار کرلو۔ دو زندگی ہے ایک بالُطف زندگی اور دوسری تلخ زندگی۔ بولو بھئی! کون سی زندگی پسند ہے؟ حیاتِ طیبہ پاکیزہ زندگی! بس آج عہد کرلو کہ آج سے ہم اللہ تعالیٰ کو ایک لمحے کو بھی ناراض نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کو ہر وقت راضی کریں گے۔ ہم کس کے ہیں؟ اللہ کے ہیں اور اللہ کے ہو کے رہیں گے اور اللہ کے ہو کے مریں گے۔ ہمارا مرنا، جینا اللہ پر ہونا چاہیے۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ اللہ پر مرنا، اللہ پر جینا سیکھ لے اور یہ کیسے آئے گا؟ اللہ والوں کی صحبت میں رہنے سے۔ اگر اللہ والے نہ ملیں تو اللہ والوں کے غلاموں کے پاس چلے جاؤ۔ میں اللہ والوں کا غلام ہوں۔ میری غلامی سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اتنی طویل غلامی ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ دونوں اس پر شاہد ہیں کہ بزرگوں کے ساتھ غلامی بہت طویل عرصہ رہی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم اور فہمِ سلیم عطا فرمائے اور یاد رکھو گناہ کرنا بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ جس کی قسمت خراب ہوتی ہے وہی گناہوں پر جری ہوتا ہے، گناہوں سے توبہ کرکے آج سے اللہ والے بننے کا

۱۱۸؎ النحل: ۹۷

www.khanqah.org

ارادہ کرلو اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ۔ حیاتِ طیبہ کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سچا ہے، ان سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے۔ بس گناہ چھوڑ دو حیاتِ طیبہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

مصیبت میں بھی آرام سے رہنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ دیکھو دوستو! اللہ تعالیٰ بہت بڑے ہیں، کبھی اللہ پر جری مت ہونا۔ بڑے بڑے جرأت مندوں کو دیکھا کہ جن کو گناہوں کی چاٹ لگی ہوئی تھی، مگر بیمار ہوئے تو کوئی معشوق کام نہ آیا، اللہ ہی کام آیا اور اللہ والے ہی ان کے پاس آئے، نفسانی تعلق والے سب بھاگ گئے۔ مصیبت میں اللہ ہی کام آتا ہے اور اللہ کے نیک بندے کام آتے ہیں اس لیے ایک بات سن لو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَا يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[119]

تم آرام میں اللہ کو یاد کرو تو اللہ مصیبت میں تم کو یاد رکھے گا۔

جو آرام میں اللہ کو یاد نہیں کرتا لیکن جب مصیبت میں پھنسے تو خدا یاد آتا ہے یہ غیر شریفانہ حرکت ہے اور گویا مصیبت کا انتظار کرنا ہے کہ نعوذ باللہ! مصیبت آئے تو اللہ کو یاد کریں لہٰذا آرام میں اللہ کو یاد کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو شدت اور مصیبت میں یاد رکھیں گے اور مصیبت میں بھی دل اطمینان سے رہے گا۔

خونِ دل کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ خونِ دل کے معنیٰ ہیں کہ اپنے نفس کی بُری خواہشوں کو پھانسی دے دو یعنی ان پر عمل نہ کرو، گناہ نہ کرنے سے دل کو جو تکلیف ہوتی ہے، اسی کو خونِ دل کہتے ہیں۔ نفس کی خواہشات جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں ان پر عمل کرکے یعنی گناہ کرکے اللہ کو ناراض نہ کرو۔ اللہ کو ناراض کرنا بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ کو ناراض

---

[119] مصنف ابن ابی شیبة: ۳۷۵/۱۳، باب كلام الضحاك بن قيس، مؤسسة علوم القرآن

www.khanqah.org

کرنے والا کسی وقت بھی گرفت میں آسکتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے لیے اللہ کو ناراض نہ کرو اگر چین سے رہنا چاہتے ہو۔

انبیاء علیہم السلام کے بینا ہونے کا راز

ارشاد فرمایا کہ شیخ مخاطب ہو تو اس کی آنکھوں میں بھی ہدایت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں میں ہدایت کا نور ڈال دیتے ہیں۔ شیخ سراپا ہدایت ہے لیکن آنکھوں میں ہدایت زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی جب کسی کو دیکھتا ہے ایمان کی حالت میں تو وہ صحابی ہوجاتا ہے۔ اسی لیے کسی پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اندھا پیدا نہیں کیا تاکہ اہلِ ایمان صحابی بن سکیں۔ اگر نبی نابینا ہوتا تو اُمّتی صحابی نہیں ہوسکتے تھے۔ پیغمبر کی نگاہوں سے صحابی بنتے ہیں۔ اسی لیے ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے بینا پیدا کیا تاکہ اُمّتی اگر اندھا بھی ہو مگر نبی اس کو دیکھ لے گا تو صحابی ہوجائے گا۔ جیسے حضرت عبد اللہ ابنِ امّ مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے مگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دیکھ لیا تھا تو صحابی ہوگئے۔

مورخہ ۲۶؍ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۱۶؍مئی ۲۰۰۴؁ء بروز اتوار

آج صبح حسبِ معمول حضرتِ والا سمندر کے کنارے سیر کے لیے تشریف لے گئے جس کا نام Suncast Beach ہے۔ ساحلِ سمندر پر حضرتِ والا آرام دہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے۔

علاج کے دو طریقے

ارشاد فرمایا کہ اس وقت سمندر سامنے ہے۔ سمندر کو دیکھو اور سبق حاصل کرو۔ جو بڑے سے بڑا سرکش خدا کا انکار کرتا ہے۔ جیسے فرعون، شدّاد، نمرود، ہامان اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا ہوں ایسوں کا علاج یہ ہے کہ سمندر میں تین چار میل اندر لے جاؤ اور وہیں سے سمندر میں دھکیل دو۔ ایک ہی غوطہ میں نانی یاد آجائے گی اور نانی کی کیا حقیقت ہے اللہ یاد آجائے گا اور کہیں گے O! My God اے میرے خدا! میں خدا نہیں ہوں، آپ ہی خدا ہیں، مجھے بچالیجیے، پانی مجھے ڈبو رہا ہے۔ اسی طرح جو آدمی

www.khanqah.org

کہتا ہو کہ گناہ میری پرانی عادت ہے، مجھ سے تو گناہ نہیں چھوٹتے، عشقِ مجازی تو میری زندگی ہے، اس کے بغیر تو میں جی نہیں سکتا، اس سے کہو کہ بیچ سمندر میں ایک لڑکی ہے، وہ سمندری پری ہے اور اس کو دکھا بھی دیا جائے کہ وہ دیکھو وہ کھڑی ہے۔ اسے کہو کہ تم بڑے عشق باز ہو تو سمندر میں کود پڑو تو اس وقت ساری عشق بازی ناک کے راستے سے نکل جائے گی۔ اس کو اگر کوئی بیچ سمندر میں پھینک دے تو ایک ہی غوطہ میں کہے گا کہ میں عشق بازی سے توبہ کرتا ہوں اور اب کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا۔ لیکن یہ علاج غیر شریفوں کا ہے۔ شریفوں کا علاج دوسرا ہے وہ ہے اللہ کا خوف، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہے کہ اللہ محسنِ اعظم ہے، ہمارا پیدا کرنے والا، ہمارا پالنے والا ہے، ہمیں بینائی دینے والا، اعضاء میں طاقت دینے والا، بلاؤں اور مصیبتوں سے بچانے والا، ایمان دینے والا، اللہ والوں کا ساتھ عطا فرمانے والا ایسے محسن مالک کو ناراض کرنا شرافت کے خلاف ہے، غیر شریفانہ حرکت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دو علاج بیان فرمائے: ایک شریفوں کا اور ایک غیر شریفوں کا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور آدمی سوچ لے کہ کل کے لیے اس نے کیا عمل بھیجا ہے۔ شریف طبیعت والا اسی مراقبہ سے شرمندہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو بھیجا ہے کل کو ان اعمال کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا منہ لے کر کھڑا ہوں گا جب وہ پوچھے گا کہ تم کیا کرتے تھے، میری ناراضگی کے اعمال تم نے کیوں کیے اور غیر شریفوں کا علاج اگلی آیت میں ہے:

وَاتَّقُوا اللهَ ؕ اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے باخبر ہے جیسے نالائق بیٹوں سے باپ کہتا ہے کہ نالائق ہوشیار! میں دیکھ رہا ہوں تیری حرکتوں سے باخبر ہوں۔ جب جوتے پڑیں گے تب تم کو عقل آئے گی، اسی طرح غیر شریفوں کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ تمہارے اعمالِ خبیثہ سے میں باخبر ہوں اور ان کا علاج فرمادیا تاکہ وہ گناہوں سے باز رہیں۔

www.khanqah.org

گناہوں سے پاکی نصیب ہونے کا راستہ

ارشاد فرمایا کہ بد نظری سے اللہ کی لعنت برستی ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۱۳۰]

اللہ تعالیٰ لعنت کرے دیکھنے والے پر اور جو اپنے کو دکھانے کے لیے پیش کرے۔ اور جب لعنت برسے گی تو رحمت کہاں سے آئے گی کیوں کہ لعنت کے معنٰی ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ لعنت سے اللہ کی رحمت دور ہو جاتی ہے اور اللہ کی رحمت جب دور ہو گئی تو انسان نفسِ امارہ کے حوالے ہو جاتا ہے۔ اور نفس تو سراپا شر ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوْٓءِ[۱۳۱]

لیکن اس کے شر سے کون بچ سکتا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ صرف وہ شخص جس پر رحمت اللہ کی ہو اور اللہ کی رحمت برستی ہے تقویٰ کی برکت سے اور اس دور میں تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ نگاہوں کو بچاؤ۔ اللہ کی رحمت، اللہ کا فضل جس پر ہوتا ہے وہی گناہوں سے بچ سکتا ہے خصوصاً بد نگاہی سے ورنہ واللہ کہتا ہوں کتنی ہی مؤثر تقریر ہو، سب سنتا ہے لیکن نظر بچا کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے کہ کوئی حسین ملے، جب تک کہ اللہ کا فضل نہ ہو بُری عادت جاتی نہیں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ نصِ قطعی ہے۔ نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے تب انسان کو گناہوں سے نفرت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا استحضار رہے کہ جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو گا وہی نفس کے شر سے بچے گا۔ اور دوسری آیت:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ

یعنی تم میں سے کوئی پاک نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اسی کو پاک کرتے

۱۳۰؎ کنز العمال: ۷/۳۳۸، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۱۳۱؎ یوسف: ۵۳

www.khanqah.org

ہیں۔بس دو آیتیں یادرکھو۔اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ نفس کے شر سے رحمت کا سایہ بچائے گا اور دوسری آیت ہے:وَلَوْلَا فَضْلُ اللہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ الخ سے معلوم ہوا کہ اللہ کا فضل، اللہ کی رحمت جس پر نہ ہوگی وہ قیامت تک پاک نہیں ہوسکتا۔وَلٰکِنَّ اللہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اس کو پاک کردیتا ہے اور مَنْ یَّشَآءُ میں یہ قید نہیں کہ تہجد گزار ہو، بہت سی خوبیاں ہوں، قاری ہو، حافظ ہو، عالم ہو، یہ کچھ ضروری نہیں، ضروری مَنْ یَّشَاءُ ہے جس کو اللہ چاہے، بس اللہ کا چاہنا کافی ہے۔

گناہوں کی تمنا اور حسرت بھی قابلِ توبہ ہے

اس کے بعد حضرتِ والا نے مولانا مصطفیٰ کامل صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ مولانا نے حضرتِ والا کے اشعار پڑھنے شروع کیے اور جب یہ شعر پڑھا ؎

تیری مرضی پہ ہر آرزو ہو فدا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت رہے

تو حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بد نظری تو نہیں کرتا مگر حسرت ہوتی ہے کہ کاش کہ شریعت میں کوئی گنجائش ہوتی تو میں دیکھ لیتا، کاش کہ، کاش کہ، کاش کاش لگائے رہتا ہے کہ کاش! مل جاتی یا مل جاتا۔ یہ ”کاش کہ“ علامت ہے اس کے نفس کی بد معاشی کی، کاش بھی نہ ہونا چاہیے۔ گناہوں سے بھی توبہ کرو اور گناہوں کی حسرت اور تمنا سے بھی توبہ کرو تب ایمان کامل ہوگا۔ گناہوں سے توبہ کرنا ہی کافی نہیں ہے جب تک گناہوں کی تمنا اور خواہش بھی دل میں مکروہ ہو جائے۔ اس لیے ایسی تمناؤں اور ایسی حسرتوں سے بھی اللہ سے معافی مانگ لو کہ یااللہ تعالیٰ میں کیسا کمینہ انسان ہوں کہ دل میں گناہوں کی تمنا رکھتا ہوں، اے اللہ! مجھے معاف کردیجیے میں آپ کی نافرمانی کی لالچ اور حسرت سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

استقامت کی پہچان

پھر حضرتِ والا کا مقطع پڑھا ؎

www.khanqah.org

روز و شب قلبِ اختر کی ہے یہ دعا
میرے مولیٰ مری استقامت رہے

تو ارشاد فرمایا کہ استقامت کی پہچان کیا ہے؟ یوں تو ہر کوئی کہے گا کہ میں اللہ کے راستے میں مستقیم ہوں لیکن نہیں! جب کوئی خوش قامت سامنے ہو تو پھر استقامت کا امتحان ہے۔ دیکھو خوش قامت اور استقامت یہ اردو کی چاشنی ہے۔ خوش قامت کے سامنے استقامت دکھاؤ یعنی جو خوش قامت کو نہ دیکھے تو سمجھ لو اس کو استقامت حاصل ہے۔ یہ دلیل ہے کہ وہ بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ میں اللہ کو چاہتا ہوں اور غیر اللہ سے پناہ چاہتا ہوں۔ حسینوں سے جسم کو بھی دور رکھو اور دل کو بھی دور رکھو۔ دل میں بھی یہ خیال نہ لاؤ۔ استغفار کرو دل کے خیال پر بھی۔ عام لوگ سمجھتے ہیں کہ مُلّا کیا جانے حسن کے نکتے! مُلّا خوب جانتا ہے مگر خدا کے خوف سے بچتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حُسن کیا ہے اور کیا اس کی تاثیر ہے۔ میرا ایک شعر ہے؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

مورخہ ۲۷؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۱۶؍ مئی ۲۰۰۴؁ء بروز اتوار سوا دس بجے شب

حدیث اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ کی تشریح

حضرتِ والا کھانا تناول فرمانے کے بعد ٹہلنے کے لیے مدرسہ کے ہال میں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر چہل قدمی فرما کر کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک صاحب کو دیکھ کر مخاطب فرمایا کہ آئس کریم بناتے ہیں۔ میں ان کی آئس کریم کھا چکا ہوں، ان کو جب دیکھتا ہوں تو آئس کریم یاد آتی ہے۔ آئس کریم والے کو دیکھ کر آئس کریم یاد آتی ہے تو اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ یاد آنے میں کیا اشکال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ایمان لانا تو فرض ہے اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ[۱۳۲] اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر

۱۳۲؎ التشرف بمعرفة احاديث التصوف: ۳۱۷، مؤلفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ

www.khanqah.org

اللہ یاد آجائے۔ میرے حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہر چیز اس کے والوں سے ملتی ہے۔ آلو والے ہیں تو ان سے آلو ملے گا، کباب والے سے کباب ملے گا، امرود والے سے امرود ملے گا، کپڑے والوں سے کپڑا اسی طرح اللہ والوں سے اللہ ملے گا۔ اس کی دلیل قرآن شریف میں ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کر کے، گناہ چھوڑ کر تم اللہ کے دوست بن جاؤ لیکن کیسے بنو گے؟ جو میرے دوست ہیں، جو تقویٰ میں سچے ہیں ان کے پاس رہ پڑو۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہیں، عظیم الشان ہیں، پاک ہیں، لیکن اپنے ناپاک بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور میرے دوست بن جاؤ کیوں کہ میرے دوست صرف تقویٰ والے ہیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔

تفسیر ذوالجلال والاکرام

کیا شانِ رحمت ہے کہ ناپاک بندوں کو اپنا دوست فرما رہے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان استغنائے کامل کی متقاضی ہے کیوں کہ وہ ذوالجلال ہیں یعنی صاحب استغنائے مطلق ہیں۔ لیکن استغنائے مطلق سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ مکمل مستغنی ہیں تو بندوں کا خیال نہ رکھتے ہوں گے کیوں کہ جو مستغنی ہوتا ہے وہ دوسروں کے دکھ درد سے بے نیاز ہوتا ہے، اُسے پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ کون کس حالت میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی اپنا دوسرا نامِ مبارک نازل فرمایا وَالْاِكْرَامِ اَیْ صَاحِبُ الْفَيْضِ الْعَامِ[۱۲۳] یعنی صاحب الاستغناء اور مستغنی مطلق ہونے کے باوجود اس کا فیض عام ہے کہ وہ کسی کو نہیں بھولتا۔ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کا یہ ترجمہ روح المعانی میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سارے عالم سے بے نیاز ہے اور سارا عالم اس کا محتاج ہے لیکن اس کے باوجود ہم جیسے گناہ گاروں کو فرما رہے ہیں يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! کیا خطاب ہے، اس خطاب

۱۲۳؎ روح المعانی: ۱۰۹/۲۷، الرحمٰن (۲۷)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

میں بھی مزہ ہے کہ اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرلو، گناہ گار زندگی کو چھوڑدو، گناہ اچھی چیز نہیں ہے، بین الاقوامی خراب چیز ہے، ہر آدمی گناہوں کو بُرا سمجھتا ہے چاہے کرتا ہو۔

تو اللہ تعالیٰ مستغنی مطلق اور مکمل بے نیاز ہونے کے باوجود اپنے سراپا محتاج اور ناپاک بندوں سے فرمارہے ہیں کہ میرے دوست بن جاؤ اور میرے دوست کون ہیں؟ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا جو ایمان لائے، اس میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا کیوں کہ ایمان ایک ہی بار لانا ہوتا ہے۔ تو ولایت کی پہلی شرط ایمان ہے اور دوسری شرط ہے وَکَانُوۡ یَتَّقُوۡنَ یہ ماضی استمراری ہے تو معنیٰ یہ ہوئے کہ تقویٰ میں استمرار مطلوب ہے لیکن تقویٰ ٹوٹ سکتا ہے، لہٰذا اس کو بار بار جوڑنا پڑے گا۔ جیسے اگر وضو ٹوٹ جاتا ہے تو دوبارہ وضو کرکے پھر باوضو ہوتے ہیں ایسے ہی اگر تقویٰ ٹوٹ جائے، بشریت غالب ہوجائے تو توبہ کرکے پھر متقی ہوجاؤ۔ اللہ سے توبہ، استغفار کرکے تجدیدِ عہد کرو کہ یااللہ! جان دے دوں گا مگر آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔

ناپاک بندوں کو دوستی کی پیش کش

اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ خود بڑھایا۔ بندوں کے تو خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ منی اور حیض سے پیدا کرکے وہ پاک ذات ہم کو اپنا دوست بنائے گی۔ ایک بادشاہ بھنگی اور چمار تو کیا ایک عام آدمی کو بھی اپنا دوست بنانے کے لیے تیار نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ناپاک بندوں کو فرمارہے ہیں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو تم میرے دوست بن جاؤ گے کیوں کہ متقی بندے ہی میرے اولیاء ہیں، صرف تقویٰ کی ضرورت ہے۔ ایمان تو تمہارے پاس ہے ہی، صرف تقویٰ کا معاملہ ہے جس پر دوستی کی بنیاد ہے۔ بس اگر تقویٰ اختیار کرلو تو اللہ کے دوست بن جاؤ گے۔ اللہ کا دوست بننا کیا معمولی نعمت ہے؟ کتنی بڑی ذات پاک، کتنا بڑا مالک اپنا دوست بنارہا ہے۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ اولیاء اللہ کی کیا قیمت ہے۔ دنیا کا بازار اولیاء اللہ کی قیمت کی جگہ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ خود ظاہر فرمایا کہ تم میرے دوست بن جاؤ۔ بندوں کی طرف سے

www.khanqah.org

کوئی درخواست نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ! ہم آپ کے ولی بننا چاہتے ہیں۔ قرآنِ پاک کی کوئی آیت دکھاؤ جس میں بندے نے درخواست کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو یعنی گناہ نہ کرو تو تم میرے ولی ہو۔ اگر گناہ کروگے تو تم گھاٹے میں رہوگے کیوں کہ میری ولایت سے محروم ہو جاؤگے لیکن اگر خطا ہو جائے تو مجھ سے معافی مانگ لو میں غَفَّارُ الذُّنُوْبِ ہوں، تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والا ہوں اور سَتَّارُ الْعُیُوْبِ ہوں تمہارے عیبوں کو چھپانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپاتے ہیں، ستاریت کا ظہور فرماتے ہیں تاکہ میرا بندہ رسوا نہ ہو اور دوسرے لوگ اس کو بُرا نہ کہیں، لیکن ان کے کرم سے ناجائز فائدہ مت اُٹھاؤ، اُن کی رحمت کی وجہ سے گناہوں پر جری نہ ہو، اُن کا ایک نام ذوالانتقام بھی ہے، جو مسلسل گناہ کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو کبھی انتقام کا ظہور بھی ہوتا ہے اور پھر وہ رسوا ہو جاتا ہے۔ ایک چور نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ میری پہلی خطا ہے مجھے معاف کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! تم نے کم از کم تین دفعہ چوری کی ہے، تین دفعہ کے بعد اللہ تعالیٰ رسوا کرتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ معافی مانگنے کی اجازت دے دی ورنہ گناہ گار بندے کہیں کے نہ رہتے۔ استغفار کا حکم بھی ان کی انتہائی رحمت ہے کیوں کہ جانتے ہیں کہ میرے بندوں سے گناہ ہوگا اس لیے فرمایا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ دنیا میں جاتو رہے ہو لیکن اپنے رب سے معافی مانگتے رہنا، استغفار کرتے رہنا اور رب نے اس لیے نازل کیا کہ پالنے والے کو اپنی پلی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے اس لیے تم اپنے پالنے والے سے مغفرت مانگو۔ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا[۱۲۴] وہ غافر نہیں، غفار ہے، بہت بخشنے والا ہے، خطاؤں کو بہت معاف کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس میں بندوں کو دو اُمیدیں عطا فرمائیں۔ ایک اُمید تو رب فرما کر باندھ دی کہ اپنے رب سے معافی مانگو وہ تمہارا پالنے والا ہے، پالنے والے کو محبت ہوتی ہے، اس لیے وہ جلد

۱۲۴؎ نوح: ۱۰

www.khanqah.org

معاف کردیتا ہے اور دوسری امید غفار فرما کر باندھ دی کہ گھبراؤ نہیں اس کی مغفرت بے پایاں ہے۔ کیوں کہ وہی پالتا ہے جس کو محبت ہوتی ہے۔ تم کتا، بلی پالتے ہو تو اس سے تمہیں محبت ہو جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہی لفظ نازل کیا کہ پالنے کی وجہ سے جب تم کو پالی ہوئی چیز سے محبت ہو جاتی ہے تو ہم تم کو پالیں اور ہم کو محبت نہ ہو؟ اصلی پالنے والے تو ہم ہیں، تم تو نسبتی ہو تمہارے ساتھ تو صرف نسبت ہے پالنے کی۔ ماں باپ بھی پالنے کے متولی ہیں اصلی پالنے والا اللہ ہے۔ بعض کے بچپن میں ہی ماں باپ مر جاتے ہیں تب بھی تو اس کی پرورش ہوتی ہے بلکہ بعض بندوں کی پرورش ایسے فرمائی کہ ماں باپ کی پرورش سے بھی زیادہ۔

نمرود کی پرورش کا واقعہ

نمرود نے اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا مگر نمرود کو اللہ تعالیٰ نے کیسے پالا؟ ایک جہاز سمندر میں جارہا تھا اور جتنے آدمی جہاز پر تھے سب ڈوب گئے صرف ایک ماں اور اس کا بچہ یہ دونوں بچ گئے جو ایک تختہ پر بہہ رہے تھے۔ اس کے بعد عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جاؤ اس بچے کی ماں کی روح بھی قبض کرلو۔ اب بچہ تختہ پر اکیلا بہا چلا جارہا تھا۔ پھر ہواؤں کو حکم ہوا کہ سمندر کے ایک کنارے پر جنگل ہے اس کو وہاں ڈال دو۔ وہ تختہ بہہ کر اُسی جنگل کی طرف گیا اور جنگل کے کنارے لگ گیا، جنگل میں اللہ تعالیٰ نے ایک شیرنی کو حکم دیا اور وہ اس بچہ کو اُٹھا کر لے گئی اور دودھ پلانے لگی اور دودھ پلا کر اُسے خوب بڑا کردیا۔ اس کے بعد جنوں کے بادشاہ نے آدابِ شاہی سکھائے۔ ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے عزرائیل! تم کو کسی کی روح قبض کرنے میں بھی تکلیف ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں اللہ میاں! ایک ماں اور بچہ جو سمندر میں ایک تختہ پر بہے جارہے تھے اور آپ نے ماں کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیا تو میرا کلیجہ منہ کو آگیا کہ اس بچہ کا کیا ہوگا۔ مگر آپ کے حکم کے سامنے کس کی مجال ہے جو لب ہلا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہی بچہ بڑا ہو کر میرا سرکش اور نافرمان ہوا اور خدائی دعویٰ کیا اور میرے

خلیل کو آگ میں ڈالا۔ یہ شخص نمرود تھا۔ جس ظالم کو ماں باپ نے پالا ہو اور بواسطۂ اسباب جس کی پرورش ہوئی ہو اس کے لیے تو اسباب حجاب ہوسکتے ہیں مگر اس ظالم کو تو ہم نے براہِ راست پالا، اسباب کا بھی کوئی پردہ نہیں تھا، ماں باپ کے بغیر پالا اور سو ناز سے پالا۔ ہم نے سمندر کی موجوں کو حکم دیا کہ اس کو ایسے جنگل میں لے جاکر ڈالو جہاں ریحان و سوسُن کے خوشبودار پھول ہوں، میوہ دار درخت ہوں اور میٹھے پانی کے چشمے ہوں، برگِ گل و نسترن سے ہم نے اس کا بستر بنایا، خوش آواز پرندوں کو حکم دیا کہ اپنی سریلی آوازوں سے اس کا دل بہلائیں، سورج کو حکم دیا کہ اس بچہ پر اپنی تیز شعاعیں نہ ڈالے، ہواؤں کو حکم دیا کہ اس پر آہستہ چلیں، شیرنی کو حکم دیا کہ اس کو دودھ پلائے۔ جنوں سے آدابِ شاہی سکھائے اور اس کو میں نے بادشاہی بھی عطا کی۔ غرض اس پر میں نے صَدہا عنایات و اکرام کیے تاکہ بغیر واسطۂ اسباب کے میرا لطف و کرم دیکھ لے اور اسباب کے حجابات بھی نہ رہیں مگر یہی شخص میرا دشمن ہوا اور میرے خلیل کو آگ میں ڈالنے والا ہوا۔ پس اگر کسی شامتِ عمل سے اللہ تعالیٰ عقل پر عذاب نازل کردے تو پھر خیر نہیں، سب کچھ جان بوجھ کر آدمی ہلاکت میں پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ آمین۔

گناہ کے بُرے ہونے کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے گناہ چھوڑنے کو فرماتے ہیں کیوں کہ گناہ خراب چیز ہے۔ کافر بھی ثابت نہیں کرسکتا کہ گناہ اچھی چیز ہے۔ یہودی عیسائی، ہندو سب سے پوچھو کہ زنا اور لواطت اچھی چیز ہے یا بُری، جھوٹ بولنا اچھا ہے یا بُرا، دھوکا دینا بُری بات ہے یا اچھی بات ہے تو بالاتفاق کہیں گے کہ بُری چیز ہے اگرچہ یورپ اور امریکا میں لواطت یعنی لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کو انگریزوں نے قانوناً جائز کردیا لیکن دل میں سمجھتے ہیں کہ یہ بُرا کام ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ان کے کسی بڑے آدمی نے لواطت کی ہے تو ایسے شخص کو وزارت یا اسمبلی کی ممبری یعنی عزت کی پوسٹ پر نہیں رکھتے اور اگر ایسی پوسٹ پر ہوتا ہے تو اس کو نکال دیتے ہیں، پس چوں کہ گناہ بُری چیز ہے۔ اسی لیے تو تقویٰ اللہ تعالیٰ نے فرض

www.khanqah.org

کر دیا۔ ایمان کا حاصل تقویٰ ہے اور اللہ کی دوستی کی بنیاد تقویٰ ہے۔ بس تھوڑی سی کوشش کرلو، کچھ دن گناہ چھوڑے رہو اور اللہ والوں کی صحبت میں رہو پھر معلوم ہو گا کہ گناہ کتنی بُری چیز ہے۔ گناہ چھوڑنے سے دل کو جب ٹھنڈک ملے گی تب قدر معلوم ہو گی کہ گناہ سے بچنے میں کیا مزہ ہے۔ عطر عود لگانے والا بلی کا گو نہیں سونگھ سکتا، خوشبو کا عادی بدبو کو برداشت نہیں کر سکتا۔ بندہ جب گناہ چھوڑنے سے متقی کامل ہو جاتا ہے پھر اس کو گناہ راس نہیں آتا جیسے عطر عود لگانے والے کو بلی کے گو سے وحشت ہو جاتی ہے، اسی طرح متقی کو گناہوں سے ایسی ہی نفرت ہو جاتی ہے اس لیے کسی ولی اللہ کو ایک لاکھ روپے یا ایک لاکھ رین یا ایک لاکھ ڈالر دو اور کہو کہ یہ گناہ کرلو تو وہ ہر گز نہیں کر سکتا۔

ندامت کے آنسوؤں کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ ندامت کے آنسو بہت قیمتی ہیں۔ نادم ہو کر رونے والے ان شاء اللہ! سب نجات پا جائیں گے۔ ندامت کے آنسوؤں کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس بادشاہ کے ملک میں کوئی موتی نہیں ہوتا تو وہ دوسرے ملک سے اپنے دربار میں درآمد کرتا ہے اور اس کی بڑی قدر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ندامت کے آنسو نہیں ہیں اس لیے جب کوئی بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے آنسوؤں کو اس عالم سے درآمد کرتے ہیں اور ان کی بڑی قدر فرماتے ہیں، حدیثِ قدسی ہے:

لَأَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ[۱۲۵]

گناہ گاروں کا رونا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔

منشائے نبوت

آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان عین منشائے نبوت ہے،

۱۲۵؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵) فی باب حرف الهمزة مع النون / روح المعانی: ۳۰/۱۹۶، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

گناہوں سے نفرت دلانا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا شوق دلانا یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور جس کو اس کام کی توفیق ہو جائے اس پر اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے اس سے کارِ نبوت لے لیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس وقت یہ گناہوں سے نفرت اور اللہ کی عبادت کی ترغیب کی توفیق دی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس وقت جنت کا راستہ دکھادیا گویا اللہ کو دکھادیا کہ **ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ**[۱۳۶] یہ ہے تمہارا اللہ دیکھ لو۔ **ذٰلِکُم** اسم اشارہ قریب ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے **ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ** فرما کر گویا بالکل دکھادیا کہ دیکھو یہ ہے تمہارا رب۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والا بنادے۔ میری ایک دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے گھر والوں کو اور سب دوستوں کو اور دوستوں کے گھر والوں کو اللہ والا بنادے یعنی متقیٔ کامل بنادے اور سارے عالم کے مسلمانوں کو متقیٔ کامل بناکر ولی اللہ بناکر جنتی بنادے اور کافروں پر بھی اپنی رحمت سے تجلیاتِ جذب نازل کرکے ایمان عطا فرماکر جنتی بنادے۔ اختر کو بھی اور اختر کے دوستوں کو بھی جذب کرے کیوں کہ جذب کا راستہ آسان ہے، سلوک کا راستہ مشکل ہے۔ شیطان سالکِ محض تھا اس لیے مردود ہو گیا کیوں کہ اس کو جذب نصیب نہیں ہوا تھا۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ سے جذب مانگو۔ غیر محدود راستہ ہماری محدود طاقتوں سے طے نہیں ہو سکتا۔ غیر محدود طاقت سے ہی طے گا۔ اللہ تعالیٰ جب اپنی جو غیر محدود طاقت سے جذب کریں گے تب غیر محدود راستہ طے ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی غیر محدود طاقت سے ہم سب کو جذب کرلیں اور اپنا ولی بناکر جنّتی بنادیں۔

دوزخ کی برانچ

ارشاد فرمایا کہ دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو جہنم میں ڈال دیں گے اور پوچھیں گے اے دوزخ! تیرا پیٹ بھر گیا تو دوزخ کہے گی: **ہَلۡ مِنۡ مَّزِیۡدٍ** اے اللہ! میرا پیٹ نہیں بھرا کیا کچھ اور مال ہے تو

---

[۱۳۶] الزمر:٦

اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے۔ یعنی تجلیٔ خاص نازل کریں گے تو دوزخ کہے گی **قط قط قط** بس بس اللہ میرا پیٹ بھر گیا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جس طرح دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرا اسی طرح گناہوں سے نفس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ ایک گناہ کروگے تو دوسرے کو دل چاہے گا۔ ایک سو گناہ کروگے تو ایک سو ایک کو جی چاہے گا۔ جو ہیڈ آفس کا مزاج ہوتا ہے وہی مزاج برانچ کا ہوتا ہے۔ دوزخ ہیڈ آفس ہے، نفس برانچ ہے۔ اس لیے نفس کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھرے گا۔ اگر بھرے گا تو اللہ کے قدم سے یعنی اللہ کے ذکر سے۔ اللہ کا ذکر اور گناہوں سے استغفار سے نفس کو سکون آجائے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مجلس کے بعد حضرتِ والا نے پوچھا کہ کیسا مضمون تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ! الہامی مضامین غیب سے آرہے تھے۔ حضرتِ والا نے اپنا یہ شعر پڑھا۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

اور فرمایا کہ جب آسمانوں سے آتی ہے تو آدمی بیان پر مجبور ہوتا ہے، پھر وہ اس پر قادر نہیں ہوتا کہ جب مجمع ہوگا تب بیان کرے گا۔ پھر تو جو بھی سامنے ہو، جس کی بھی قسمت ہو چاہے ایک ہی آدمی ہو اس کو ہی سنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ مولانا یونس پٹیل صاحب نے عرض کیا کہ کم سے کم ہزار آدمی اس وقت آپ کا بیان سُن رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمالے تو سنانے والے کا کام بن گیا اور سننے والوں کا بھی بن گیا۔ ان شاء اللہ

مورخہ ۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز دوشنبہ

چند روز قبل مدرسہ تعلیم الدین اسپنگو بیچ کے بعض ذمہ دار حضرات نے حضرتِ والا سے درخواست کی تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے مدرسہ تشریف لاکر طلباء کو نصیحت فرمادیں۔ حضرتِ والا نے ان کی دعوت قبول فرمائی لیکن یہ شرط رکھی کہ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں کیا جائے گا۔ چناں چہ آج صبح ساڑھے دس بجے حضرتِ والا

مدرسہ اسپنگو بیچ تشریف لے گئے۔ حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب اس مدرسے کے طالب علم رہ چکے ہیں۔ حضرتِ والا نے اُن سے تقریر کرنے کے لیے فرمایا اور انہوں نے بہت درد انگیز تقریر کی اور حضرتِ والا کی تعلیمات بہت عمدہ انداز میں پیش کیں۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے طلباء سے خطاب فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے۔

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
فَاَعُوۡذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ
بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ - وَقَالَ تَعَالٰی
اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اے ایمان والو ! اِتَّقُوا اللہَ تم میرے متقی بندے بن جاؤ کیوں کہ صرف متقی بندے میرے دوست ہیں۔ دلالتِ التزامی سے اس کا ترجمہ ہوا کہ اے ایمان والو! تم میرے دوست بن جاؤ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بندوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا، دوستی کی پہل اللہ تعالیٰ نے فرمائی ورنہ بندے کہاں کہہ سکتے تھے کہ ہم کو اپنا دوست بنالیجیے۔ جن کی تعمیر باپ کی منی اور ماں کے حیض کے نطفۂ ناپاک سے ہوتی ہے وہ اپنے اجزائے تعمیریہ کے مطابق اپنے کو اس قابل نہیں سمجھ سکتے تھے کہ اللہ کے دوست بن جائیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور خود پہل فرمائی۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ ایمان تو لاچکے اگر متقی ہو جاؤ تو میرے دوست بن جاؤ گے۔ اگر فاسق فاجر رہوگے، میری نافرمانی کروگے تو ایمان تو رہے گا مگر میرے خاص تعلق سے یعنی میری دوستی سے محروم رہوگے۔ اس لیے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تقویٰ اتنا آسان ہے جتنا باوضو رہنا آسان ہے۔ وضو ٹوٹ جاتا ہے تو دوسرا وضو کرلیتے ہو کہ

www.khanqah.org

نہیں؟ اگر تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر دوبارہ جوڑ لو یعنی اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے پھر متقی بن جاؤ۔ ماضی کو درست کر لو استغفار سے، حال کو درست کر لو گناہوں سے بچ کے اور مستقبل کو تابناک بنالو اِرادۂ تقویٰ سے۔ اگر تم توبہ کر لو گے تو تمہارا ماضی بھی درست ہو جائے گا، حال بھی درست ہو جائے گا اور مستقبل بھی روشن ہو جائے گا۔ توبہ کرنے والے بھی متقین کے درجہ میں ہو جاتے ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَةَ الْمُتَّقِیْنَ[۱۲۷]

اساتذہ کے لیے حفاظتِ نظر کی انوکھی تدبیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارا کوئی ولی نہیں ہے چاہے تہجد پڑھے، چاہے تلاوت کرے، چاہے رات دن سجدہ میں پڑا رہے، میرا ولی صرف وہ ہے کہ جو گناہوں سے بچتا ہے، ترکِ معصیت کرتا ہے، حسین سامنے آجائے چاہے حسین لڑکا ہو یا لڑکی ہو سب سے نگاہ بچاتا ہے۔ اس زمانے میں سب سے بڑا امتحان، سب سے مشکل پرچہ یہی ہے کہ نگاہوں کی حفاظت کی جائے۔ مدارس میں لڑکیوں سے تو سابقہ نہیں پڑتا لیکن لڑکوں سے بہت سابقہ پڑتا ہے اس لیے مدرسہ والوں کو لڑکوں سے زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔ بنگلہ دیش میں ایک شیخ الحدیث نے مجھ سے پوچھا کہ میں حدیث پڑھاتا ہوں لیکن کبھی کبھی شرح جامی بھی دے دی جاتی ہے۔ شرح جامی کے طلباء اَمرد ہوتے ہیں ان میں بعض حسین اور نمکین ایسے ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر دل پاگل ہوتا ہے تو آنکھ کو بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ جب شرح جامی پڑھاؤ تو لڑکوں کو بٹھانے کا طریقہ سیکھ لو۔ جو حسین لڑکے ہوں ان کو داہنے اور بائیں بٹھالو جو غیر حسین ہوں یا کم حسین ہوں ان کو سامنے رکھو۔ اس طرح غیر حسین یا کم حسین متن بن جائیں گے۔ اور زیادہ حسین حاشیہ بن کر قابلِ نظر نہیں رہیں گے کیوں کہ حاشیہ باریک ہوتا ہے اور متن جلی ہوتا ہے۔ لہٰذا غیر حسینوں کو جلی اور حسینوں کو حاشیہ بنادو تاکہ ان کے نقوش دُھندلے نظر آئیں۔ اس تجویز پر وہ محدث بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ سال بھر بعد

---

[۱۲۷] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۱۳۵، باب الاستغفار و التوبۃ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

www.khanqah.org

میں جب دوبارہ ان سے ملاقات ہوئی تو بتایا کہ الحمدللہ! اس تجویز پر عمل کرکے بہت فائدہ ہوا اور تقویٰ آسان ہوگیا۔ بتاؤ یہ علاج میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا؟ یہ چیزیں بزرگوں کی صحبتوں سے ملتی ہیں۔

میرے پینے کو دوستو سن لو

آسمانوں سے مے اُترتی ہے

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم تقویٰ اختیار کرلو، متقی بننا فرضِ عین ہے۔ حافظ بننا، عالم بننا، مفتی بننا فرضِ کفایہ ہے۔ کسی بستی میں دس ہزار آدمی رہتے ہیں اس میں دوچار مفتی ہوگئے کافی ہے۔ دوچار حافظ ہوگئے کافی ہے، دو چار عالم ہوگئے کافی ہے۔ سب کا عالم بننا فرض نہیں مگر متقی بننا ہر مسلمان پر فرضِ کفایہ نہیں فرضِ عین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرے ولی کون ہیں؟ تہجد گزار؟ اشراق اور چاشت پڑھنے والے؟ ہر وقت تلاوت کرنے والے؟ قائم اللیل اور صائم النہار یعنی رات کو قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے؟ نہیں! میرے ولی صرف وہ بندے ہیں جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور گناہ سے بچتے ہیں۔ اگر کوئی تہجد، اشراق، چاشت، اوابین پڑھتا ہے، دن رات تلاوت کرتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا وہ میرا ولی نہیں ہے۔ بتاؤ یہ ضروری مضمون ہے یا نہیں؟ لہٰذا اگر اللہ کا ولی بننا ہے تو سب سے زیادہ محنت فرضِ عین پر کرو کہ ہم سو فیصد متقی ہوجائیں، ایک نگاہ بھی غلط نہ ہو۔ اگر غلطی ہوجائے تو صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر سجدے میں ناک رگڑو، اللہ سے توبہ کرو، دل سے توبہ کرو، دل میں ندامت ہو تو توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔ خالی یا اللہ توبہ، یا اللہ توبہ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ الفاظِ توبہ سے توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک توبہ کی حقیقت دل میں نہ ہو۔ توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ اَلتَّوْبَۃُ ھِیَ النَّدَامَۃُ[۱۲۸] توبہ حقیقت میں ندامتِ قلب کا نام ہے۔ اور ندامت کے کیا معنیٰ ہیں تَاَلُّمُ الْقَلْبِ[۱۲۹] قلب میں رنج و غم ہو کہ ہائے نفس و شیطان کے کہنے سے میں نے اپنے رب کو کیوں

۱۲۸؎ روح المعانی: ۳/۳۱۶، اٰل عمرٰن (۱۵۵)، داراحیاء التراث، بیروت

۱۲۹؎ روح المعانی: ۱/۲۳۷، البقرۃ (۳۷)، داراحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

ناراض کیا، نفس و شیطان ہمارے دشمن ہیں۔ ہم دشمنوں کی گود میں کیوں بیٹھیں کہ وہ ہم کو کچا چبا جائیں۔ نفس و شیطان کی بات ماننا اللہ کی بات کو پیچھے رکھنا ہے اور حماقت اور گدھا پن ہے کہ نہیں؟ گدھا نمبر ون ہے وہ شخص جو دشمنوں کی بات مانتا ہے۔ اللہ نے فرمادیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور نفس اِنَّ اَعۡدٰی عَدُوِّكَ فِیۡ جَنۡبَیۡكَ[۱۳۰] ہے یعنی سب دشمنوں سے بڑا دشمن ہے جو تمہارے پہلو ہی میں ہے۔ داخلی دشمن خارجی دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لیے نفس بڑا دشمن ہے، شیطان چھوٹا دشمن ہے، کیوں کہ شیطان کو کس نے بہکایا؟ ہم تو کہہ دیتے ہیں کہ صاحب! ہمیں شیطان نے بہکادیا لیکن شیطان سے پہلے کون شیطان تھا جس نے اس کو بہکادیا اور جس کے بہکانے سے شیطان مردود ہوگیا؟ وہ شیطان کا نفس تھا جس نے کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور آگ کا کرہ اوپر ہے مٹی کا کرہ نیچے ہے۔ اوپر والے کو نیچے والے کے سامنے جھکا رہے ہو۔ دراصل اس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا، کمبخت نے یہ نہیں سوچا کہ اللہ کا حکم ہے، ہمارے خالق کا حکم ہے۔ ظالم میں عشق نہیں تھا ورنہ سمجھ میں آجاتا۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیطان عالم بھی تھا اور اتنا بڑا عالم تھا کہ ہر نبی کی شریعتوں کے کلیات تو درکنار جزئیات تک اس کو یاد ہیں، کلیات اور جزئیات دونوں کا ماہر ہے۔ تمام پیغمبروں کو دیکھا ہر نبی کے زمانے میں تھا، بہت پرانا بڈھا خرانٹ ہے اور عابد بھی تھا، اتنی عبادت کی کہ ساری زمین کو سجدوں سے بھر دیا، اور عارف بھی تھا، جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ غضب کی حالت میں بھی متاثر نہیں ہوتے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہورہا ہے تو اس وقت بھی ظالم دعا مانگ رہا ہے کہ میری زندگی بڑھادیجیے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں۔ بتائیے اللہ کے بندوں کو بہکانے کی دعا بھی کیسی مردود تھی مگر مردود دعا کو بھی اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا لیکن فرمایا: میں جس کو چاہوں گا ہدایت دوں گا اور پیار کروں گا، تو لاکھ بہکائے تیرے بہکانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ میرے خاص بندوں نے اپنے بابا آدم علیہ السلام سے رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا سیکھ لیا کہ اے ہمارے رب! ہم سے قصور

---

[۱۳۰] مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۷۳، باب التطوع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

ہو گیا، ہم کو معاف کر دیجیے۔ اگر آپ معاف نہیں کریں گے تو ہمارا کہاں ٹھکانا ہو گا۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ[۱۳۱]

آدم علیہ السلام نے یہ دعا رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اللہ تعالیٰ سے سیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام نے ہم کو سکھادی، قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سکھلادی۔ فَتَلَقّٰی محاورہ ہے اور قرآنِ پاک محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے لہٰذا عرب تلقی اس وقت بولتے ہیں جب کوئی مہمان دور سے آرہا ہو اور بہت دن کے بعد آرہا ہو۔ روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت مقامِ بُعد میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت رَبَّنَا ظَلَمۡنَا نازل کی تاکہ اس آیت کی برکت سے وہ مقامِ بُعد کو مقامِ قرب سے تبدیل کرلیں۔ پس رَبَّنَا ظَلَمۡنَا اَنۡفُسَنَا سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے مُقامِ بُعد کو مقامِ قُرب سے تبدیل کردیا۔ آج بھی جو بندے گناہ گار ہیں اگر وہ صدقِ دل سے، ندامتِ قلب سے تَأَلُّمُ الۡقَلۡب سے، دُکھے ہوئے دل سے، اشکبار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ پھر ان کے مقامِ بُعد کو بھی مقامِ قُرب سے تبدیل کردیں گے۔

شیخ کے متعلق نفس کے ایک دھوکے کا علاج

ایک بات اور بتاتا ہوں، اس کے بعد مضمون ختم ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے کہ میرا شیخ اول بہت قابل، بڑا عالم اور مفتی اعظم تھا یا اور کوئی حُسنِ ظن ڈال کر شیطان دوسرے شیخ سے مایوس کردیتا ہے۔ اور اس کو چھوٹا دکھاتا ہے کہ یہ بہت معمولی آدمی ہیں۔ شیطان کا یہ حربہ وہی پرانا حربہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا کہ یہ چھوٹے ہیں، یہ نہیں دیکھا کہ اس کے اندر نبوت کا موتی ہے۔ شیطان مثل جانور کے ہے جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دریائی گاؤ دریا سے نکلتا ہے اور موتی اُگل دیتا ہے اور اس موتی کی روشنی میں جنگل کے خوشبودار پھول سنبل وریحان وسوسن کو چرلیتا ہے۔ موتی کے بڑے بڑے تاجر مٹکے میں گیلی مٹی اور بھوسہ بھر

---

[۱۳۱] البقرۃ:۳۷

کر درختوں پر چڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور جب وہ دریائی گاؤ موتی اُگل کے دور چلا جاتا ہے تو اس موتی پر مٹکا گرادیتے ہیں جس مٹی میں وہ موتی چُھپ جاتا ہے۔ وہ گاؤ جب آتا ہے وہاں دیکھتا ہے کہ میرا موتی نہیں ہے، اور جس مٹی میں موتی چُھپا ہوتا ہے اس کے پاس بھی آتا ہے مگر پہچان نہیں پاتا اور مایوس ہو کر دریا میں چلا جاتا ہے اور تاجر موتی لے کر بازار میں لاکھوں روپے کا فروخت کردیتے ہیں۔ جیسے جانور نے نہیں دیکھا کہ یہاں میرا موتی چُھپا ہے، ایسے ہی بعض نادان مرید کو بھی محسوس نہیں ہوتا کہ میرے شیخ کے اندر نورِ ولایت کا موتی چھپا ہوا ہے اور وہ بھی مثل جانور کے محروم رہ جاتا ہے اور دوسرے مثل تاجر کے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے دل میں نسبت مع اللہ کا جو موتی ہے اگر تم اس سے باخبر ہوتے تو جانور کی طرح سے عمل نہ کرتے بلکہ ان کے سامنے تم بچھ جاتے۔ خود کو مٹادیتے، انا کو فنا کردیتے۔ مولانا رومی نے فرمایا کہ شیخ اول کے بعد دوسرا شیخ کرو تو دوسرے شیخ کو حقیر نہ سمجھو۔ یہ نہ سمجھو کہ میرا شیخ اول مفتیٔ اعظم تھا، بڑا عالم تھا، دوسرے شیخ سے بڑا صاحبِ نسبت تھا۔ تمہیں کیا خبر، ہو سکتا ہے موجودہ شیخ پہلے شیخ سے بھی زیادہ اللہ کے نزدیک اُونچا ہو اپنے مجاہدات اور قربانیوں کی وجہ سے، یہ شیطان کا دھوکا ہے۔ جس زندہ شیخ سے اب فیض پہنچ سکتا ہے اس کو معمولی دکھا رہا ہے اور انتقال کے بعد فیض بند ہو جاتا ہے اس کو بڑا دکھا رہا ہے جس سے اب کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنا اپنے شیخ سے حُسنِ ظن کرو گے اُتنا ہی فیض پاؤ گے۔ شیخ سے فیض لینا اس کے ساتھ حُسنِ ظن پر ہے۔ جتنا حُسنِ ظن، نیک گمان رکھو گے اُتنا ہی فیض ہو گا۔ مگر شیخ صاحبِ نسبت ہو اور کسی اللہ والے کا اجازت یافتہ ہو، متبعِ سنت و شریعت ہو۔

زندہ شیخ کا فیض اور اس کی مثال

اب تیسری نصیحت سنو، مولانا روم نے فرمایا

کے دہد زندانئے در اقتناص
مردِ زندانیٔ دیگر را خلاص

ایک قیدی دوسرے قیدی کو رہائی نہیں دلا سکتا، قید سے نہیں چھڑا سکتا، چھڑانے والا باہر سے آتا ہے ؎

جز مگر نادر یکے فردانۂ
تن بہ زنداں روحِ او کیوانۂ

مگر وہ خاص بندے جس کا جسم تو قید خانے میں ہے مگر ان کی روح آزاد ہے، قید خانے سے باہر ہے، مرتبۂ روح میں اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، مرتبۂ جسم میں دنیا سے بھی تعلق رکھتے ہیں تاکہ جسم زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ ان کو روحانی مرتبہ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے باہر رہتے ہیں اور دنیا کے قید خانے سے دوسروں کو باہر نکالتے رہتے ہیں یعنی غیر اللہ کے تعلقات سے آزاد کراتے ہیں، لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو اب روح کا جسم سے تعلق اور (connection) ختم ہوگیا اب وہ دوسروں کو قید خانۂ تعلقات سے نہیں چھڑا سکتے۔ مرے ہوئے بزرگوں کا فیض تسلیم مگر وہ اصلاح نہیں کرسکتے، اصلاح زندہ بزرگوں سے ہوگی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ایک پائلٹ کا انتقال ہوگیا اور وہ قبر میں ہے۔ کسی نے کہا کہ اس جہاز کو ہمارا مردہ پائلٹ روحانی طریقہ سے اُڑا رہا ہے۔ آپ اس پائلٹ کے کتنے ہی بڑے عاشق ہیں لیکن اس جہاز پر بیٹھیں گے؟ کوئی لاکھ کہے کہ مردہ پائلٹ میں بڑی روحانی قوت ہے اب اس جہاز کو پائلٹ کی ضرورت نہیں تو آپ اس کی بات مانیں گے؟ بس جن بزرگوں کا انتقال ہوگیا ان کا فیض تو تسلیم ہے مگر اب وہ اصلاح نہیں کرسکتے۔ اصلاح ہوتی ہے زندہ بزرگوں سے۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون بیان کررہا ہوں۔ سُن لو اور آنکھیں کھول لو۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

امرد طلباء کے متعلق اہل مدارس کو خصوصی ہدایت

ایک بات اور یاد آئی کہ تقویٰ کو برباد کرنے والے اس زمانے میں دو فتنے ہیں: ایک عورت کا ایک اَمرد کا۔ اَمرد اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کے داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا آئی ہو تو ہلکی سی آئی ہو اور اس کی طرف میلان ہوتا ہو۔ حضرت سفیان ثوری

www.khanqah.org

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں۔ اِذَا کَانَتْ مُقْبِلَۃً جب وہ سامنے سے آرہی ہو تو آگے ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور اِذَا کَانَتْ مُدْبِرَۃً جب جارہی ہو تو ایک شیطان پیچھے ہوتا ہے، دونوں طرف سے ایک ایک شیطان ایمان کو تباہ کرتا ہے اس لیے عورت آئے تو اس کو آگے سے بھی مت دیکھو اور جائے تو اس کا پیچھا بھی مت دیکھو۔ یہ حدیث کا مضمون ہے، اختر کا نہیں ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ اَمرد لڑکوں کے ساتھ دس شیطان رہتے ہیں۔ اس لیے اَمرد لڑکوں کا فتنہ زیادہ اشد ہے۔ عورتوں کے ساتھ تو یہ بھی خطرہ ہے کہ حمل ٹھہر جائے اور قلعی کُھل جائے جس سے رسوا ہوجائیں اور پٹائی ہوجائے لیکن لڑکوں کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اسی لیے ہمارے بزرگوں نے لڑکوں سے زیادہ احتیاط کی ہے کیوں کہ عورتوں سے مولوی آدمی شرماتا ہے کہ عورت کو دیکھوں گا تو لوگ کیا کہیں گے اور خود عورتیں کیا کہیں گی۔ کہیں گی کہ اے بہن! ایک مُلا تجھ کو دیکھتا جارہا تھا اور لڑکوں سے نفس دس بہانے بنالیتا ہے کہ یہ میرا منہ بولا بیٹا ہے، یہ میرا بھانجا ہے، میرا بھتیجا ہے۔ لہٰذا لڑکوں سے سخت احتیاط کرنی چاہیے خصوصاً اہلِ مدارس کو، مہتمم کے ذمے فرض ہے کہ کسی لڑکے سے خدمت نہ لے اور نہ لینے دے۔ مہتمم کی طاقت بڑی ہوتی ہے، ڈنڈے کے زور سے منع کردے کہ دیکھو کوئی استاد بھی ان لڑکوں سے جن کے داڑھی مونچھ نہ آئی ہو خدمت نہ لے، ہاتھ پیر نہ دبوائے، خدمت لینی ہے تو جن کے ایک مُٹھی داڑھی آگئی ہو اور ان میں کوئی کشش بھی نہ ہو ایسوں سے خدمت لو۔ کم داڑھی والوں سے بھی بچتے رہو۔ اَلْمُتَّقِیْ مَنْ یَّتَّقِی الشُّبُھَاتِ متقی وہ ہے جو شبہ گناہ سے بھی بچتا ہو۔ جس کی ہلکی ہلکی داڑھی آرہی ہو ابھی اس میں شبۂ گناہ باقی ہے۔ بس مہتمم کو چاہیے کہ جہاں مطالعہ وغیرہ کی نگرانی کرتا ہے، وہاں اخلاق کی بھی نگرانی کرے کہ کوئی استاد کسی بچے سے خدمت نہ لے، اپنی خدمت خود کرلے۔ پانی لینا ہے تو خود ہی لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پیر دیے ہیں ان سے کام لو لیکن سمِ قاتل، زہرِ قاتل مت کھاؤ، لڑکوں سے ربط ضبط مت رکھو۔ بس میری یہی نصیحت ہے اور سارے عالم میں اسی نصیحت کو پھیلاتا ہوں۔ ایک تو نظر کی حفاظت عورتوں سے اور لڑکوں سے خصوصاً

www.khanqah.org

لڑکوں سے بہت حفاظت کرو اور دوسرے دل کی حفاظت کرو، گندے خیالات نہ لاؤ۔

اس کے بعد حضرتِ والا نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ میری حاضری کو قبول فرمالے اور بیان کی تعبیراتی کوتاہیوں کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور اپنی رحمت سے قبول فرمالے۔ ہمارے بھائیوں کو اس سے نفعِ عظیم نصیب فرما۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اس کے بعد حضرتِ والا ڈربن واپس ہوئے اور حضرتِ والا کے کمرے میں کچھ احباب جمع ہوگئے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہ میرے دوست ہیں، ان کے یہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں کوئی لڑکا نہیں ہے۔ دعا فرمادیں۔ حضرتِ والا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ

جس کو چاہتا ہے اللہ لڑکی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے اور پہلے لڑکی کا نام لیا جس سے لڑکیوں کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس کو چاہتا ہے دونوں دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے دونوں نہیں دیتا ہے نہ لڑکا نہ لڑکی۔

اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا [۱۳۲]

تو اللہ تعالیٰ نے چار قسمیں بیان کیں، پانچویں کوئی قسم نہیں ہے بلکہ لڑکی والے کے لیے مبارک باد دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت بہت ہی خوش قسمت ہے جس کی پہلی اولاد لڑکی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نانا بنے ہیں دادا نہیں بنے اور نواسوں سے آپ کی اولاد چلی۔ لہٰذا جو نانا بن جائے اس کی کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ یہ سنتِ غیر اختیاریہ اس کو حاصل ہے اس لیے لڑکی ہو تو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے۔

۱۳۲؎ الشوریٰ: ۵۰

مجلس بعد عشاء ڈربن

دردِ معتبر کیا ہے؟

مجلس میں حضرت کے دعائیہ اشعار پڑھے جارہے تھے جس کا مطلع ہے۔

ہمارے درد کو یارب تو دردِ معتبر کر دے
ہمارے سر کو ہر لحہ تو وقفِ سنگ در کر دے

ارشاد فرمایا کہ طب کا مسئلہ ہے کہ دو قسم کا حمل ہوتا ہے: حملِ صادق اور حملِ کاذب، حملِ صادق کی تعریف کیا ہے؟ جس درد کے بعد بچہ پیدا ہو جائے وہ حملِ صادق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دردِ صادق وہ ہے جس کے بعد عملِ صالح پیدا ہو جائے، اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جائے اور حملِ کاذب کیا ہے؟ معدہ میں ایک جھلّی پیدا ہو جاتی ہے جس سے پیٹ پُھول جاتا ہے اور عورت کو معلوم ہوتا ہے کہ تین چار مہینے کا حمل ہے مگر جب ڈاکٹروں کو دکھایا تو پتا چلا کچھ نہیں، جھلّی تھی۔ تو ایسے ہی دل میں غفلت کی جھلّی پیدا ہو جاتی ہے، باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں عمل کچھ نہیں ہوتا۔ جو صرف باتیں بنائے اور عمل نہ کرے اس کا درد غیر معتبر ہے۔

جذبات ہیچ ہیں جو مرتب عمل نہ ہو

اگر درد معتبر ہوتا، دردِ صادق ہوتا تو عمل ظاہر ہو جاتا۔ یہی دعا میں نے کی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہم سب کو دردِ معتبر دے دے جس کے بعد اعمالِ صالحہ کی توفیق ہو جائے، اعمالِ فاسقہ سے حفاظت ہو جائے۔ اعمالِ فاسقہ کے ساتھ کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ فسق اور ولایت متباین اور متضاد ہیں، دونوں کلی میں تباین ہے یعنی فسق اور ولایت جمع نہیں ہوسکتے، نافرمان اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا لیکن جو نافرمانی سے توبہ کر لے وہ بھی ولی اللہ ہو جاتا ہے۔ ولایت اور نافرمانی میں تضاد ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اللہ کے ولی صرف وہ بندے ہیں جو متقی ہیں۔

اور دوسرے مصرعہ میں دردِ معتبر کی علامت بیان ہوئی ہے۔

ہمارے سر کو ہر لحہ تو وقفِ سنگِ در کر دے

دردِ معتبر وہ ہے جس کا سر اللہ کی چوکھٹ کا ہو کر رہ جائے۔ اللہ کے دروازے پر جو سر جُھکے گا تو اس کے لیے وقف ہو جائے گا، غیر اللہ سے محبت کے لیے خالی نہ رہے گا۔ جو سر اللہ کے لیے خالص وقف ہو جائے وہ غیر اللہ کے لیے کب ہو گا۔ غیر اللہ کے گو موت اور غلاظت سے اس کی حفاظت رہتی ہے۔ عاشقانِ مجاز کی کیا حقیقت ہے یہ بھی سمجھ لو کہ پیشاب کے مقام پر یا پاخانے کے مقام پر پاگل ہونا عشقِ مجاز ہے۔ ایسی گندی جگہوں پر عاشق ہونا کوئی شریف آدمی کا کام ہے؟ حماقت ہے اور بے وقوفی کی انتہا ہے۔

مری آہوں کو لُطفِ خاص سے تو با اثر کر دے
کرم سے میری جانِ بے خبر کو باخبر کر دے

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا: جانِ بے خبر یعنی جانِ غافل۔ اللہ کی بڑائی سے، اللہ کی عظمت سے، اللہ کے قہر سے، اللہ کی قدرتِ انتقامیہ سے جب آدمی بے خبر ہوتا ہے تب ہی تو گناہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اگر عارف ہو جائے، عارف باللہ ہو جائے، اللہ کو پہچان لے، اللہ کی غیر محدود طاقت غیر محدود صفات کو سامنے رکھے تو کیسے گناہ کرے گا۔

اللہ کے راستہ کے مرد کون ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ نفس چاہتا ہے حرام کام کو اور عقل کہتی ہے کہ حرام کام نہ کرو۔ اس وقت نفس کا مقابلہ کرو تب مردِ میدان ہو ورنہ ہیجڑے ہو، چوڑیاں پہن کر بیٹھ جاؤ، اللہ کے راستے میں چلنا تمہارا نصیبہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے میر صاحب کا شعر ہے۔

خود اپنی تمناؤں کا خون کرنا نہیں کام اے دل ہے یہ ہیجڑوں کا
حسینوں سے نظریں بچا کر تڑپنا یہ ہیں شیر مردوں کی ہمت کی باتیں

جو اللہ کے راستے میں ہمت سے کام لیتے ہیں اور نفس کو پٹک دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے مرد فرمایا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ[۱۳۳]

جو کسی حال میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے، نفس کی حرام خواہشات کا خون پی لیتے ہیں وہ ہیں اللہ کے راستہ کے شیر، وہ ہیں اللہ کے راستہ کے مرد۔ دیکھو شیر ہرن کا خون پیتا ہے وہ اگر دھاڑ ماردے تو حضرتِ انسان چاہے پہلوان ہی کیوں نہ ہوں وُضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ طاقت اس میں کیوں ہے؟ اس وجہ سے کہ جب شکار کرتا ہے تو ہرن کی گردن پر منہ لگا کر سارا خون پی جاتا ہے۔ اگر آپ بھی اللہ والا بننا چاہتے ہیں تو نفس کا خون پی لیجیے، نفس کی بُری خواہشوں کا خون پینے کی عادت ڈالیے ورنہ اللہ کے راستے میں آپ کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر مرد ہو تو آجاؤ میدان میں۔ ہمت سے کام لو۔ یہ اللہ کا راستہ ہے اللہ نے خود فرمادیا کہ مجھ کو یاد کرنا مَردوں کا کام ہے اور زنانوں اور ہیجڑوں کا کام ہے کہ ذرا سی خواہش پیدا ہوئی اور اللہ کو بھول گئے، نفس اُن پر غالب ہوگیا اور جو مردانِ خدا ہیں ان کی چھوٹی بڑی کوئی تجارت غفلت میں نہیں ڈالتی یعنی اسبابِ غفلت ان کو اللہ سے غافل نہیں کرتے، یہی رجال اللہ بننے کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور آپ لوگوں کو بھی رجال اللہ یعنی اللہ کے راستہ کا مرد بنادے۔ شیر کو ہرن کا خون شیر بنادیتا ہے۔ پس جو انسان اپنے نفس کی بُری خواہشوں کا خون پیے گا ولی اللہ ہوجائے گا۔ اللہ کے راستے کے مرد بنو۔ اللہ نے مرد پیدا کیا ہے، ہمت دی ہے لیکن انسان ہمت چور ہوتا ہے۔ اپنے نفس کے مزے کے لیے ہمت کو چُراتا ہے تب گناہ کرتا ہے۔ جتنے گناہ گار ہیں سب ہمت چور ہیں، ہمت کو استعمال نہیں کرتے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیوں فرض کیا ہے؟ کیوں کہ ہمت ملی ہوئی ہے گناہ چھوڑنے کی۔ پہلے گناہ چھوڑنے کی اللہ تعالیٰ نے ہمت دی ہے پھر تقویٰ فرض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کی ہمت نہ دیں اور تقویٰ فرض کردیں یہ ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ہے، جو کہتا ہے کہ میرے اندر گناہ چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے جھوٹا ہے۔ وہ اللہ کے احکام کی تعمیل میں بدمعاشی کرتا ہے، جان چُراتا ہے۔ اگر انسان پوری ہمت استعمال کرلے تو مجال نہیں ہے کہ کوئی گناہ گار سے گناہ گار

۱۳۳؎ النور:۳۷

www.khanqah.org

بھی گناہ نہ چھوڑ سکے۔ اگر کسی کو پچاس سال سے گناہ کی عادت ہو وہ بھی ہمت کر لے کہ یااللہ! میں توبہ کرتا ہوں قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی اور گناہ چھوٹ جائیں گے۔ گناہ ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت انسان کی کھوپڑی پر سوار رہے، لیکن جو جان بوجھ کر سوار رکھتا ہے تو پھر جوتے بھی پڑ جاتے ہیں اور عقل آجاتی ہے۔ لیکن شریف لوگ بغیر جوتے کے انسانیت سیکھ لیتے ہیں۔ شریف بندہ یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات ہیں کہ ہم ان کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اتنے محسن ہمارے، اتنے کریم مالک ہیں کہ باوجود ہمارے گناہوں کے وہ انتقام نہیں لیتے۔ ایک اللہ والے تھے انہوں نے جب یہ آیت پڑھی:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ[۱۳۴]

اے انسان! تجھ کو ربِ کریم سے کس چیز نے دھوکا میں ڈال دیا۔ تو ان بزرگ نے روتے ہوئے کہا كَرَمُكَ يَا رَبِّي اے میرے ربِ کریم! آپ ہی کے کرم نے، مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کا کرم نہ ہوتا اور آپ فوراً انتقام لے لیتے، کوئی ایکسیڈنٹ ہو جاتا، کوئی آفت آجاتی تو روئے زمین پر کوئی انسان گناہ گار نہ ہوتا۔ کسی کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی کہ اللہ کی نافرمانی کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے عفو و کرم سے موقع دیا کہ اب توبہ کر لے، اب توبہ کر لے، مگر ظالم گناہ کرتا ہے اور توبہ کے سہارے پر گناہ کرتا ہے۔ توبہ کے سہارے پر گناہ کرنے والا احمق ہے کیوں کہ توفیقِ توبہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ توبہ ایک ڈبیہ ہے مرہم کی جو ایمر جنسی کے لیے ہے کہ اگر کبھی گناہ ہو جائے تو اس کو لگا دو لیکن مرہم کے بھروسہ پر جان بُوجھ کر کوئی ہاتھ نہیں جلاتا۔ گناہ پر جری ہونا بہت ہی خطرناک ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو موقع دیتے ہیں، بار بار توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ بس اس مجلس میں جتنے لوگ ہیں سب اللہ سے وعدہ کریں ہم بھی وعدہ کرتے ہیں، آپ سب بھی وعدہ کریں کہ آج کی تاریخ سے کوئی بھی گناہ نہیں کریں گے۔ اللہ کو ناراض نہیں کریں گے چاہے جان چلی جائے۔ جان دے دیں گے مگر اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ جان دینے ہی کے

---

[۱۳۴] الانفطار:٦

لیے تو مسلمان پیدا ہوا ہے۔ اگر گناہ کرنے کی طاقت ہوتی اور گناہ سے بچنے کی طاقت نہ ہوتی تو ظلم ہو جاتا، اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں، تو جس نے تقویٰ فرض کیا اسی نے تقویٰ سے رہنے کی طاقت بھی دی ہے۔ وہ بے غیرت اور کمینہ آدمی ہے جو طاقتِ ہمت کو استعمال نہیں کرتا۔ نفس جو کہتا ہے اُسے مان لیتا ہے۔ ہمارے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قصہ سنایا تھا کہ ایک بزرگ جنگل میں تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اے نفس! نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ تیرا کہنا میں کیوں مانوں۔ ایک مولوی صاحب جارہے تھے، انہوں نے کہا کہ یہ تو خدا کا انکار کر رہا ہے۔ کُفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اس اللہ والے نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ تو پوچھو کہ میں کس سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ میں اپنے نفس سے کہہ رہا ہوں کہ نہ تو میرا خدا نہ میں تیرا بندہ میں تیرا کہنا کیوں مانوں۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ سر سے لے کر پاؤں تک سارے اعضاء اللہ کے بندے ہیں۔ میں اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ نافرمانی سے منہ کالا کر کے جہنم میں جانا نہیں چاہتا، میں جنت میں جانا چاہتا ہوں۔

حاصلِ زندگی

ارشاد فرمایا کہ میرا شعر ہے؂

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

جب میں پاکستان سے پھولپور گیا تو وہاں میرا یہ شعر ایک شاعر نے پڑھ کر سنایا تو پھولپور والوں نے کہا کہ جس نے تمہاری جوانی کا زمانہ نہیں دیکھا وہ اس شعر کا مطلب نہیں سمجھ سکتا، تم نے تو اس پر عمل کر کے دکھلا دیا کہ ساری زندگی حضرت پھولپوری کی خدمت میں گزار دی، اس شعر کا مطلب وہی سمجھ سکتا ہے جس نے تم کو شیخ پر فدا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ جینے اور مرنے کے کیا معنیٰ ہیں۔ اللہ کے لیے جینا یہ ہے کہ اللہ کی فرماں برداری میں جیو، اللہ کے کامل فرماں بردار بن کر زندہ رہو۔ جب تک سانس رہے، جب تک موت نہ آئے، نماز روزہ کرتے رہو اور اللہ پر مرنا کیا ہے؟ اللہ کی نافرمانی چھوڑنا، بس

www.khanqah.org

اس میں جان نکل جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو گناہ چھوڑنا موت معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو مرنے سے تعبیر کیا ہے تو جینا اور مرنا کیا ہے؟ اللہ کے لیے جیتے رہو یعنی اللہ کو راضی کرتے رہو اور اللہ پر مرتے رہو یعنی گناہ چھوڑتے رہو، گناہ کی لذت چھوڑنے کی تکلیف برداشت کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے۔

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ[۱۳۵]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عبادت کرتے رہو یعنی مجھ کو راضی کرتے رہو اور میری ناراضگی سے بچتے رہو یہاں تک کہ تم کو موت آجائے اور میرے بن کر میرے پاس آجاؤ پھر ہم کہیں گے: فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ داخل ہو جاؤ میرے نیک بندوں میں وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ پھر جاکے حوروں سے لپٹ جاؤ اور جنت کی نعمتیں استعمال کرو اور پھر آؤ، اللہ والوں سے ملو۔ ان سے باربار ملتے رہو اور جنت کا لُطف بڑھاتے رہو کیوں کہ اللہ والوں سے ملنے میں اللہ کی محبت و معرفت نصیب ہوگی اور اللہ کی محبت و معرفت جتنی زیادہ ہوگی اُتنا ہی زیادہ حوروں میں اور جنت کی نعمتوں میں مزہ آئے گا۔

اہلِ دل کون ہیں

ارشاد فرمایا کہ اہل دل ان کو کہا جاتا ہے جو اپنا دل اللہ کو دیتے ہیں اور دل دینے کے معنٰی کیا ہیں؟ کیا آپریشن کرا کے دل نکال کر مسجد کی طاق میں لاکر چڑھا دیتے ہیں؟ نہیں! دل دینے کے معنٰی یہ ہیں کہ دل کے اندر جو خواہشات ہیں ان کو اللہ پر فدا کردو یعنی اللہ کی مرضی پر چلو، اپنی مرضی کو چھوڑ دو۔ اللہ کی مرضی پر چلنے کا نام بندگی ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں دل پر غم اُٹھانے والے اور اللہ کی فرماں برداری کرنے والے اہلِ دل کہلاتے ہیں۔ اسی پر میری فارسی مثنوی کا شعر ہے ؎

اہلِ دل آں کس کہ حق را دِل دہد
دل دہد او را کہ دِل را می دہد

۱۳۵؎ الحجر:۹۹

www.khanqah.org

حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس شعر کو دیکھا جو مثنوی مولانا روم کی میری شرح معارفِ مثنوی کے اخیر میں ہے تو فرمایا کہ لَا فَرْقَ بَیْنَكَ وَبَیْنَ مَوْلَانَا رُوْم اللہ کا شکر ہے کہ بڑوں نے ہماری عزت افزائی کی ہے۔ مفتی حسین بھیات کہہ رہے ہیں کہ جب مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تو مفتی حسین بھیات بھی وہاں موجود تھے۔ یہ ابھی زندہ شاہد ہیں الحمدللہ۔ دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس مسافر مریض کی دعا قبول فرما کر اللہ ہم سب کو، ہمارے گھر والوں کو اللہ والا بنا دیجیے۔ اپنی رحمت سے ہر مومن کو تمام مسلمانانِ عالم کو اللہ والا بنا دیجیے اور کافروں کو بھی ایمان عطا فرما کر ان کو بھی جنت کے قابل بنا دیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

مورخہ ۲۸؍ ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۸؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز منگل

ڈربن پہنچنے کے بعد ڈاکٹر عمر صاحب شوگر اسپیشلسٹ نے درخواست کی تھی کہ حضرتِ والا ان کے گھر تشریف لائیں کیوں کہ اکثر حضرتِ والا کا یہ معمول رہا ہے۔ حضرت والا نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حضرتِ والا پہلے سمندر کے کنارے تشریف لے جائیں۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ گیارہ بجے کی مجلس سمندر کے کنارے ہوگی۔ چناں چہ آج صبح دس بجے ڈاکٹر عمر صاحب کار لے کر آگئے اور وہاں سے ایک گھنٹہ میں Park Raine کے سمندر کے کنارے پہنچے جہاں ڈاکٹر صاحب نے بہت عمدہ خیمہ لگوایا تھا۔

سمندر کے سامنے باطل خداؤں کی بے بسی

ارشاد فرمایا کہ سمندر کو دور تک دیکھو جہاں تک نظر جاتی ہے پانی ہی پانی ہے اور سوچو کہ فرعون، نمرود، شداد اور جتنے خدائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں سب کو سمندر میں ڈال دیا گیا ہے اور وہ پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں کہ O! My God سب خدائی بھول گئے اور سمندر میں ڈالنا تو دور کی بات ہے، اگر خدائی

www.khanqah.org

کے دعوے داروں کو سمندر کے چار میل اندر لے جاکر دھمکی دی جائے کہ ابھی تمہیں پانی میں ڈال دیا جائے گا تو سب ہاتھ جوڑیں گے، ساری خدائی ناک کے راستہ سے نکل جائے گی۔ تصور کرو اور ایمان تازہ کرو۔ اسی طرح اگر بیچ سمندر میں کسی گناہ گار کو لایا جائے کہ گناہ سے توبہ کرتا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں ڈال دیا جائے گا تو جتنے رومانٹک مزاج ہیں سب کا عشق ناک کے راستہ سے نکل جائے گا، کسی کو گناہ کا تصور بھی نہیں ہوگا، سب کی سَرکشی اور نفس کی حرام لذت کی ڈیمانڈ اور بدمستیاں غائب ہو جائیں گی۔ بتاؤ کوئی ہے ایسا بہادر جو اس وقت بھی گناہ کرے اگرچہ گناہوں کے اسباب بھی وہاں ہوں۔ لڑکی اور لڑکے سب موجود ہوں اور ان سے کہا جائے کہ گناہ کرلو لیکن گناہ کے بعد پھر تمہیں سمندر میں ڈال دیا جائے گا تو کوئی زنا کرے گا؟ کوئی کہے گا کہ ہاں سمندر میں ڈال دو لیکن ہم گناہ کریں گے؟ اَرے گناہ کا تصور بھی نہیں آئے گا۔ کیا اللہ کے جہنم سے اتنا بھی ڈر نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جہنم کی خبر دی تو جہنم کے خوف سے گناہ کرنے سے کیوں نہیں رُکتے، کیوں اثر نہیں ہوتا۔ جس طرح سمندر کے بیچ میں ڈبوئے جانے کے خوف سے توبہ کروگے، زمین پر اللہ کے خوف سے توبہ کرلو۔ بلاؤں میں گھر کر توبہ کرنا کیا کمال ہے۔ اللہ کی دی ہوئی امن اور عافیت میں توبہ کرو۔ شریف بندہ وہ ہے جو عیش اور آرام میں خدا کو یاد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اُذْکُرُوا اللہَ فِی الرَّخَاءِ** اللہ کو یاد کرو آرام میں **یَذْکُرْکُمْ فِی الشِّدَّۃِ**[۱۳۶] اللہ تعالیٰ تم کو دُکھ میں، مصیبت میں یاد رکھے گا۔

سمندر اللہ کی ادنیٰ مخلوق ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی بڑے سے بڑے بدمعاش فرعون، نمرود، شداد کو سمندر کے بیچ میں ڈال دیں تو اس کو کوئی راستہ ملے گا نجات کا؟ اور اس وقت کوئی دعویٰ خدائی کرے گا؟ اللہ سے ڈرو، سمندر آیت اللہ ہے۔ بہت بڑی نشانی ہے اللہ کی، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا ہے، اللہ کی نشانیوں سے سبق نہ لینا تو کافروں کا مزاج ہے۔ کافر مچھلی کا شکار کرتا ہے مگر اس کو عقل نہیں آتی کہ سمندر کس

۱۳۶ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاك بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

www.khanqah.org

نے پیدا کیا ہے، وہ تو اپنے کھانے پینے میں لگا ہوا ہے جیسے جانور۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ[۱۳۷] یہ (کفّار) تو جانور کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ایمان عطا فرمایا۔ ایمان ان کی عطا اور فضل ہے ہمارا کوئی کمال نہیں۔

بس سمندر دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے اور بہت سبق ملتا ہے اس لیے جس ملک میں جاتا ہوں چاہے ری یونین ہو، افریقہ ہو یا امریکا سمندر کے کنارے ضرور جاکر بیٹھتا ہوں۔ جہاں تک دیکھو پانی ہی پانی ہے اور چوں کہ زمین گول ہے تو سمندر بھی گول ہے، تین حصہ سمندر ہے ایک حصہ زمین ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معارف القرآن میں آیت وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ کے ذیل میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن سمندر کو آگ بنادیا جائے گا اور اس کو دوزخ میں اللہ تعالیٰ ضم کردیں گے۔

سمندر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ ابھی اگر حکومت کی طرف سے پولیس کسی نظر باز کو اُٹھا کر لے جائے جس کا دعویٰ ہو کہ میرا مزاج بہت رومانٹک ہے اور حسینوں کو دیکھ کر میں پاگل ہوجاتا ہوں اور پولیس کہے کہ ذرا چلیے اپنا پاگل پن دکھایئے اور خوب حسینوں کو دیکھیے اس کے بعد آپ کو سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔ بتایئے اس وقت یہ حسینوں کو دیکھے گا یا نانی یاد آجائے گی۔ حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہونا یہ اللہ کے قہر وعذاب کی مستی ہے اور یہ مستی عذاب ہی سے اترتی ہے، پھر کوئی بچانے والا نہیں ہوتا۔

از شراب قہر چوں مستی دہد
نیست ہا را صورت ہستی دہد

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اس کی شامت عمل سے اپنے قہر اور عذاب کی مستی دیتے ہیں تو اس کو فانی چیزیں بہت عظیم الشان نظر آتی ہیں کہ بس سب کچھ یہی ہیں۔ یہی رومانٹک دنیا اور حرام مزے اصل زندگی ہے۔

غیر چوں آید نظر تمویہ اوست

---

[۱۳۷] الاعراف:۱۷۹

www.khanqah.org

جب غیر اللہ کی محبت دل میں آئے اور نظر میں سما جائے، غیر اللہ دل موہ لے اور معلوم ہو کہ بس یہی زندگی ہے تو سمجھ لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمویہ، آزمایش اور امتحان ہے۔

چوں رود غیر از نظر تنبیہِ اوست

اور جب غیر سے نظر پاک ہو جائے، غیر اللہ دل سے نکل جائے تو یہ خوش نصیبی ہے اور علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور ہدایت اس کو مل گئی، یہ مولانا روم کا شعر ہے جو اس سمندر کے کنارے سنا رہا ہوں۔

Park Raine سمندر کے کنارے متفرق ارشادات

اللہ والوں سے محبت کا ایک عجیب فائدہ

ارشاد فرمایا کہ رومانٹک دنیا کی حقیقت کیا ہے اور رومانٹک والوں کی منزلِ مراد اور آخری مقام کیا ہے؟ پاخانے کا مقام اور پیشاب کا مقام! ان ہی مقامات سے رومانٹک والوں کو عشق ہوتا ہے۔ جو ایسے مقامات کا عاشق ہوگا آپ خود سوچ لیجیے کہ اس کا کیا مقام ہے۔ غیر اللہ میں گندگی ہی گندگی، ناپاکی ہی ناپاکی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اللہ والوں کی محبت میں پاکی ہی پاکی ہے۔ اللہ تو نظر نہیں آتا لیکن اللہ والے تو نظر آتے ہیں۔ اس لیے اللہ والوں کی محبت کرنا یہ پرچہ آسان ہے کیوں کہ اپنے سامنے دیکھتا ہے کہ اسی دنیا میں وہ بھی رہتے ہیں مگر مجال نہیں کہ گو موت کے مقامات کے عاشق ہو جائیں۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عشق و مستی میں سارے جہان سے مستغنی کر رکھا ہے۔ اس لیے اللہ والوں کو دیکھ کر اللہ سے محبت کرنا اور اللہ پر فدا ہونا آجاتا ہے۔ ہمارے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمہ اللہ پانچ پارے روزانہ تلاوت کرتے تھے اور کبھی کبھی دس پارے اور اس مسجد میں جو جنگل میں تھی، وہاں کوئی نہیں ہوتا تھا، تین بجے رات کو تہجد کی بارہ رکعات پڑھ کر قصیدہ بردہ شریف پورا پڑھتے تھے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی ضربیں لگاتے تھے پھر فجر کے بعد اشراق پڑھتے تھے، چاشت پڑھتے تھے، پھر مسجد سے نکلتے تھے۔ ان کو میں نے یہ عبادت کرتے

www.khanqah.org

ہوئے سولہ سال دیکھا ہے۔ حضرتِ والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ تلاوت کے درمیان جب زور سے اللہ کہتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ مسجد کے دَرودیوار سے اللہ نکل رہا ہے اور لگتا تھا کہ مسجد کے درودیوار حرکت میں آگئے ہر تھوڑی دیر پر دس بیس آیات پڑھیں پھر زور سے کہا: اللہ، اللہ، اللہ، اللہ آہ کیا محبت تھی!

بدنظری کی حرمت کی ایک وجہ

ارشاد فرمایا کہ نامحرم عورتوں کو مت دیکھو، ان کی ایک تاثیر حدیثِ پاک میں بیان ہوئی اس لیے بہادر مت بنو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں آدھی عقل کی ہیں مگر بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اُڑادیتی ہیں۔ پس اگر ان کو دیکھو گے تو فاقد العقل، محروم العقل، غائب العقل ہو جاؤ گے یعنی عقل غائب ہو جائے گی، پاگل کی طرح ہو جاؤ گے۔ نشہ اسی لیے حرام ہے کیوں کہ نشہ میں عقل سلامت نہیں رہتی، ماں بہن کی تمیز نہیں رہتی، شراب عقل غائب کر دیتی ہے اس لیے حرام ہے۔ ایسے ہی حسینوں کو دیکھنے سے عقل غائب ہو جاتی ہے، اس لیے بدنظری حرام ہے۔

ہدایت کی علامت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر فدا ہونا اللہ والوں کی صحبت کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو اس کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ اس کے دل میں وقت کے کسی ولی کی محبت ڈال دیتے ہیں پھر وہ اس ولی کی صحبت میں رہتا ہے، اس کی عبادت، اس کی فداکاری اور وفاداری دیکھتا ہے تو اپنی بے وفائیوں، اپنی نافرمانیوں، اپنی حرام کاریوں اور اپنی بدمعاشیوں پر نادم ہو جاتا ہے اور اُسے توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو مگر تمہیں یہ ڈر کیسے ملے گا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[۱۳۸] اللہ والوں کے پاس رہو۔ لاکھ کتابیں پڑھتے رہو مگر کتاب پڑھنے سے بدمعاشی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اگر اللہ والوں کی

۱۳۸؎ التوبۃ:۱۱۹

www.khanqah.org

صحبت نہ ملی تو سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی بدمعاشی کرے گا۔ اس لیے اللہ والوں کی صحبت میں رہو یا اللہ والوں کے غلاموں کی صحبت میں رہو۔ اللہ والوں کی پہچان کیا ہے کہ اُس نے غُلامی کی ہو اللہ والوں کی۔

خونِ آرزو اور مقامِ صدّیقین

ارشاد فرمایا کہ اپنی حرام آرزوؤں کا خون پینا صدیقین کا کام ہے، معمولی ایمان والے کا یہ کام نہیں کہ اپنی آرزو کا خون پی لے۔ خونِ آرزو پی کر وہ مست ہو جاتا ہے۔ جو خون آرزو پینے کی مشق کرے گا وہ اولیائے صدیقین کے درجے میں ہو جائے گا۔ جو ولایت کا سب سے بڑا درجہ ہے، اللہ کا سب سے پیارا ہو جائے گا۔

رحمت کی علامت

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت کی علامت کیا ہے؟ کہ گناہ چھوڑ دے جو گناہ نہیں چھوڑتا وہ اللہ کا سرکش، نافرمان اور رحمت سے محروم ہے، وہ لعنتی آدمی ہے، اس کے چہرے پر لعنت برستی ہے۔ دیکھ لو گناہ گاروں کے چہروں کو اللہ کی رحمت کی علامت یہی ہے کہ گناہ سے بچ جائے، گناہ نہ کرے، گناہ چھوڑ دے تو سمجھ لو کہ اللہ کی رحمت اس پر برس رہی ہے۔ حدیثِ پاک کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ[۱۳۹]

اے اللہ مجھ پر وہ رحمت نازل فرمادے جس کے سبب میں گناہوں کو چھوڑ دوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو، ہمارے گھر والوں کو، سارے عالم کے مسلمانوں کو اللہ والا بنادے۔ اللہ تعالیٰ اپنا مقبول اپنا محبوب بنادے اور مکروہ کام سے، مکروہات سے، حرام سے بچا لیجیے اور نفرت اور کراہت دے دیجیے:

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا

۱۳۹؎ جامع الترمذی: ۲/۱۹۷ (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ[۱۴۰]

اے اللہ! ہمارے دل میں ایمان کو محبوب کر دیجیے اور ہمارے دلوں میں رچا دیجیے اور کفر و فسوق اور عصیان یعنی کفر اور چھوٹی نافرمانی اور بڑی نافرمانی یعنی ہر گناہ کو مبغوض اور ناگوار بنا دیجیے۔ مجھ کو اور سارے عالم کے مسلمانوں کو ولی اللہ بنا دیجیے، جنت میں دخولِ اوّلین مقدر فرما دیجیے اور کافروں کو بھی جذب فرما کر ایمان عطا فرما دیجیے۔ تجلیاتِ جذب کی اختر آپ سے بھیک مانگتا ہے (انتہائی گریہ وزاری کی حالت میں) تجلیاتِ جذب کی آپ سے بھیک مانگتا ہے۔ مجھے بھی دے دیجیے اور سارے مسلمانانِ عالم کو اپنا بنا لیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

اللہ کی نشانیاں

ارشاد فرمایا کہ سمندر اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی ہے لیکن اس کا کرم ہے کہ اپنی بے شمار نشانیاں دنیا میں پھیلا دیں کہ مجھ کو پہچانو۔ مجھ کو تو نہیں دیکھا مگر میری نشانیاں تو دیکھتے ہو۔ ابّا کا خط دیکھ کر ابّا کی نشانی سمجھ کر اس کو بوسہ دیتے ہو اور روتے ہو کہ میرے باپ کا خط ہے۔ ربّا کا خط تو ہر جگہ موجود ہے، عالم کا ذرّہ ذرّہ ان کی نشانی ہے۔ اللہ ہی نے تو یہ سمندر، یہ زمین، یہ آسمان پیدا کیا ہے۔ اور یہ ہمارا جسم کس نے بنایا ہے۔ ایک بزرگ اپنے ہاتھ کو چوم رہے تھے تو کسی نے کہا کہ آج کوئی چومنے والا نہیں ملا تو خود ہی اپنا ہاتھ چوم رہے ہو۔ ان بزرگ نے کہا کہ پوچھ تو لیتے کہ کیوں چوم رہا ہوں۔ یہ ہاتھ میرے اللہ کا بنایا ہوا ہے، میرے اللہ کی نشانی ہے اس لیے اس کو چوم رہا ہوں۔

عیشِ دوجہاں کے حصول کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ والا بننے میں فائدہ ہی فائدہ ہے دنیا میں بھی اور

۱۴۰؎ المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۱/۶۸۶، (۱۸۶۸)، كتاب الدعاء والتكبير، دار الكتب العلمية

www.khanqah.org

آخرت میں بھی۔ یہ نہیں کہ خالی آخرت میں اللہ والوں کا عیش ہوتا ہے۔ نہیں! دنیا میں بھی ان کی زندگی مزے دار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو مجھ کو یاد کرے گا اور نیک عمل کرے گا اس کو میں بالطف زندگی دوں گا، یہ دنیا کا وعدہ ہے اور اگر تم گناہ میں حرام مزہ تلاش کروگے تو یاد رکھو اس کی زندگی تلخ کردی جائے گی اور نیک عمل کی توفیق اور حرام مزوں سے نجات ملتی ہے اللہ والوں کی صحبتوں سے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ ہم لوگوں کو نیک صحبتیں مل گئیں جس کی وجہ سے ہم لوگ اللہ والا بننے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور گناہ چھوڑنے کی کوشش کررہے ہیں۔ کوشش کرنے والے بھی اللہ والے ہیں اگرچہ ابھی کوشش کررہے ہیں، یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ! ایک دن نیک بن جائیں گے، نیک کام کریں گے اور گناہوں کو چھوڑ دیں گے اس لیے کوشش کرنے والے بھی اللہ والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بتاؤ یہ سمندر ہے یہاں نہ کوئی عمارت ہے نہ کھانے پینے کو ملا مگر چین ملا کہ نہیں؟ اللہ کی یاد سے، اللہ کا نام لینے سے چین ملتا ہے اور گناہ کرنے سے بے چینی ملتی ہے۔ بتاؤ یہاں اللہ کا نام لیا گیا، ابھی ایک پیالی چائے بھی نہیں ملی لیکن یہ بتاؤ کہ چین ملا کہ نہیں؟ بس دل کا چین بڑی نعمت ہے جو صرف ذکر اللہ سے ملتا ہے۔ یہ میزبان کا احسان ہے کہ اس نے یہاں خیمہ لگادیا اور اللہ پاک کا نام لینے کا موقع دیا۔ اب چلو گھر پر میزبان نے کھانے پینے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرا یہاں آنا قبول فرمالیں اور ہم سب لوگوں کا آنا قبول فرمالیں اور اے اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب لوگوں کو جنت میں اکٹھا کردیجیے۔ یہاں اکٹھا ہونے میں کتنا مزہ آیا جنت میں اکٹھا ہونے میں اور مزہ آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! جب یہاں مزہ آیا تو جنت میں کیسے نہ آئے گا۔ یہاں تو ہزاروں غم ہیں، ہزاروں فکریں ہیں اور وہاں تو کوئی غم و فکر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو اپنی رحمت سے اکٹھا کردے۔ میں مسافر بھی ہوں اور مریض بھی۔ مریض کی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کے بھروسہ پر دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو اور آپ سب کو اور آپ کے گھر والوں کو اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اللہ والا بنادے، متقی کامل

www.khanqah.org

بنادے اور سارے عالم کے کافروں کو بھی اللہ تعالیٰ جذب فرما کر ایمان دے دے اور ان کو بھی ولی بنادے اور جنّتی بنادے اور اپنی رحمت سے قبول فرمالیجیے۔

مورخہ ۳۰؍ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۱۹؍مئی ۲۰۰۴؁ء، بروز بدھ

مجلس بعد عشاء در بر آمدہ مسجد دارالعلوم آزادول

حضرت مولانا یونس پٹیل صاحب کے مدرسہ ڈربن میں پانچ دن قیام کے بعد آج مورخہ ۱۹؍مئی کو حضرتِ والا کی آزادول روانگی کا دن تھا۔ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کی درخواست پر حضرتِ والا نے دوبارہ دو دن آزادول میں رہنا منظور فرمالیا تھا۔ چناں چہ پونے گیارہ بجے صبح حضرتِ والا مع رفقاء کے جوہانسبرگ کے لیے روانہ ہوئے اور سوا بارہ بجے ہوائی جہاز جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر اُترا۔ جہاں سے حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کی کار میں آزادول پہنچے۔

عشاء کے بعد مسجد آزادول کے خارجی بر آمدہ میں حضرتِ والا تشریف لائے، طلباء نے جوشِ مسرت میں نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا۔ حضرتِ والا کے اشعار پڑھے جانے کے بعد حضرتِ والا نے خطبہ پڑھا اور بیان شروع فرمایا جس کا ترجمہ مولانا عبدالحمید صاحب درمیان میں کرتے رہے۔ دو گھنٹہ سے زیادہ بیان جاری رہا جس کے اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کلمہ کی بنیاد

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اختر حسینوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے، دین کے اور بھی تو احکام ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ کلمہ کی بنیاد لَاۤ اِلٰہَ پر ہے کہ کوئی اِلٰہ نہیں اور تم نے ان حسینوں کو اِلٰہ بنایا ہوا ہے میرا سبق کلمہ کی بنیاد لَاۤ اِلٰہَ سے چلتا ہے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کوئی نہیں ہے سوائے اللہ کے یعنی:

تو پھر ان غیروں کو کیوں معبود بناتے ہو، ان کے پیچھے ہاتھ جوڑے ہوئے پھرتے ہو، شرم نہیں آتی، عاشقِ مجاز شرم کا پیالہ پی جاتے ہیں، یہ سب کے سب بے وقوف ہیں۔ سن لو! چاہے برا معلوم ہو چاہے بھلا مگر میں صاف بات کُھل کر کہتا ہوں کہ جتنے عاشقِ مجاز ہیں سب بے وقوف اور گدھے ہیں، سوائے اللہ کے عاشق کے اور اللہ والوں کے عاشق کے۔ اللہ جس سے ملتا ہے اس کا عشق بھی اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے کھاتے میں لکھتا ہے اور کھاتہ اس لیے بولتا ہوں کہ گجراتی لوگ تاجر ہوتے ہیں کھاتہ بھی خوب جانتے ہیں۔

اب اس کی تھوڑی سی تفصیل کرتا ہوں۔ دیکھیے معشوق یا لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی۔ آج جو لڑکی معشوقہ ہے اور جو لڑکا معشوق ہے جس کے سامنے سجدہ کرنے کو عاشقوں کا جی چاہتا ہے، کتنے بے غیرت اور کمینہ خصلت ہیں یہ عاشقِ مجاز تو جس لڑکے سے دل لگایا وہ کبھی ابّا ہوگا پھر دادا بھی بنے گا اور نانا بھی بنے گا۔ اسی طرح جس لڑکی پر فدا ہو رہے تھے وہ ایک دن امّاں بنے گی، پھر نانی بنے گی اور دادی بنے گی۔ میرے اشعار ہیں ؎

کمر جُھک کے مثلِ کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

تو جن کا انجام یہ ہونا ہے ان سے دل لگانے والا احمق ہے یا نہیں، گدھا نمبر ون ہے کہ نہیں؟ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگانے والا آپ ہی لوگ فیصلہ کیجیے کہ کیا ہے، کیوں کہ جب وہ لڑکی نانی اور لڑکا نانا بن جائے گا تو کس منہ سے اس کو بتائے گا کہ میں تمہارے پرانے عاشقوں میں سے ہوں۔ اگر دلیری کرکے کہا بھی کہ میں آپ پر عاشق تھا تو جوتا لے کر دوڑائے گا، اتنے جوتے مارے گا کہ سر پر ایک بال بھی نہ رہے گا اور اگر لڑکی ہے اور نانی اماں یا دادی اماں بن گئی اور اس سے کہا کہ جب تم جوان تھیں تو میں تم پر عاشق تھا تو وہ بھی چپل رسید کرے گی، کہے گی کہ ظالم! مجھے رسوا کرتا ہے۔ عشقِ مجازی از ابتدا تا انتہا پاگل

پن، گدھا پن، کتا پن ہے بلکہ خنزیر اور سور سے بدتر ہے وہ جو خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگاتا ہے۔ جائز محبت بھی حد سے زیادہ جائز نہیں مثلاً بیوی جو حلال ہے اس کو بھی زیادہ حلال کرنا جائز نہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالم سے فرمایا کہ بیوی سے صحبت میں زیادہ کثرت نہ کرو کہ دماغ کمزور ہو جائے اور پڑھنے پڑھانے میں حرج واقع ہو تو اس عالم نے کہا کہ یہ کیسی بات ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے آگے بھی حدیث ہے اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا[۱۴۱] تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ اگر تم بیمار ہو جاؤ کمزور ہو جاؤ تو یہ جائز نہیں ہے، اتنی کثرت کرنا کہ جس سے چشمہ کا نمبر بڑھ جائے جائز نہیں ہے۔ (اس پُر لطف جملہ پر تمام سامعین ہنس پڑے) یا سر چکرانے لگے اور پاؤں لڑکھڑانے لگے، کثیر الجماع کی چال بتادیتی ہے کہ وہ چلتا ہے تو لڑکھڑاتا ہوا۔ جو چیزیں کہ فرضِ عین اور تقویٰ میں مخل ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلل انداز ہوں وہ سب ناجائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے تھوڑی پیدا کیا ہے کہ جماع کرتے رہو۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیُجَامِعُوْن تو نہیں فرمایا لِیَعْبُدُوْن فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، لہٰذا جائز کو جائز درجہ ہی میں رکھو، جائز کو ناجائز مت کرو، اپنی صحت نہ خراب کرو۔ دماغ کو نقصان نہ پہنچاؤ۔

لیکن جو حرام میں مبتلا ہوتا ہے اور لڑکیوں یا امردوں کے پیچھے اپنی جوانی برباد کرتا ہے وہ تو نہایت کمینہ اور جانور سے بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے خلاف کرنا اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنا ہے، اتنے جوتے پڑیں گے کہ ساری خرمستی ناک کے راستہ سے نکل جائے گی۔ ڈربن میں سمندر کے کنارے میں نے کہا تھا کہ بڑے رومانٹک مزاجوں اور عشق بازوں کو لاؤ، میں اُن سے پوچھوں گا کہ اگر اللہ کا عذاب آجائے اور حکومت کی طرف سے پولیس تمہیں پکڑ کر اسی سمندر میں چار میل آگے لے جا کر ڈبوئے تو بتاؤ کہو گے یا نہیں کہ میں ان معشوقوں سے توبہ کرتا ہوں۔ آہ پیشاب پاخانے پر اپنا ایمان برباد

---

۱۴۱ صحیح البخاری: ۱/۲۶۵ (۱۹۷۲)، باب حق الضیف فی الصوم، المکتبۃ المظھریۃ/ کنز العمال: ۳/۳۲ (۵۳۲۴) باب فی تعدید الاخلاق المحمودۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

کرتے ہو! یہ حسین کیا ہیں؟ پیشاب پاخانے اور گندگی کا مجموعہ ہیں۔ ان کو دیکھتے کیوں ہو؟ اسی لیے تو دیکھنا حرام ہے کہ پھر عقل خراب ہو جاتی ہے، پھر پیشاب پاخانہ نظر نہیں آتا۔ دیکھو شراب کیوں حرام ہے؟ اس لیے کہ اس سے عقل ضایع ہو جاتی ہے۔ بد نظری بھی اسی لیے حرام ہے کہ اس سے عقل خراب ہو جاتی ہے اور حلال و حرام کی تمیز نہیں رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عورتیں آدھی عقل کی ہیں لیکن پوری عقل والوں کی عقل اُڑادیتی ہیں۔ اسی طرح امردوں کو دیکھ کر بھی عقل غائب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ قومِ لوط والے امردوں کو دیکھ کر خوشیاں منارہے تھے، سمجھ لو یہ استبشار عذاب کا پیش خیمہ ہے اس لیے ان کو نہ دیکھو اور وہاں سے بھاگو، اس خوشی اور استبشار پر استغفار کرو کہ یہ معذب قوم کی خوشی ہے۔ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ اور وہ لوگ اپنے نشہ میں مَست ہو رہے تھے، عقل غائب ہو گئی تھی، اللہ تعالیٰ اس قوم کی بدمستی کی خبر دے رہے ہیں کہ بدمستی میں عقل کہاں رہتی ہے، لہٰذا امردوں سے بہت بچو بلکہ صوفیوں کو لڑکیوں سے اتنا خطرہ نہیں جتنا امردوں سے ہے کیوں کہ کوئی صوفی کسی لڑکی سے بات نہیں کرے گا، سوچے گا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ کیسا صوفی ہے لیکن امردوں سے نفس بہت بہانے بنادیتا ہے کہ یہ میرا شاگرد ہے، یہ میرا مرید ہے، یہ میرے دوست کا بیٹا ہے، میں اس کا مربی ہوں، وغیرہ لیکن پھر ایسے ہی لوگ ذلیل ہوتے ہیں، ان کی مکاریوں کا بھانڈا ایک دن پھُوٹ جاتا ہے اور بدفعلی میں کتنے معزز لوگ پکڑے گئے ہیں تو جوتوں سے پٹائی ہوئی اور بڑے بڑے سیدوں، خان صاحبوں اور شیخوں کی عزت خاک میں مل گئی اور اس کا اصل سبب بدنظری ہے، نہ بدنظری کرتے نہ عقل ضایع ہوتی اس لیے اللہ کے لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اللہ کو چاہو اور غیر اللہ سے بچو۔ یہ فرضِ عین ہے ہر مسلمان پر تقویٰ فرض ہے، عالم ہونا، حافظ ہونا، مفتی ہونا، فرضِ کفایہ ہے لیکن تقویٰ کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ لہٰذا کوئی خواہ استاد ہو یا طالب علم ہو یا عام مسلمان ہو اگر کسی غلط عادت یا فعل میں مبتلا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً توبہ کرلے اور کسی متقی شیخ سے تقویٰ حاصل کرے، شرط تقویٰ ہے، جو خود متقی نہیں وہ

کیا تقویٰ سکھائے گا، وہ تو کہے گا کہ چلو تم بڑے اچھے آدمی ہو اور خود بھی گناہ میں شریک ہو جائے گا۔ لہٰذا دین سکھانے والا متقی ہو یعنی جو اللہ سے ڈرتا ہو وہ اپنے عمل سے بتائے گا کہ گناہ کے کام چھوڑ دو۔

ارشاد فرمایا کہ میرے حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا کے متعلق فرمایا کہ جار مجرور مقدم ہو گیا تو اِنَّ کا اسم موخر ہو گیا اس لیے حَقًّا پڑھا جائے گا، اس پر مجھے ایک واقعہ سنایا کہ ایک مولوی صاحب تھے جن کی بیوی بہت حسین تھی، قسمت کی بات ورنہ سب چاہتے ہیں کہ بیوی حسین ہو لیکن اکثر کالی کلوٹی ہی ملتی ہے، شاید سو میں کسی ایک کو حسبِ مرضی مل جاتی ہو ورنہ زیادہ تر مزاج کے مطابق نہیں ہوتی۔ بہر حال ان عالم صاحب کو بہت حسین بیوی مل گئی۔ زیادہ حُسن بھی خطرناک ہے۔ بیوی کم حسین ہو تو اچھا ہے جس سے گناہوں سے حفاظت بھی رہے اور نفس بھی اعتدال میں رہے۔ اگرچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس کی بیوی حسین ہو اس کی امامت افضل ہے کیوں کہ بیوی حسین ہونے کی وجہ سے نظر خراب نہیں ہوگی۔ لیکن بے اعتدالی سے حسن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب جب بھی چلم بھرنے گھر جاتے تو بیوی سے لپٹ جاتے، دیکھ کر صبر نہیں ہوتا تھا، اتنی زیادہ صحبت کی کہ صحت خراب ہوگئی، آخر میں ان کو تپ دق ہو گیا یعنی ہڈی میں حرارت اُتر گئی، بخار رہنے لگا اور جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ یہ حُسن زندگی کا قاتل ہے جس کے لیے بہت تمنائیں کرتے ہیں۔ بس جس کو جیسی مل جائے اس پر قناعت کرو۔ دنیا مسافر خانہ ہے، مسافر خانے میں کوئی اچھی چائے پاتا ہے؟ جیسی مل جاتی ہے اس پر گزارہ کرتا ہے کہ گھر جاکر اچھی والی پئیں گے۔ یہاں جیسی بیوی مل گئی سمجھ لو یہی اللہ کے یہاں مقدر تھی، اسی میں خیر ہے، اب سڑکوں والی کو مت دیکھو، ان کو دیکھ کر للچانا حرام ہے۔ بس اپنی بیوی کو دیکھو اور شکر کرو۔ یہی ہماری کالی کلوٹی جنت میں حوروں سے زیادہ حسین کر دی جائیں گی۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

www.khanqah.org

بِصَلٰوتِهِنَّ وَصِيَامِهِنَّ وَعِبَادَتِهِنَّ اَلْبَسَ اللهُ وُجُوهَهُنَّ النُّوْرَ[۱۴۲]

ان کے نماز روزہ اور عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا کی عورتوں کے چہروں پر ایک خاص نور ڈال دے گا یعنی وہ ایکسٹرا نور ہوگا جو حوروں کے چہروں پر نہیں ہوگا کیوں کہ حوروں نے عبادت نہیں کی۔

تقویٰ کی تجدید کا طریقہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ سنا کر آج کی مجلس ختم کرتا ہوں۔ فرمایا: تقویٰ بہت آسان ہے جیسے باوضو رہنا آسان ہے۔ باوضو رہنے کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ اس کا وضو ٹوٹتا ہی نہیں، اس کو پیشاب پاخانہ آتا ہی نہیں بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ جب وُضو ٹوٹ جائے تو پھر تازہ وضو کرلے۔ اسی طرح جب تقویٰ ٹوٹ جائے تو توبہ کرکے متقی ہوجائے لیکن تقویٰ ٹوٹ جائے جان بوجھ کر توڑے نہیں۔ جان بوجھ کر تقویٰ توڑنا اور عادتاً گناہ کرنا تو بہت بے غیرتی، بے حیائی، بے شرمی اور خباثت ہے۔ بہت ہی کمینی طبیعت کا آدمی ہے جو جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لیے تقویٰ جان بوجھ کر نہ توڑے بلکہ کبھی بشریت کا غلبہ ہوگیا اور گناہ کر بیٹھا تو اور بات ہے کیوں کہ بشر میں تو شر لگا ہوا ہے، کبھی شر غالب آگیا، نفس سے مغلوب ہوگیا اس وقت ہے کہ دو رکعات توبہ پڑھ کر سجدہ میں خونِ جگر روؤ، توبہ ایسے نہیں ہوتی جیسے عام لوگ کرتے ہیں، خونِ دل روؤ، ایسا روؤ کہ تمہارے آنسوؤں میں تمہارا دل اور تمہارا خون جگر شامل ہو۔ اس کے بعد آپ پھر متقی ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خود فرماتے ہیں: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اور اِسْتَغْفِرُوْا امر ہے جو مضارع سے بنا ہے اور مضارع میں حال اور استقبال ہوتا ہے یعنی میرے بندوں سے حال میں کوئی گناہ ہوجائے یا آیندہ کوئی گناہ ہوجائے تو ان کے لیے اِسْتَغْفِرُوْا ہے اور رَبَّكُمْ فرمایا کہ اپنے ربا سے معافی مانگ لو۔ رب فرما کر یہ بتادیا کہ

---

[۱۴۲] روح المعانی: ۱۲۶/۲۷، الرحمٰن (۷۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

پالنے والے کو محبت ہوتی ہے، وہ بہت جلد معاف کر دیتا ہے، اسی لیے ماں باپ جلدی معاف کر دیتے ہیں کیوں کہ وہ پالتے ہیں اور اصلی پالنے والا تو میں ہوں، مجھ سے معافی مانگو مایوس نہ ہو اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا [۱۴۳] میں بہت بخشنے والا ہوں لیکن گناہوں پر جری ہونا اور توبہ کے آسرے پر گناہ کرنا ایسا ہے جیسے افریقہ کے ڈاکٹر کہہ دیں کہ ہمارے پاس ایک مرہم ہے اگر جلنے پر لگادو تو آبلہ چھالہ اور جلنے کا زخم اچھا ہو جاتا ہے۔ آپ مرہم کی وہ ڈبیہ لے آئے اور بیوی سے کہا کہ بی بی صاحبہ! آپ آج آگ میں ہاتھ جلالو ہم مرہم بہت قیمتی لائے ہیں تو بیوی کہے گی کہ میاں! آپ ہی آزمالیں، آزمانے کے لیے ہم ہی رہ گئے ہیں۔ بہت سے بے وقوف اور گدھے نما انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کو آزماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جری نہ ہو، اگر اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا تو ساری بدمعاشی ناک کے راستہ سے نکل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنے انتقام سے بچائے۔ گناہ سے بچنے میں پوری کوشش کرو، کوشش میں کمی نہ کرو ؎

نہ چت کرسکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
اَرے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

بعض لوگ نفس کے سامنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈال دیتے ہیں کہ آ بھائی! مجھ کو مار لے، گناہ ان کے سامنے آیا اور انہوں نے منہ کالا کرلیا، بھلا ایمان والے ایسے ہوتے ہیں؟ یہ تو حرام کام کرنے والا فاسق، بدمعاش اور نفس کا غلام ہے اس لیے گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرو، جان کی بازی لگادو کہ ہم سے گناہ نہ ہو۔ کیوں؟ اس لیے کہ گناہ سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ پوری کوشش کرو کہ نہ آنکھ خراب ہو نہ دل خراب ہو، کوئی گناہ نہ ہو، لیکن اگر کبھی مغلوب ہو جاؤ تو اللہ سے مایوس نہ ہو۔ پھر توبہ کرلو، توبہ کرکے پھر مستعد

---

[۱۴۳] نوح: ۱۰

ہوجاؤ توبہ سے آپ پھر متقی ہوگئے پھر اللہ کے پیارے ہوگئے۔ توبہ ایک لمحہ میں فرش سے عرش تک پہنچا دیتی ہے، کافر کو مسلمان، دشمن کو دوست فاسق کو ولی بنادیتی ہے۔

تفسیر رَبَّنَا ظَلَمۡنَا...الخ

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ [۱۴۴] حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات لے لیے۔ وہ کیا کلمات تھے؟ حضرت علامہ آلوسی مفتیٔ بغداد نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ وہ کلمات رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا ۫ وَ اِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ [۱۴۵] ہیں۔ رب کا عطا کردہ مضمون کیسا ہوگا، جن کو معافی دینا ہے ان ہی کا مضمون ہے۔ بعض نادان اور گستاخ لٹریچر نویس سمجھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوگئی حالاں کہ ان سے غلطی نہیں ہوئی تھی کیوں کہ اللہ تعالیٰ جو عالم السرائر والبواطن ہیں، جو سینوں کے رازوں سے باخبر ہیں، وہ فرمارہے ہیں فَنَسِیَ کہ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے وَ لَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا [۱۴۶]، نکرہ تحت النفی ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی معصیت کا کوئی عزم ہم نے ان کے اندر نہیں پایا۔ ہم نے جو عَصٰۤی اٰدَمُ فرمایا ہے اس کی تفسیر نَسِیَ اٰدَمُ ہے، عصیان معنیٰ میں نسیان کے ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب عصیان معنیٰ میں نسیان کے تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے عَصٰۤی اٰدَمُ کیوں نازل کیا؟ فرمایا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے علوِّ مرتبت اور بلندیٔ شان دکھانے کے لیے تھا کہ ان کا درجہ ہمارے نزدیک اس قدر بلند ہے کہ ان کے نسیان کو بھی ہم عصیان سے تعبیر کررہے ہیں، جو جتنے بڑے ہوتے ہیں ان کی شانِ عظمت اور شانِ محبوبیت کی وجہ سے ان کی معمولی سی چوک کو بھی مالک بہت اہمیت دیتا ہے یہ ان کے مقرب اور محبوب ہونے کی دلیل ہوتی ہے اس لیے جو نادان عصیان کی تفسیر نسیان نہیں کرتے ان کو تفسیر کا حق نہیں ہے۔ جس کو اتنی

---

[۱۴۴] البقرۃ:۳۷

[۱۴۵] الاعراف:۲۳

[۱۴۶] طٰہٰ:۱۱۵

www.khanqah.org

سمجھ بھی نہ ہو کہ اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا قرآنِ پاک کا ایک جز دوسرے جز کی تفسیر کرتا ہے عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ کی تفسیر فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے، ان سے عصیان کا ارتکاب نہیں ہوا تھا بلکہ ان کو نسیان ہو گیا تھا، عزمِ معصیت کا کوئی ذرّہ، نافرمانی کا کسی قسم کا ارادہ ان کے قلب میں نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ خود عصٰۤی اٰدَمُ کی تفسیر نَسِیَ فرمارہے ہیں تو نالائق جاہل اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان کے نسیان کو عصیان سے تعبیر کرتا ہے۔ اور رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا کے کلمات صرف آدم علیہ السلام کے لیے نہیں تھے، تمام بندوں کے لیے قیامت تک کے لیے ہیں۔ بابا کی میراث اولاد کو ملتی ہے یا نہیں؟ لہٰذا قیامت تک آنے والی اولادِ آدم کے لیے رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا میراث ہے کہ جب تم سے خطا ہو جائے، گناہ ہو جائے اور تم سے گناہ ہوں گے کیوں کہ تم معصوم نہیں ہو تو تم اپنے بابا کی طرح روؤ جو معصوم تھے اور وہ اپنی بھول پر اتنا روئے تھے تو تم تو گناہ گار ہو پھر تم کو کتنا رونا چاہیے۔

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قرآن شریف محاورۂ عرب پر نازل ہوا لہٰذا جب کوئی مہمان بہت دن کے بعد ملتا تھا اور بہت دور سے آتا تھا تب لوگ کہتے تھے کہ چلو بھئی! تلقی کرلیں لہٰذا تلقی سے معلوم ہوا کہ اس وقت آدم علیہ السلام مقامِ بُعد میں تھے، ان کلمات سے ان کی دوری حضوری سے تبدیل ہوگئی اور علامہ آلوسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر انسان کے لیے اللہ کی رحمت کا دامن کُھلا ہوا ہے کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا کہہ کر وہ اپنے مقامِ بعد کو مقامِ قُرب سے تبدیل کرے، مقامِ دوری کو مقامِ حضوری سے بدل لے۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہمارے بندے کمزور ہیں، ان سے خطائیں ہوں گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم دے رہے ہیں کہ ضعفِ بشریت کی وجہ سے تم سے بار بار خطائیں ہوں گی اس لیے بار بار استغفار کرو۔ اِسْتَغْفِرُوْا کے حکم میں تجددِ استمراری کی شان ہے کہ ہمیشہ تم سے خطائیں ہوتی رہیں گی مگر کسی کی مکروہ تک کسی کی حرام تک۔ لہٰذا رَبَّنَا ظَلَمْنَا سے اپنے مقامِ بُعد کو مقامِ قُرب سے تبدیل کرلو مگر توبہ کو توبہ کی طرح سے کرو کہ جگر کا خون اپنے آنسوؤں میں شامل کردو۔

www.khanqah.org

دَر مُناجاتم بہ بیں خونِ جگر

اور اللہ تعالیٰ سے کہو کہ یا اللہ! میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجیے اور مولانا رومی کس درد سے فرماتے ہیں ؎

ہر کجا بینی تو خوں بر خاکہا
پس یقیں می داں کہ آں اَز چشمِ ما

اے دنیاوالوں جہاں کہیں روئے زمین پر خُون پڑاہوا دیکھنا تو یقین کرلینا کہ جلال الدین ہی رویاہو گا۔

آہ! کیا کہوں اس شعر کو جب پڑھتاہوں تو دل رونے لگتاہے (روتے ہوئے فرمایا کہ) کیا رونے کا جذبہ تھا۔ دین بہت میٹھا بہت لذیذ ہے مگر اولیاء اللہ کی صحبت کی برکت سے ورنہ خشک معلوم ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبتوں کی برکت سے دین کی لذت اور مٹھاس کا ادراک ہوتا ہے۔ بھلا بتایئے جو اللہ گنوں میں رس پیدا کرتا ہے ان کا نام میٹھا نہ ہوگا؟ اگر اللہ تعالیٰ گنوں میں رس نہ پیدا کریں تو ساری دنیا شکر سے محروم ہو جائے۔ جو گنوں میں میٹھا میٹھا رس پیدا کرتا ہے اس کا نام کتنا رسیلا ہوگا۔

ارشاد فرمایا کہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا میں مغفرت کی درخواست ہے۔ لہٰذا جب مغفرت اور بخشش ہوگئی تو وَتَرۡحَمۡنَا کی درخواست کے کیا معنیٰ ہیں۔ حضرت حکیم الامت کا ایک غیر مطبوعہ مضمون بیان کررہا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس وقت موجود تھے جب حضرت نے فرمایا کہ مغفرت کے بعد رحمت مانگنے میں چار حکمتیں ہیں۔ فرمایا کہ چار نقصانات گناہ کرنے سے ہوتے ہیں۔ رحمت کی درخواست میں چاروں نقصانات کی تلافی کی درخواست ہے۔

۱: فراخیِ معیشت: گناہوں سے روزی تنگ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ اے اللہ! میری روزی بڑھادیجیے۔

۲: توفیقِ طاعت: گناہ کی نحوست سے عبادت کی توفیق چھین لی جاتی ہے مثلاً جو شخص

بد نگاہی کرے پھر آکر نفل پڑھے تو مزہ بالکل نہیں پائے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے، بہت ہی گڑگڑا کر مانگے۔ لٰہذا ہم پر رحم فرما کر دوبارہ توفیقِ طاعت نصیب فرمادیجیے۔

۳:۔ بے حساب مغفرت: یا اللہ! ہمارا حساب نہ لیجیے، بے حساب بخش دیجیے۔ کیوں؟ مَنۡ نُوۡقِشَ عُذِّبَ[۱۴۷] جس سے مناقشہ ہوا یعنی حساب بصورتِ دار و گیر و مؤاخذہ لیا جائے گا وہ عذاب دیا جائے گا۔

۴: دخولِ جنت: جنت میں اگر داخلہ مل گیا تو اب کیا ہے، اب بے فکر ہو جاؤ لَا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا[۱۴۸] جب پہلا قدم جنت میں جائے گا تو اس وقت حکم ہوگا لَا تَخَافُوۡا اب کوئی خوف نہ کرو، اندیشہ نہ کرو دنیا چھوٹنے کا غم نہ کرو وَلَا تَحۡزَنُوۡا اور آیندہ کسی سزا کا خوف نہ کرو۔ (ارشاد فرمایا کہ میں اب تھک گیا ہوں، اَب مضمون ختم)

ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی ایک علمِ عظیم عطا ہوا ہے کہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَا کے یہ کلمات بابا آدم علیہ السلام کے زمانے کے ہیں کیوں کہ یہ آپ ہی کو دیے گئے اور ہمیں ان کا علم ہی نہ ہوتا اگر قرآنِ پاک بیان نہ کرتا اور اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی مغفرت کے ساتھ رحمت کو نازل کیا اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رَبِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ[۱۴۹] میں یہی مغفرت و رحمت مانگنا سکھایا کہ اے نبی! آپ کہیے کہ اے میرے رب! مجھے بخش دیجیے اور رحمت بھی فرمایئے۔ ۱۴ سو برس پہلے جب قرآن نازل ہوا مغفرت کے بعد رحمت کی درخواست اس میں اللہ نے نازل فرمائی لیکن رَبَّنَا ظَلَمۡنَا الخ یہ کلمہ بہت پرانا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔ معلوم ہوا مغفرت مانگنے کے ساتھ رحمت بھی مانگنا چاہیے کیوں کہ مغفرت اور رحمت کا ساتھ ہے۔ مغفرت

---

[۱۴۷] صحیح البخاری: ۲/۹۶۷ (۶۵۷۵)، باب من نوقش الحساب عذب، المکتبۃ المظہریۃ

[۱۴۸] حٰمٓ السجدۃ: ۳۰

[۱۴۹] المؤمنون: ۱۱۸

www.khanqah.org

سزا سے حفاظت کی ضامن ہے اور رحمت انعامات دلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں جو اہلِ جنت کی دعوت کریں گے وہاں بھی یہی دو صفت ظاہر ہو گی:

نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ[۱۵۰]

غفور اور رحیم دونوں اسم میں بھی مغفرت و رحمت سے متعلق ہیں یعنی دنیا میں تو تم مغفرت اور رحمت مجھ سے مانگتے ہی تھے جنت کی نعمتیں بھی میرے ان دو ناموں کے صدقے میں ملیں گی۔ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ غفور رحیم کی جانب سے تمہیں یہ انعام ہے لہٰذا جنت کی نعمتیں شرمندہ ہو کر اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے ندامت سے سر جُھکا کر نہ کھاؤ جیسے کوئی اپنے محسن کی نافرمانی کرے پھر اس کی دعوت کھائے تو اس کو شرمندگی ہوتی ہے۔ تو فرمایا: میں غفور ہوں، میں نے تم کو بخش دیا معاف کر دیا۔ غفور کے بعد رحیم کی صفت شرمندگی دور کرنے کے لیے نازل کی کہ اپنے گناہوں کو اب یاد نہ کرو۔ اب آزادی سے کھاؤ میری رحمت سے کھاؤ، مہمان مکرم کی طرح کھاؤ، ذلیل اور خوار کی طرح مت کھاؤ۔ جیسے جیل میں چوروں کو روٹی دیتے ہیں تو وہ آنکھ اُٹھا کر نہیں کھاتے سر جُھکا کر کھاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مجرمین کو اس طرح سے معاف کریں گے کہ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ یہ مہمانی ہے، تم مہمان بن کر کھا رہے ہو تم ہمارے سرکاری مہمان ہو، کتنے بڑے سرکار کے تم مہمان ہو لہٰذا اب گناہوں کو یاد کر کے شرمندہ نہ ہو، میں نے تمہارے سب گناہ بخش دیے اب میری رحمت سے عزت کے ساتھ کھاؤ۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً[۱۵۱] کہ میری جزاء کو جزاء مت سمجھو بلکہ میری جزاء بھی میری عطا ہے۔ تمہاری حوصلہ افزائی اور دل بڑھانے کے لیے جزاء کا نام لے لیا لیکن حقیقت میں جزاء بھی میری عطا ہے۔ یہ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جزاء ہمارا دل بڑھانے کو فرما دیا جیسے چھوٹے بچے کو چیز دیتے ہیں کہ یہ تمہاری جزاء ہے لیکن وہ

۱۵۰ حٰمٓ السجدۃ:۳۲

۱۵۱ النبأ:۳۶

www.khanqah.org

جزاء نہیں ہے اسی طرح تمہارے رب کی طرف سے جو جزاء ہے وہ جزاء کا لفظ بھی عطا ہے۔

اب تقریر ختم کر کے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ تعالیٰ! اختر کو اور اس کے گھر والوں کو اور آپ سب کو اور آپ سب کے گھر والوں کو اپنی رحمت سے اللہ والا بنا دیجیے اور اپنی رحمت سے ہماری سب خطاؤں کو معاف کر دیجیے اور آیندہ خطاؤں سے حفاظت نصیب فرما دیجیے اور ہم سب کو اور ہم سب کے گھر والوں کو اللہ والا بنا دیجیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مورخہ ۳۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۰؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعرات

مجلس بعد نمازِ فجر بر مکان سلیمان کاکا صاحب (آزادول)

لفظ گرامر سے ایک سبق

دورانِ گفتگو حضرتِ والا نے کچھ عربی قواعد ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ اصلی گرامر اسی کو آتی ہے جو اپنے کو گرا کر فنا کر دے۔ گرامر کے معنیٰ ہیں پہلے گرے اور پھر مر جائے یعنی نفس کو مِٹا دے۔ نمک کی کان میں گدھا گر کر مر جائے تب نمک بنتا ہے۔ اگر نہیں مرے گا تو نمک بھی نہیں بنے گا، گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے چاروں طرف اولیاء اللہ ہوں لیکن جو نفس کو نہیں مٹائے گا تو شیطان ہی رہے گا۔ دیکھو نفس کو نہیں مٹایا تو فرشتوں کے ماحول میں شیطان، شیطان ہی رہا۔

مقتدا کو گمراہ لوگوں سے ملنا جائز نہیں

حضرتِ والا کو بتایا گیا کہ کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک عامل آیا تھا جو اپنی تعویذوں میں کسی جے پال جوگی کا نام لکھتا تھا اگرچہ خود کسی مدرسہ سے فارغ بھی تھا۔ بعض مقامی علماء کا بھی اس نے علاج کیا۔ اس سفر میں حضرتِ والا نے وقتاً فوقتاً اس کا رد فرمایا اور فرمایا: ایسے گمراہ شخص سے تعویذ لینا، علاج کرانا اور ملنا جائز نہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی نے لکھا ہے کہ جو مقتدا ہو یعنی جس کی لوگ پیروی کرتے

www.khanqah.org

ہوں ایسے شخص کو بعض ایسے جائز کام کرنا بھی جائز نہیں جس کی وجہ سے عوام فتنہ میں پڑ جائیں، ان کا عقیدہ خراب ہو جائے یا وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔ دیکھو موت آئے گی اور اپنے وقت پر آئے گی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ[۱۵۲] ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا لہٰذا ان چیزوں کے چکر میں پڑ کر اپنا عقیدہ کیوں خراب کرتے ہو۔ ان عاملین کو اگر دکھاؤ تو کچھ نہ کچھ بتادیں گے کہ آپ پر سحر ہے اور اتنے سال سے اور آپ کا کوئی مخالف ہے۔ ارے کون سا ایسا انسان ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ[۱۵۳]

دنیا میں بھیج رہا ہوں لیکن تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے، یہ کیسے غلط ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ بھلا ارحم الراحمین اپنے بندوں کو پیدا کرکے یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ جو چاہے جنات، آسیب، جادو سے ان کو مار دے؟ لہٰذا ارحم الرّاحمین نے جب پیدا کر دیا تو اپنے ننانوے نام بھی دے دیے کہ جس قسم کی ضرورت ہو ہمارے ناموں سے انتخاب کرکے پڑھو یعنی اس نام سے ہمیں پکارو ہم تمہاری حاجت کو پورا کریں گے خواہ کتنی ہی حاجتیں ہوں ہمارے ننانوے نام تمہاری تمام حاجتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہیں، قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں اَلَیْسَ اللہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[۱۵۴] کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے۔ پس ان کے ہوتے ہوئے عاملوں کی کیا ضرورت ہے۔ خیر القرون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں، تابعین کے زمانے میں یہ سب نہیں تھا، اگر یہ چیزیں ایسی ضروری ہوتیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے گلوں میں تعویذ لٹکے ہوتے لیکن ان کے گلوں میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں، جب سے

---

۱۵۲ الاعراف:۳۴

۱۵۳ البقرۃ:۳۶

۱۵۴ الزمر:۳۶

www.khanqah.org

تلواریں گئیں تو تعویذ آگئے (سامعین اس جملہ سے بہت محظوظ ہوئے) اور ان جعلی عاملوں نے تو اور بیڑا غرق کردیا، ایمان ہی خراب کردیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عملیات نہیں کرتے تھے، ان کو تو سنت سے عشق تھا۔ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا وہی کرتے تھے، وہی اوراد پڑھتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے مثلاً تینوں قل صبح و شام اور حَسْبِیَ اللّٰہُ ۖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ؕ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ صبح و شام۔ حدیثِ پاک میں ہے جو اس آیت کو سات مرتبہ صبح و شام پڑھے گا کَفَاہُ اللّٰہُ مَا اَھَمَّہٗ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ[۱۵۵] تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت کے تمام غموں کے لیے کافی ہو جائیں گے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ کے معنیٰ ہیں: اللہ مجھ کو کافی ہے اور کون اللہ؟ وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔ جار مجرور جب مقدم ہو جاتا ہے تو معنیٰ حصر کے پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ کا ترجمہ یہ ہوا کہ صرف اسی پر یعنی صرف اللہ پر میں نے بھروسہ کیا اور اس پر بھروسہ کیوں کیا؟ کیوں کہ وہ عرشِ اعظم کا رب ہے جہاں سے ساری دنیا کے فیصلے اور احکامات صادر ہوتے ہیں، ہم نے وہاں سے رابطہ کرلیا ہے ہمیں پھر جن، جادو آسیب کا کیا ڈر؟ ہم کو اللہ کافی ہے، اگر اللہ کافی نہ ہوتا تو قرآن میں ہم کو کیوں سکھاتے کہ کہو حَسْبِیَ اللّٰہُ، اللہ مجھ کو کافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ایک نام قَھَّار ہے جس کے معنیٰ سے بڑا اطمینان ہو جاتا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں قَھَّار کے معنیٰ لکھے ہیں اَلَّذِیْ یَکُوْنُ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ مُسَخَّرًا تَحْتَ قَدْرِہٖ وَقَضَاءِہٖ وَقُدْرَتِہٖ جس کی قضا اور قدرت کے تحت ہر چیز مسخر ہو یعنی قَھَّار وہ ذات ہے جس کے قبضۂ قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں۔ ہر شئ چاہے جادو ہو، چاہے جن ہو، چاہے آسیب ہو سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ لہٰذا ہر نماز کے بعد سات بار اللہ کا نام یَا قَھَّار لے کر اللہ تعالیٰ سے ہم کیوں نہ کہیں کہ یا اللہ تعالیٰ! یہ جنات، جادو، آسیب سب آپ کی قدرت کے تحت

۱۵۵؎ کنز العمال: ۲/۱۶۴،(۳۵۸۸)،مؤسسة الرسالة

www.khanqah.org

ہیں ان سب کو مجھ سے بھگا دیجیے، اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیں کیوں کہ بغیر درود کے کوئی دعا آسمان پر نہیں جاتی، زمین و آسمان کے درمیان رُکی رہتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنی دعاؤں میں اول و آخر درود شریف لگالو ورنہ تمہاری دعائیں آسمان تک نہیں پہنچیں گی، بیچ میں معلق رہیں گی۔

لہٰذا صبح و شام یہ اوراد پڑھتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ! عاملوں کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ قرآن شریف میں ہے کہ پہلے جنات انسانوں سے ڈرتے تھے اور جنگلوں میں رہتے تھے لیکن جب سے انسانوں نے جنوں کی دہائی دینی شروع کی کہ جن بابا دُہائی ہے تو انہوں نے کہا ارے! یہ تو ہم ہی سے ڈرتے ہیں اس لیے ان پر مسلط ہونے لگے۔

مجلس بوقت دس بجے صبح بر مکان حضرت مولانا عبد الحمید

کل مولانا عبد الحمید صاحب نے حضرت مرشدی مد ظلہم العالی سے درخواست کی تھی کہ اگر حضرتِ والا کو تعب نہ ہو تو صبح کی مجلس ان کے گھر پر ہو جائے، بہت سی عورتیں بیعت بھی ہونا چاہتی ہیں اور حضرتِ والا کے ارشادات بھی سننے کی مشتاق ہیں۔ چناں چہ مولانا عبد الحمید صاحب کار لے کر حضرتِ والا کو لینے کے لیے حاضر ہوئے اور جب حضرتِ والا ان کے گھر تشریف لائے تو مولانا کے گھر کے دروازے کُھلے ہوئے تھے۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے تو قرآن شریف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا کہ جنت کے دروازے پہلے ہی سے اکراماً کُھلے ہوں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وَ فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا کا واؤ حالیہ جو دروازے کا حال بتا رہا ہے کہ جنتی جب داخل ہوں گے تو جنت کے دروازے کُھلے ہوں گے۔ دنیا میں بھی مکرم مہمان کے اکرام میں میزبان پہلے ہی سے اس کے لیے گھر کے دروازے کھول کر انتظار کرتا ہے۔

اور دوزخ کا دروازہ بند ہوگا، جب دوزخی آئیں گے تب کُھلے گا جس طرح جیل کا دروازہ پہلے سے نہیں کھولا جاتا جب مجرم آتا ہے اسی وقت کھولا جاتا ہے۔

www.khanqah.org

حضرتِ والا کی شانِ کریمانہ

احقر سے ایک غلطی ہوگئی تو حضرتِ والا نے دریافت فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ احقر نے عرض کیا کہ غلطی ہوگئی معافی چاہتا ہوں، ازراہِ کرم معاف فرمادیجیے، حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ جملہ ایسا ہے کہ سارا غصہ ٹھنڈا کردیتا ہے۔ آپ نے معافی مانگ لی تو میں نے معاف کردیا یہ سوچ کر کہ اللہ مجھے بھی معاف کردے۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی ہزار دفعہ غلطی کرتا رہے تو اس کو معاف کرتا رہوں گا بشرطیکہ وہ معافی مانگتا رہے لیکن اس کو نہ بتاؤ کہ میں معاف کرتا رہوں گا کیوں کہ نادان آدمی کو اگر معلوم ہوجائے کہ میری سو غلطیاں معاف ہوجائیں گی تو وہ جری ہوجائے گا یہی سوچو کہ ہماری غلطی سے اذیت پہنچتی ہے اور شیخ کو اذیت سے بچانا اور آرام پہنچانا اہلِ محبت کا شیوہ ہے۔

حضرتِ والا کے ایک عالم خلیفہ جو عمر رسیدہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ! اگلے مہینے اپنے والد صاحب سے ملنے وہ ہندوستان جائیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ ضرور اپنے والد صاحب کو جاکر دیکھ آیئے، ان کا دل خوش ہوجائے گا۔ انسان جب صاحبِ اولاد ہوجاتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے ؎

اگر تو صاحبِ اولاد ہوگا
تجھے اولاد کا غم یاد ہوگا

تب سمجھ آتی ہے کہ جیسے مجھے اپنے بچوں کی محبت ہے ویسا ہی میں بھی اپنے ماں باپ کا بچہ ہوں چاہے بڈھا ہوجائے لیکن ماں باپ اس کو بچہ ہی سمجھتے ہیں۔ ماں باپ کو اپنا بچہ بڈھا نہیں معلوم ہوتا۔ سمجھتے ہیں کہ کل جس کو گود میں کھلایا تھا یہ وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نامِ مبارک کی عجیب الہامی تشریح

مکان کی دیوار پر اللہ کے نام کا بہت خوبصورت کتبہ لگا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر حضرت مُرشدی نے ارشاد فرمایا کہ دیکھیے یہ جو اللہ لکھا ہوا ہے اس کا رسم الخط بتاتا ہے کہ اللہ ہی ہمارا مالک، احکم الحاکمین اور سُلطان السلاطین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بھی کیسا پیارا نام

ہے کہ دیکھنے میں ہی اتنا مزہ آتا ہے کہ بس دیکھا کرو، جی نہیں بھرتا، میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے نام کو محبت سے دیکھا کرو اور دل میں جذب کرلو اور فرمایا کہ ایک کافر اپنے بُت کو محبت سے دیکھا کرتا تھا۔ جب مر گیا تو اس کے دل کا پوسٹ مارٹم ہوا تو دل کے اندر اس بُت کی تصویر تھی۔ جب بُت کو محبت سے دیکھنے سے اس کی تصویر کافر کے دل میں اُتر سکتی ہے تو اللہ تو محبوبِ حقیقی ہے لہٰذا جب ہم اپنے اللہ کا نام محبت سے دیکھتے رہیں گے تو یہ نامِ مبارک دل پر کیوں نقش نہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اللہ کا نام سونے کے پانی یا چاندی کے پانی سے خوب عمدہ لکھا ہوا اپنے کمروں میں لگالو اور محبت سے دیکھا کرو۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کی رحمت سے ان کا نام دل میں اُتر جائے اور قبر میں جب منکر نکیر آئیں تو کہیں کہ بھئی! اس کے دل میں تو پہلے ہی اللہ لکھا ہوا ہے، اس سے کیا سوال جواب کریں۔ اب اللہ کے نام کی تشریح کرتا ہوں جو اللہ نے میرے دل کو عطا فرمائی اور شاید یہ آپ مجھ سے ہی سُنیں گے۔

دیکھو اللہ کے نام کا پہلا الف اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کا جھنڈا ہے جیسے بادشاہوں کے محل اور پریذیڈنٹ ہاؤس کا جھنڈا ہوتا ہے۔ اللہ سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس کی عظمت کا جھنڈا بھی عظیم الشان ہے۔ اس کے بعد بڑا تاج ہے۔ دنیا کے بادشاہ تو کہیں سے تاج منگا کر پہنتے ہیں مگر اللہ کا نام خود تاج ہے جو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات میں شاہ ہے، اس کی شاہی دوسروں کی محتاج نہیں۔

شاہ آں باشد کہ از خود شہ شود
نے ز لشکر نے ز دولت شہ شود

حقیقی شاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے شاہ ہو۔ جو فوج اور دولت کی وجہ سے شاہ ہو وہ شاہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ لہٰذا دنیاوی بادشاہ، شاہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ حقیقی شاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اللہ کے نام کے بڑے تاج پر جو تشدید ہے وہ بھی تاج ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ اللہ مالک الملوک ہے، تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ دنیا میں بادشاہوں کو اللہ ہی تو بادشاہت دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی سب بادشاہ اللہ کے

www.khanqah.org

فقیر ہیں، ان کو بادشاہت کی بھیک اللہ دیتا ہے، جب تک چاہتا ہے تخت پر بٹھاتا ہے اور جب چاہتا ہے تخت سے اُتار کر تختہ دار پر چڑھا دیتا ہے۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[۱۵۶] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم یہ ایام لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔

پھر تشدید پر ایک الف بھی ہے اور الف کو چاہے جتنا کھینچو، آسمان تک لے جاؤ، بلکہ ساتوں آسمان اور عرش و کرسی سے بھی اُوپر لے جاؤ تو بھی الف ہی رہے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ کی بڑائی کی کوئی حد، کوئی انتہا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے، لیکن اس بڑائی کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کی آہ کو اپنے اندر لے رکھا ہے۔ آہ کہو اور اللہ کہو تو آہ میں اور اللہ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ اللہ کھینچ کر کہو تو اس میں ہماری آہ بھی شامل ہے یعنی اپنے بندوں کی آہ کو اپنے کلیجے سے لگا رکھا ہے۔ اس کے برعکس جتنے جھوٹے خدا ہیں جیسے فرعون، نمرود، شدّاد وغیرہ کسی کے نام میں ہماری آہ شامل نہیں۔ بس جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارا اللہ تو ہماری آہ کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ اسی لیے مظلوم کی آہ سے ڈرنے کا حکم ہے کیوں کہ آہ کو اللہ تک پہنچنے میں کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں۔ میرا شعر ہے ؎

بر درِ رحمت چو دربانے نبود
آہ را در وصل حرمانے نبود

اللہ کی رحمت کے دروازے پر جب کوئی دربان نہیں تو آہ کو اللہ تک پہنچنے میں کوئی محرومی نہیں ہو سکتی۔

بر درِ آں شاہ چوں درباں نبود
آہ را پس اذنِ عام آمد نبود

اس شاہِ حقیقی کے دروازے پر جب کوئی دربان نہیں تو ہر شخص کی آہ کو دربارِ حق کی رسائی کے لیے اذنِ عام ہے۔

اور دنیا میں جتنے جھوٹے خدائی دعویٰ کرنے والے ہوئے ہیں کسی نے اپنا نام

۱۵۶۔ اٰل عمرٰن: ۱۴۰

www.khanqah.org

اللہ نہیں رکھا۔ فرعون نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى تو کہا کہ میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں مگر وہ بھی اپنا نام اللہ نہیں رکھ سکا۔ اللہ نے اپنے نام کی تکوینی حفاظت فرمائی کہ کسی باطل خدا کے ذہن میں ہی نہیں آنے دیا کہ وہ اپنا نام اللہ رکھے کیوں کہ وہ لَا مِثْلَ لَهٗ ہے، اس کی واحد ذات ہے جو ازلی بھی ہے اور ابدی بھی ہے یعنی اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جو ازلی بھی ہو اور ابدی بھی ہو۔ جنت بھی ازلی نہیں ابدی ہے۔ یعنی ہمیشہ سے نہیں تھی، پیدا کی گئی اور ہمیشہ رہے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بے مثل ہے وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اللہ اس وقت بھی موجود تھا جب کوئی نہیں تھا، نہ عرش نہ کرسی، نہ زمین، نہ آسمان نہ اور کوئی مخلوق۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اللہ کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور کیوں نہیں سمجھ سکتا؟ اس لیے کہ ہماری عقل محدود ہے اور اللہ غیر محدود ہے، تو غیر محدود عقلِ محدود میں کیسے آسکتا ہے؟ کیوں کہ محدود میں جو چیز آئے گی وہ محدود ہوگی، لہٰذا جو سمجھ میں آجائے وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ اسی کو اکبر الٰہ آبادی نے کہا ؎

عقل جس کو گھیر لے لاانتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

دل میں اللہ کے آنے کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ قدسی ہے کہ میں نہیں سمایا آسمانوں میں اور زمینوں میں مگر مومن کے دل میں مثل مہمان کے آجاتا ہوں۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ [۱۵۵] اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم

[۱۵۵] الاحزاب:۷۲

www.khanqah.org

نے آسمان وزمین پر امانت کو پیش کیا تو مارے ڈر کے انہوں نے اُٹھانے سے انکار کردیا اور انسان نے اس بارِ امانت کو اُٹھالیا۔ آسمان و زمین تو اللہ کی محبت کی اس امانت کو اُٹھانے سے عاجز ہوگئے لیکن۔

در دلِ مومن بگنجیدم چو ضیف

یہ مولانا روم ہیں، مذکورہ حدیثِ قدسی کا گویا ترجمہ کردیا کہ مومن کے دل میں مثلِ مہمان کے آجاتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو دل بنایا ہے اس کا مادہ اور مٹیریل بھی عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دل میں آجاتے ہیں جو غیر اللہ سے پاک ہوجاتا ہے، بس یہی شرط ہے اس لیے کلمۂ توحید میں لا الٰہ پہلے ہے الا اللہ بعد میں ہے، جس کے معنٰی یہ ہیں کہ پہلے غیر اللہ کو نکالو تب اللہ ملے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کتے بلی کا گو بھی لگائے رکھو اور عطر عود کی خوشبو میں بھی بس جاؤ جس طرح بدبو اور خوشبو جمع نہیں ہوسکتے اسی طرح غیر اللہ کے ساتھ اللہ کو نہیں پاسکتے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ان بتوں یعنی مرنے گلنے والی لاشوں کو، لڑکیوں اور لڑکوں کو بھی دل میں رکھو اور انتظار کرو کہ اس ناپاک دل میں اللہ تعالیٰ بھی آجائے گا۔ اللہ پاک ہے، وہ پاک دل میں آتا ہے، جو دل کو غیر اللہ سے پاک کرتا ہے۔ خونِ آرزو پیتا ہے یعنی ناجائز آرزوؤں کا خون کرتا ہے وہ شیر کی طرح ہے جو ہرن کا خون پیتا ہے۔ شیر جب ایک دھاڑ مارتا ہے تو لومڑیوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح مؤمن کامل کے سامنے نفس کی کُتی کی کیا حقیقت ہے۔ اللہ کے راستے میں جو شیرانہ مزاج رکھتا ہے نفس اس پر قابو نہیں پاسکتا اور جو نفس کی ناجائز بات مانتا ہے یہ دلیل ہے کہ نفس اس پر سوار ہے جیسے گھوڑا تو سواری کے لیے دیا گیا لیکن کوئی گھوڑے کو خود پر سوار کرلے تو کیا علاج کہ سواری کو خود پر سوار کرلیا۔ خوب سمجھ لو جو نامحرم عورتوں اور امردوں کی ناپاک محبت دل میں رکھے گا اللہ پاک کی محبت سے محروم رہے گا بلکہ محبت کیا جو گناہوں کا شوق اور حسرت دل میں رکھے گا کہ کاش! اگر جائز ہوتا تو میں چھو منتر سیکھ کر اس عورت یا امرد کو قابو میں لے آتا یہ حسرت ہونا دلیل ہے کہ اس کے دل میں ابھی ناپاک مرض ہے، گناہ تو نہیں کرتا لیکن گناہ کا شوق رکھتا ہے اور گناہ

www.khanqah.org

کرنا تو سخت بیماری ہے ہی مگر گناہوں کا شوق رکھنا بھی بیماری ہے۔ اللہ والوں کے دل میں گناہوں کی حسرت بھی نہیں رہتی۔ اللہ والے تو گناہ کی حسرت سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ یااللہ! میں گناہوں سے تو پناہ چاہتا ہی ہوں گناہوں کی حسرت اور تمنا سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ یااللہ! میرے دل کو اس طرح پاک کر دیجیے کہ گناہوں سے بھی نفرت رہے اور گناہوں کی حسرت بھی نہ رہے۔ اللہ گناہوں سے بھی پاک کردے اور گناہوں کی تمنا سے بھی پاک کردے۔ جس دن یہ نصیب ہو گیا اسی دن دل میں اللہ کو پا جاؤ گے۔

حسینوں سے نہ ہدیہ لو نہ دو

ارشاد فرمایا کہ پی آئی اے کے ایک افسر نے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں بتایا کہ ایک ایئر ہوسٹس نے انہیں حلوہ پیش کیا جو وہ گھر سے بنا کر لائی تھی وہ انہوں نے قبول کر لیا لیکن دوسرے وقت اس کو ڈانٹ لگائی اور کہا کہ یہ نہ سمجھنا کہ حلوہ دینے سے میں کوئی تمہارے ساتھ رعایت کروں گا۔ یہ سُن کر میں نے ان سے کہا کہ ایک مسئلہ سُن لو کہ اگر کوئی حسین ہدیہ دے تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرو کہ ہدیہ قبول کرنے سے اس کی محبت بڑھ جائے گی۔ شیطان کان میں کہے گا کہ پٹی ہوئی ہے، پٹی ہوئی کو پٹا لو۔ اب کوئی کہے گا کہ اگر ہدیہ واپس کرتے ہیں تو اس کا دل ٹوٹتا ہے تو دل توڑ دو لیکن قانونِ الٰہی کو مَت توڑو۔ اللہ کا قانون زیادہ قابلِ احترام ہے یا ان کا دل زیادہ قابلِ احترام ہے؟ اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کا ہدیہ واپس کر دو اور کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ اس لیے قبول نہیں کہ اس سے تمہاری محبت بڑھ جائے گی جو حرام ہے۔

لہٰذا یاد رکھو کہ حسینوں کا ہدیہ قبول کرنا فتنہ ہے۔ جس نے ہدیہ قبول کر لیا ہو وہ اللہ سے توبہ کرے کہ یااللہ! اب آیندہ کبھی قبول نہیں کروں گا۔ حسینوں کو نہ ہدیہ دینا جائز ہے نہ لینا جائز ہے۔ ہدیہ دینے میں بھی خطرہ ہے کہ یہ تو پٹانے کا طریقہ ہے اور ہدیہ لینے سے بھی محبت بڑھتی ہے۔ لہٰذا اللہ کے راستے میں سخت رہو، جلاد رہو، بالکل لچک پیدا نہ ہو، نہ دل میں، نہ جسم میں، نہ زبان میں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی آپ کو سنکھیا پیش کرے اور کہے کہ تھوڑا سا چکھ لیجیے، بہت مزیدار ہے تو آپ

چکھیں گے؟ اللہ کی نافرمانی یانافرمانی کا سبب زہر سے کم نہیں ہے، کچھ نہیں تونافرمانی کے وساوس تو آہی جائیں گے، وسوسہ سے تو بچ نہیں سکتے۔ اگر بہت متقی ہے تب بھی وسوسہ آجائے گا کہ کیابات ہے، ہدیہ کیوں دیا، معلوم ہوتا ہے کہ میری داڑھی کے باوجود میں پسندیدہ ہوں، اس کی نظر میں شاید سلیکٹ (Select) ہورہاہوں۔ یادرکھو زہر کو زہر سمجھو، اللہ کی نافرمانی سے بڑھ کر کوئی زہر، کوئی عذاب نہیں ہے۔ ہزاروں لاکھوں دل ٹوٹ جائیں، ٹوٹنے دو، اللہ کے قانون کے سامنے دل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ دیکھیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک فرمادیا کہ کسی حسین کو دیکھ کر اگر ٹوپی ٹھیک کرلی، داڑھی کو ہاتھ سے برابر کرلیا تو یہ بھی حرام کام کیا کیوں کہ اس حسین کی نظر میں تم منظور بننا چاہتے ہو۔ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے، حسینوں کا ہدیہ واپس کرنا بڑے اللہ والوں کا، اللہ کے شیروں کا کام ہے، یہاں بڑے بڑوں کا دل پسیج جائے گا کہ ارے یار! اس کا دل دکھے گا، کہے گی کہ ملالوگ خشک ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمت مردانہ چاہیے، ہمت شیرانہ چاہیے، شیر ہرن کا خون پیتا ہے تم بھی اپنے نفس کا خون پیو۔ نفس سے کہہ دو کہ چاہے کوئی کچھ بھی سمجھے چاہے سمجھے مُلا خشک ہوتے ہیں، چاہے غیبت بھی کرے ادھر ادھر برائی بھی بیان کرے، تم سب بدنامی برداشت کرو پھر آسمان کی طرف دیکھو کہ اے اللہ! آپ کے لیے دنیا بھر کی بدنامی برداشت کرتا ہوں ورنہ اگر ہدیہ لے لیا اور اس کی محبت بڑھ گئی اور گناہ کا وسوسہ دل میں آگیا تو گناہِ کبیرہ تک میں مبتلا ہو سکتا ہے اس لیے حسینوں کا ہدیہ قبول نہ کرو، نہ لو نہ دو، ایک آدمی خود کتنا ہی بدصورت ہو، ناک کا چپٹا آنکھ کا بھینگا لیکن جب اس کو کوئی عورت دیکھتی ہے یا کوئی حسین لڑکا دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میں کچھ اس کی نظر میں جچ رہا ہوں، ضرور کوئی بات ہے جب ہی تو یہ مجھ کو دیکھ رہی ہے یا دیکھ رہا ہے حالاں کہ وہ بے وقوف سمجھ کر دیکھتے ہیں کہ ذرا دیکھ لو اس بے وقوف کو۔ غالبؔ نے کہا تھا؎

چاہتے ہیں خوبرویوں کو اسد

آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

کہتا ہے کہ میں خوبصورتوں کو چاہتا ہوں لیکن ذرا آپ کی صورت تو دیکھیے اس حماقت کی کوئی حد ہے کہ بڈھا کھوسٹ ہے اور حسینوں کو چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ حسین بھی مجھے پسند کرتے ہیں، ذرا آپ کی صورت دیکھیے اور یہ گمان دیکھیے۔ لہٰذا ہر شخص اپنی جیب میں ایک آئینہ رکھے، جب کوئی حسین دیکھے تو آئینہ میں اپنی شکل دیکھو۔ اگر شکل اچھی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور کہو کہ میرا حسن کسی نامحرم عورت یا امرد کے لیے جائز نہیں۔ حُسن کا شکریہ یہ ہے کہ اسے اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے۔

اگر کسی نے کسی حسین کا تحفہ لے لیا اور کھا بھی لیا تو اب کیا کرے؟ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ قے کردے لیکن قے کرنا واجب نہیں ہے، بس اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے کہ یااللہ! اب کسی حسین کا ہدیہ نہیں لوں گا، اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کے معافی مانگ لے اور اس حسین سے کسی سے کہلوادے کہ اب آیندہ ہدیہ نہ لانا، قبول نہیں کروں گا۔ اس سے کہلوادینا ضروری ہے ورنہ وہ سمجھے گی کہ ایک دفعہ لے لیا تو آیندہ بھی ضرور لیں گے جب کہ وہ افسر بھی ہو تو افسر کو توماتحت اور بھی خوش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہماری ترقی ہو تو کہہ دو کہ ہم خوش نہیں ہوئے ہم کو تکلیف پہنچی۔ ہمیں ہدیہ کی ضرورت نہیں، بغیر ہدیہ کے ہم ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف کریں گے، جو بے اُصولی کرے گا اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا اور اگر بے اُصولی نہیں کروگے تو سب کے ساتھ انصاف کروں گا۔ جو ہدیہ پیش کرے گا اس کا بے اُصولی کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ لہٰذا ہمیں کوئی ہدیہ دینے کی جرأت نہ کرے۔

جب جان کے لالے پڑتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ جب مصیبت آتی ہے اور مرض شدید ہو جاتا ہے تو کوئی حسین یاد نہیں آتا۔ میر صاحب سے پوچھ لیجیے، جب ان کی انجیو گرافی ہو رہی تھی تو کون حسین یاد آرہا تھا۔ اس وقت اللہ والوں سے دعا کراتا ہے کہ میری جان کی حفاظت کی دعا کیجیے۔ جب جان کے لالے پڑتے ہیں تو کوئی لالے یاد نہیں آتے، یہ شریف بندوں کا کام نہیں کہ جب مصیبت پڑے تب ہی اللہ کو یاد کرے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

www.khanqah.org

اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[۱۵۸]

تم اللہ کو سُکھ میں یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دُکھ میں یاد رکھیں گے۔

عشق معتبر

ارشاد فرمایا کہ منطق و فلسفہ پڑھنے کو میں منع نہیں کرتا مگر دل میں اللہ کی محبت کا درد بھی رکھو۔ وہی درد کام آئے گا صدرا، بازغہ کام نہ آئے گی۔ اسی دردِ دل کی تعبیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے علومِ ظاہرہ کو ذریعہ بنایا ہے۔ عشق علم سے معتبر ہوتا ہے۔ بتاؤ کوئی ان پڑھ آدمی بہت ہی عشق و محبت کی بات کرے لیکن اس کے درس میں علماء نہیں بیٹھیں گے اور جس کا عشق علم سے مدلّل ہو تو علماء کو وجد آتا ہے ہمارے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک واسطہ سے مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے۔ حضرت کے استاد تھے مولانا ماجد علی جونپوری جو شاگرد تھے حضرت گنگوہی کے۔ اس لیے حضرت کے علوم ایسے تھے کہ بڑے بڑے علماء کو ماننا پڑتا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ جہاں بھی خالقِ لذاتِ کائنات کا تذکرہ ہوگا وہیں مزہ آئے گا اور روح مَست ہوجائے گی اور مزہ وہی ہے جو روح کو مَست کردے۔

ارشاد فرمایا کہ کافروں کا بڑھاپا بہت خراب گزرتا ہے، کُتے کی موت مرتے ہیں۔ کُفران کے لیے دنیا ہی میں عذاب ہے۔ لڑکے سمجھتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ میرا باپ ہے یا نہیں کیوں کہ ان کی ماں کے پاس تو بہت آدمی آتے ہیں اور بڈھے کو بھی شبہ ہوتا ہے کہ پتا نہیں کہ یہ میرے بیٹے ہیں یا نہیں۔ اس لیے جنگل میں ان کا بڈھاہاؤس بنا ہوا ہے۔ بوڑھے ہونے کے بعد ان کو مرغی فارم کی طرح وہاں بھیج دیتے ہیں۔ الحمدللہ! مسلمانوں کے یہاں یہ تصور نہیں ہے، دادا نانا بننے کے بعد اور عزت بڑھ جاتی ہے۔

اس کے بعد حضرتِ والا نے لاؤڈ اسپیکر پر عورتوں کو بیعت فرمایا جو دوسرے

---

۱۵۸ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاك بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

www.khanqah.org

گھر میں جمع تھیں اور فرمایا کہ عورتیں سُبحان اللہ تین سو دفعہ پڑھ لیا کریں۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ عبدالغنی صاحب پھولپوری فرماتے تھے کہ عورتوں کو اللہ اللہ کا ذکر مت بتاؤ، وہ سبحان اللہ کا ذکر کریں جس کے معنیٰ ہیں پاک ہے اللہ۔ اس لیے جب سبحان اللہ کہیں تو سوچیں کہ اللہ تو پاک ہے ہی اس کی پاکی بیان کرنے سے ہم پاک ہو رہے ہیں۔

مورخہ ۳۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۵؁ھ مطابق ۲۰؍ مئی ۲۰۰۴؁ء آزادول

مجلس بعد نمازِ عصر بر مکان سلیمان صاحب

سماع کے جواز کے شرائط

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت کے اشعار سننا اس کا نام سماع ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

کہ غذائے عاشقاں باشد سماع

یعنی عاشقوں کی غذا سماع ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ تیس صحابہ رضی اللہ عنہم شاعر تھے۔ مگر سماع کے جائز ہونے کی چار شرطیں ہیں: نمبر۔۱ مُسْمِعْ کودک وزن نباشد یعنی شعر پڑھنے والا امرد یا عورت نہ ہو۔ میرے ایک دوست جو پی آئی اے میں افسر ہیں اور باشرع داڑھی والے ہیں ان سے ایک ایئر ہوسٹس نے کہا کہ سر! میں آپ کو قرآن شریف بہت اچھا سناؤں گی تو انہوں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ تمہارے منہ سے قرآن سننا جائز نہیں۔ بہر حال پہلی شرط یہ ہے کہ شعر سنانے والا لڑکا بے داڑھی مونچھ والا نہ ہو اور نہ عورت ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مضمون خلافِ شرع نہ باشد یعنی ان اشعار میں مضمون خلافِ شرع نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ آلۂ لہو و لعب نہ باشد یعنی سارنگی طبلہ وغیرہ گانے بجانے کے آلات نہ ہوں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ سامعین اہل ہویٰ نہ باشد یعنی سننے والے نفس پرست، نفس کے پوجنے والے نہ ہوں، دیکھ لو سننے والے بھی اگر نفس پرست ہیں تو جائز قوالی

بھی ناجائز ہوجائے گی کیوں کہ جو اہلِ ھویٰ ہیں تو اچھا شعر سُن کر بھی ان کا دل دنیاوی عشق کی طرف چلا جائے گا۔

زندہ بُت کون ہیں

پھر حضرتِ والا نے اعجاز الحق صاحب سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ انہوں نے فیضانِ محبت سے حضرتِ والا کے اشعار سنائے اور جب یہ شعر پڑھا۔

جس نے سر بخشا ہے اس سے سرکشی زیبا نہیں
اس درِ جاناں پہ سر رکھ اور درِبت خانہ چھوڑ

تو حضرتِ والا نے اس شعر کی تشریح میں فرمایا کہ حسینوں کو بُت کیوں کہتے ہیں؟ کیوں کہ جس طرح کافر بُت کو پوجتا ہے ایسے ہی جب ایمان کمزور ہوجاتا ہے تو انسان حسینوں کے عشق میں مبتلا ہوجاتا ہے گویا ان کو پوجنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالی کو پسِ پشت ڈال دیتا ہے۔ اس لیے حُسن کا بت بہت بڑا ہے۔ مردہ بتوں سے رہائی پانا تو آسان ہے لیکن زندہ بتوں سے رہائی پانا مشکل ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے، بعض کو حسینوں کی ایسی چاٹ پڑی ہوئی ہے کہ اگر انہیں حسین نہ ملے تو ان کا دل اُچاٹ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے جذب سے ان سے پناہ ملتی ہے ورنہ ان حسینوں کے سامنے بڑے بڑے متقیوں کا تقویٰ ٹوٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر نہ دیکھے تو کوئی نقصان نہیں، پھر تو رحمت برسے گی۔ ان کو دیکھنے سے لعنت برستی ہے اور نہ دیکھنے سے رحمت نازل ہوگی، اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اس کو مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا استثنا ہے۔ معلوم ہوا کہ دشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالی شان پر عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کا راستہ

اپنے خالق پر فدا ہو اور غیر اللہ کو چھوڑ
دامنِ مرشد پکڑ اور نفس کے رشتہ کو توڑ

www.khanqah.org

اس شعر کی تشریح میں حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ جو مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ ہیں۔ یعنی جن لوگوں پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا ان کا راستہ پکڑو۔ صراطِ مستقیم کا بدل الکل من الکل صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہے۔[۱۵۹] معلوم ہوا کہ مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے اور مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کون ہیں؟ یعنی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل کیا وہ کون لوگ ہیں؟ وہ نبیین، صِدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ[۱۶۰] نبیین کے بعد صدیقین کا درجہ ہے یعنی اولیاء اللہ میں سب سے بلند درجہ صدیقین کا ہے اور صدیقین کے بعد شہداء ہیں پھر صالحین۔ ان چاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا یہ بہت اچھے رفیق ہیں، ان کی رفاقت کو پکڑ لو بہت اچھے رفیق ہیں۔ تفسیرِ خازن میں ہے کہ حَسُنَ معنیٰ میں مَا اَحْسَنَ کے ہے یعنی افعالِ تعجب میں سے ہے۔ اسی کو بابا فرید الدین عطار نے اپنے شعر میں کہا ہے ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر گذشت و نہ شد آگاہِ عشق

جس نے بے رفیق کے اللہ کے راستے میں قدم رکھا عمر ختم ہوگئی مگر اللہ کے عشق سے اس کو آگاہی ہی نہیں ہوئی۔ اسی رَفِیْقًا کو لیا ہے بابا فرید الدین عطار نے۔ اللہ والوں کا کلام قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتا ہے۔ تو وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا فرما کر اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے کہ یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنا رفیق بنالو۔ اگر ہم کہہ دیں کہ کیا ہی اچھا کباب آج میرے یہاں تیار ہوا ہے تو جتنے یار دوست ہوں گے کہیں گے کہ یار! ہمیں بھی کھلاؤ، کیوں کہ اس خبر میں انشا پوشیدہ ہے کہ آؤ کباب کھالو۔ پس وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر معنیٰ میں انشائیہ کے ہے کہ ان کو رفیق بنالو۔ حَسُنَ معنیٰ میں مَا اَحْسَنَ کے ہے یعنی افعالِ تعجب میں

---

۱۵۹ روح المعانی:۹۳/۱، الفاتحۃ (۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

۱۶۰ النساء:۶۹

www.khanqah.org

سے ہے۔ میں نے تفسیرِ خازن میں جب یہ دیکھا تو مجھے بہت مزہ آیا اور اس مفسر سے بھی مجھ کو محبت ہو گئی۔

اہلِ سلسلہ کے لیے تین عظیم نعمتیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگیں اور فرمایا کہ ان شاء اللہ! میری تینوں دعائیں قبول ہو گئیں۔ اس لیے میرے سلسلہ میں جو داخل ہو گا اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ! تین نعمتیں حاصل ہوں گی: نمبر ۱۔ روزی کی فراغت۔ ان شاء اللہ کسی کو فاقہ نہیں ہو گا۔ نمبر ۲۔ اطمینان و جمعیتِ قلب۔ نمبر ۳ ۔ حسنِ خاتمہ۔ ان شاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ اور مشاہدہ بھی ہے کہ اس سلسلہ والوں کو یہ سب نعمتیں حاصل ہیں۔

ارشادفرمایاکہ پہلے آنا آنا تھا اور اب جانا جانا ہے۔ اتوار کو ان شاء اللہ تعالیٰ کراچی واپس جانا ہے۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی رائے ہے کہ ہر ملک میں جاؤ مگر ایک مہینہ سے زیادہ مت رہو ورنہ مرکز کمزور ہو جائے گا۔ حضرت کی نصیحت ہے کہ کراچی مرکز ہے اس کو کمزور نہ ہونے دو۔ ماشاء اللہ! مولانا مظہر صاحب اور میرا پوتا مولانا ابراہیم صاحب ان دونوں کا بیان ہوتا ہے اور الحمدللہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ میری غیر موجودگی میں الحمدللہ خانقاہ میں سناٹا نہیں ہوتا۔ جمعہ کے دن مولانا ابراہیم صاحب کی تقریر ہوتی ہے جو میری ہی تقریر کی نقل کرتے ہیں اور پیر کو مولانا مظہر صاحب کا بیان ہوتا ہے اور آج کل تو روزانہ کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ بھی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں۔

محبت کی خاصیت

ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: محبت کی لغت خود متقاضیِ وصلِ شفتین ہے یعنی دونوں ہونٹ اگر نہ ملیں تو کوئی بڑے سے بڑا قاری بھی محبت کا لفظ ادا نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ محبت اپنی

www.khanqah.org

فطرت کے اعتبار سے جدائی کو گوارا نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ جو کامل مومن ہیں وہ اللہ کی محبت میں شدید نہیں اشد ہیں۔ ساری دنیا کی محبت ان کے دل میں شدید ہو سکتی ہے لیکن ہر مومن کامل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہوتی ہے۔ بال بچوں کی محبت، بیوی کی محبت جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت مومن کے دل میں اشد ہوگی۔ مگر اس کا امتحان کب ہوگا؟ جب اللہ تعالیٰ کی شان میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ! کوئی گستاخی کرے تو اگر اکلوتا بیٹا بھی ہے تو باپ اس کی پٹائی شروع کر دے گا۔ ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہے اور محبت جب اشد ہوتی ہے تو محبوب سے فراق گوارا نہیں ہوتا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جس کا اسم متقاضی وصل ہے اس کا مسمٰی کیسا ہوگا، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی وہ کیسے اللہ سے جدائی برداشت کرے گا۔ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس ظالم کے دل میں محبت اشد نہیں ہے۔ محبت کوئی کھیل ہے۔ جب محبت کا لفظ بغیر ہونٹوں کے ملے ادا نہیں ہو سکتا تو جس کے دل میں محبت کے معنیٰ آگئے وہ اللہ سے فراق پر کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے اہلِ محبت بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں اور ان کا دل ایسا کر دیتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں بھی تو گناہ نہیں کر سکتے لیکن اگر کبھی ان سے خطا ہو جائے تو ان کی توبہ بھی اس مقام سے ہوتی ہے کہ عام آدمیوں کی عبادت و تہجد سے بھی ان کی ندامت آگے بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا جو فصل ہوا تھا وہ دوبارہ وصل اور قُربِ عظیم سے بدل جاتا ہے۔

بیان بعد عشاء دارالعلوم آزادول

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

معافی کا سرکاری مضمون

ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کی تعلیم ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایسے بات کرو جیسے میں سکھاؤں، مجھ سے بات کرنے کا طریقہ بھی مجھ

سے سیکھو، اپنی طرف سے نہ بناؤ لہٰذا مجھ سے معافی کیسے مانگو گے؟ میں نے معافی کا سرکاری مضمون بھی نازل کردیا اور معافی کے الفاظ تک نازل کردیے تو شاہ کی طرف سے جب معافی نامہ کے الفاظ تک نازل ہورہے ہیں کہ اس عنوان سے معافی مانگو تو کیا شاہ معاف نہیں کرے گا؟ اگر باپ کہے کہ بیٹا! ان الفاظ سے ہم سے معافی مانگو تو ہم تمہیں معاف کردیں گے تو کیا باپ جھوٹ بولے گا؟ قرآنِ پاک تو ارحم الراحمین کا کلام ہے، وہ فرمارہے ہیں کہ کہو: وَاعۡفُ عَنَّا اے ہمارے رب! ہمیں معاف کردیجیے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ عَفُوٌّ کے معنیٰ مَحُوٌّ کے ہیں وَاعۡفُ عَنَّا اَیۡ اُمۡحُ اٰثَارَ ذُنُوۡبِنَا[۱۶۱] یعنی ہمارے گناہوں کے نشانات کو مٹا دیجیے کیوں کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو چار گواہ تیار ہوتے ہیں جو نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاہِہِمۡ وَتُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡہِمۡ وَتَشۡہَدُ اَرۡجُلُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زبان پر مہر لگادے گا، سیل (Seal) کردے گا یعنی بند کردے گا اور اعضاء بولنے لگیں گے، ہاتھ اور پاؤں گواہی دینے لگیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ یہ پہلا گواہ ہے کہ زبان بند ہوگئی اور اعضاء بول رہے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں گناہ کیے تھے۔ ظالمو! تم سمجھتے ہو کہ گناہ کرکے ہم مزے اُڑا رہے ہیں تو یہ اعضاء ہی تمہارے خلاف گواہی دے کر تم کو پکڑوادیں گے۔ تم اس چکر میں مت رہو کہ میں گناہ کرکے بڑا مزہ حاصل کررہا ہوں اور میں بڑے مزے میں ہوں۔ ارے حرام مزہ حاصل کرنا اپنے کو گرفتار کروانے کے مترادف ہے۔ اس لیے ہم میں ہر شخص توبہ کرلے، موت سے پہلے توبہ کرلے، مولوی بھی توبہ کرلیں اور غیر مولوی بھی توبہ کرلیں ورنہ جن اعضاء سے گناہ کیا جاتا ہے وہی اعضاء تمہارے خلاف بولیں گے اور کیسے بولیں گے؟ اس کو مولانا رومی نے مثنوی میں بیان کیا ہے۔ انسان جس نے حرام بوسے لیے ہیں اگر توبہ کیے بغیر مرگیا تو اس کی زبان تو بند کردی جائے گی لیکن اس کے ہونٹ خود بولنے لگیں گے۔

[۱۶۱] روح المعانی: ۳/۱۷، البقرۃ (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ کہیں گے کہ ہم اس طرح نامحرم حسینوں کے گال چومتے تھے، اس طرح امردوں کا بوسہ لیتے تھے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

ہاتھ کہے گا کہ میں نے اس طرح چوری کی ہے، جیب کتروں کو خود ان کے ہاتھ پکڑوادیں گے۔ یہ مثنوی شریف ہے جو قیامت کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

آنکھیں کہیں گی کہ ہم نے اس طرح حرام اشارہ بازی کی ہے، حسینوں کو دیکھا ہے، حرام نظر ڈالی ہے۔

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

کان بولیں گے کہ ہم نے ساز و موسیقی سُنی ہے، عشقیہ گانے سنے ہیں، غیبتیں سُنی ہیں۔

اور دوسرا گواہ زمین ہے **یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا**[۱۶۲] یعنی جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ تفسیرِ مظہری میں سورۂ زلزال کی تفسیر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ زمین کیا خبریں بیان کرے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کی پیٹھ پر لوگ جو اعمال کر رہے ہیں قیامت کے دن زمین ان کی گواہی دے گی۔ اور تیسرا گواہ نامۂ اعمال ہے **وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ**[۱۶۳] اعمال ناموں میں آج اعمال لکھے جارہے ہیں، قیامت کے دن نامۂ اعمال بانٹے جائیں گے جو زندگی بھر کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

اور چوتھا گواہ **کراماً کاتبین** ہیں، **کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ**

تو یہ چار گواہ ہمارے اعمال پر تیار ہوتے ہیں جو قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ پس جو لوگ گناہ کر چکے اور چار چار گواہ اپنے خلاف خود مقرر کروادیے تو ہماری بگڑی کو بنانے

---

۱۶۲ الزلزال:۴

۱۶۳ التکویر:۱۰

www.khanqah.org

کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نسخہ نازل فرمایا کہ نادم ہو کر کہو: وَاعْفُ عَنَّا[۱۶۴] تو اللہ تعالیٰ چاروں گواہوں کی گواہی کو مٹا دیں گے اور خود اپنے ہاتھ سے مٹائیں گے، فرشتوں سے بھی نہیں مٹوائیں گے تاکہ فرشتے بندوں پر احسان نہ جتائیں کہ تم تو نالائق تھے ہم نے تمہارے گناہوں کو مٹایا ہے، کیا کرم ہے کہ اپنے گناہ گار بندوں کی آبرو بھی اللہ تعالیٰ کو کتنی عزیز ہے کہ فرشتوں کا احسان بھی نہیں رکھا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ گناہوں کی اگر کوئی سزا بھی نہ ہوتی تب بھی ان کے کرم کا تقاضا ہے کہ ہم گناہ چھوڑ دیں۔ جو مالک ایسا کریم، ایسا محسن ہو اس کو ناراض کرنا شرافتِ بندگی کے خلاف ہے۔

اور گناہ سے پیٹ نہیں بھرتا، ایک گناہ کروگے تو دوسرے گناہ کا تقاضا دل میں پیدا ہوگا، دوسرا کروگے تو تیسرے کا تقاضا پیدا ہوگا۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ پہلے پیٹ بھر کر گناہ کرلیں پھر توبہ کریں گے لیکن کان کھول کر سُن لو کہ گناہ سے کبھی پیٹ نہیں بھر سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ جہنم سے پوچھیں گے کہ تیرا پیٹ بھر گیا تو کہے گی: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ[۱۶۵] کچھ اور مال ہے کچھ اور گناہ گار ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم مبارک رکھ دیں گے اور قدم سے مراد تجلّیٔ خاص ہے تو دوزخ کہے گی: قَطْ قَطْ[۱۶۶] بس بس یا اللہ! پیٹ بھر گیا اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ کہے گی قَطْ قَطْ قَطْ[۱۶۷] تو جس طرح دوزخ کا پیٹ نہیں بھرا گناہ گاروں سے اسی طرح نفس کے دوزخ کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھر سکتا چاہے ایک لاکھ گناہ کرلو۔ نفس یہی کہے گا: هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ہے کوئی اور گناہ اور جس طرح دوزخ کو سکون اللہ تعالیٰ کے قدم سے ہوا اسی طرح نفس کو سکون بھی اللہ کے قدم سے یعنی ذکر اللہ سے ہوگا، شہوتِ نفس کی آگ کو صرف اللہ کا نور ہی بجھا سکتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ معافی کا سرکاری مضمون اور معافی نامہ کے سرکاری الفاظ تک نازل فرمارہے ہیں کہ وَاعْفُ عَنَّا کے بعد کہو وَاغْفِرْلَنَا اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں

---

[۱۶۴] البقرة:۲۸۶

[۱۶۵] ق:۳۰

[۱۶۶] صحیح البخاری:۲/۷۱۹،(۴۸۶۱)،باب قوله تعالٰی ''وتقول هل من مزید''،المكتبة المظهرية

[۱۶۷] صحیح البخاری:۲/۷۱۹،(۴۸۶۳)،باب قوله تعالٰی ''وتقول هل من مزید''،المكتبة المظهرية

www.khanqah.org

کو چھپا دیجیے، مخلوق پر ظاہر نہ کیجیے، علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ غَفَرَ یَغْفِرُ معنٰی میں سَتَرَ یَسْتُرُ کے ہے یعنی بِسَتْرِ الْقَبِیْحِ وَاِظْهَارِ الْجَمِیْلِ[۱۶۸] ہماری برائیوں پر ستاری کا پردہ ڈال دیجیے اور نیکیاں ظاہر کر دیجیے۔ مولانا رومی بارگاہِ حق میں عرض کرتے ہیں ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سِرِّ من پیدا مکن

اے اللہ! اس بندہ کو رسوا نہ فرما، اگرچہ میں گناہ گار ہوں، بُرا ہوں لیکن میری برائیوں پر آپ ستاری کا پردہ ڈال دیجیے۔

اس کے بعد وَارْحَمْنَا۔ جس طرح جب بیٹے نے ابا سے معافی مانگ لی اور ابا نے اس کو معاف کر دیا اور اس کی خطائیں بخش دیں تو بیٹا ابا سے اپنا جیب خرچ جاری کرا لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بھی سکھا رہے ہیں کہ اپنے ربا سے تم بھی اپنا جیب خرچ جاری کرا لو اور کہو وَارْحَمْنَا اے ہمارے رب! ہم پر رحم فرمائیے۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اَلرَّحِیْمُ کی تفسیر فرماتے ہیں:

اَلْمُتَفَضِّلُ عَلَیْهِمْ بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِهِمْ لِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ

پس وَارْحَمْنَا کی تفسیر ہوئی۔

اَیْ تَفَضَّلْ عَلَیْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا لِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ[۱۶۹]

سبحان اللہ! کیا فصیح و بلیغ عبارت ہے۔ فن کی جمع فنون اور فنون کی جمع افانین یعنی اے اللہ تعالیٰ! ہم پر طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجیے باوجود اس کے کہ ہم طرح طرح کے عذاب کے مستحق تھے۔

دیکھیے گناہوں کی وجہ سے چوں کہ بندے حالتِ استتار میں تھے، اللہ تعالیٰ سے حجاب میں تھے اس لیے وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا میں ضمیر مستتر استعمال

---

۱۶۸ روح المعانی: ۳/۷۱، البقرۃ (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

۱۶۹ روح المعانی: ۱۱/۴۲، ذُکر تفسیرہ فی سورۃ التوبۃ (۱۱۷)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

ہوئی لیکن اب جب کہ معافی ہوگئی، مغفرت ہوگئی اور رحمتوں کا نزول ہورہا ہے، تمام حجابات اُٹھ گئے، گناہوں کے پردے اُٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اب ہم سے براہِ راست باتیں کرو اور ضمیرِ بارز سے ہمیں پکارو اور کہو: اَنْتَ مَوْلٰنَا ؎

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

اب کہو: اَنْتَ مَوْلٰنَا یعنی آپ ہمارے مولیٰ ہیں ای اَنْتَ سَیِّدُنَا وَمَالِکُنَا وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا[۱] آپ ہمارے آقا ہیں، مالک ہیں اور ہمارے سب کچھ ہیں ایک بزرگ کا شعر ہے ؎

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
اور اور ہے اور کچھ بھی نہیں

اس کے بعد ارشاد فرمایا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور ہم نے آپ کو آخری سہارا سمجھا اور آپ کو راضی کرلیا، مُعافی مانگ لی، مغفرت مانگ لی تو اب آپ ہم پر دُشمنوں کو مُسلّط نہ فرمایئے اور ان پر ہماری مدد فرمایئے۔

محبوبیت کے دو دروازے

ارشاد فرمایا کہ حضرت امام غزالی کے استاد علامہ اسفرائینی نے تیس برس تک دعا کی کہ اے اللہ! مجھے معصوم بنادیجیے کہ کبھی مجھ سے کوئی خطا نہ ہو مگر دعا قبول نہیں ہوئی، کوئی نہ کوئی خطا ہوجاتی تھی۔ ایک دن شبہ ہوا کہ کیا بات ہے اللہ تعالیٰ نے میری تیس برس کی دعا نہیں سنی تو آسمان سے آواز آئی کہ اے اسفرائینی! میری محبوبیت کے دو دروازے ہیں: ایک دروازہ تقویٰ کا ہے دوسرا دروازہ توبہ کا ہے۔ جہاں میں متقین کو محبوب بناتا ہوں تقویٰ کی وجہ سے وہیں تائبین کو بھی محبوب بنالیتا ہوں توبہ کی برکت سے۔ جب میں نے اپنا پیارا بنانے کے دو دروازے رکھے ہیں تو تجھ کو کیا

[۱] روح المعانی: ۳/۱۷، البقرۃ (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

اختیار ہے کہ تو ایک ہی دروازے کو منتخب کرتا ہے اور دوسرے کو نظر انداز کرتا ہے۔ اگر تقویٰ کے دروازے سے نہیں آسکتا تو توبہ کے دروازے سے آجا۔ دونوں دروازے میرے ہیں۔ ممکن ہے تمہارے لیے اسی میں مصلحت ہو کہ گناہ ہو جانے کے بعد تم پر ندامت ہو اور یہی ہمیں محبوب ہو۔ لہٰذا جب خطا ہو جائے تو مجھ کو رو کر منالو۔ کیا تم نے قرآنِ پاک کی یہ آیت نہیں پڑھی:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَہِّرِیۡنَ

اللہ تعالیٰ توابین یعنی توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور متطهرین یعنی بہ تکلف پاکی حاصل کرنے والوں کو بھی محبوب رکھتا ہے اور بابِ تفعل استعمال فرمایا جس میں تکلف کی خاصیت ہے یعنی دل اگر مسلمان نہ ہو، دل میں رام رام ہو تو بہ تکلف کلمہ پڑھتے رہو، بہ تکلف میرے بنتے رہو، بہ تکلف توبہ کرتے رہو کفر سے بھی اور گناہوں سے بھی یعنی اگر تمہارا دل میرا مطیع و فرماں بردار نہ ہو تو بہ تکلف دل کو بھی فرماں بردار رکھو اور جسم کو بھی بہ تکلف فرماں بردار رکھو۔

حافظ عبد الولی صاحب بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ مجازِ صحبت حکیم الامت تھانوی نے حکیم الامت کو خط لکھا کہ حضرت! کل قیامت کے روز معلوم نہیں میرا کیا حال ہوگا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا اور حضرت کی یہ تحریر میں نے خود پڑھی ہے جو حافظ صاحب نے مجھے دکھائی تھی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ! بہت اچھا حال ہوگا، اگر کاملین میں نہیں اُٹھائے گئے تو تائبین میں ضرور اُٹھائے جائیں گے اور یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں سے تعلق کرنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، کاملین میں شمار نہ ہوا تو تائبین میں ضرور ہوگا اور اگر یہ تعلق غیر مفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم نہ دیتے جس کا ترجمہ حکیم الامت مجدد الملت تھانوی نے کیا ہے کہ متقین بندوں میں رہ پڑو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کامل کا ساتھ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اوصاف اس کے ساتھ رہنے والوں میں جذب ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے گا۔ اسی لیے اہل اللہ اپنے شیخ کی صحبت میں رہنے پر زور دیتے ہیں۔ حضرت

مولانا شاہ مسیح اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء مرید ہونے سے کیوں کتراتے ہیں؟ کیوں کہ اس میں نفس کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ اُفّوہ! میں تو بندہ کا بندہ بن جاؤں گا۔ میں بھی ایک بندہ ہوں اور شیخ بھی ایک بندہ ہے تو بندہ کا بندہ اور غلام کا غلام کیوں بنے مگر ان اہلِ نفس کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اسی طریقہ سے ہوتا ہے کہ اس بندہ نے میری وجہ سے ایک بندہ کی غلامی اختیار کی ہے کیوں کہ وہ نیک گمان رکھتا ہے کہ یہ شخص اللہ کا ولی ہے اس لیے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم سمجھ کر غلامی کررہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ سے بہت جلد فائدہ پہنچتا ہے۔ اور بندہ جلد صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔

اثباتِ قیامت کی عجیب تقریر

ارشاد فرمایا کہ ایک کافر عاص بن وائل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک بوسیدہ ہڈی کو مسل کر ہوا میں اُڑا دیا اور کہا کہ اے محمد! کیا اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کرے گا جب کہ گل سڑ کے فنا ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَعَمْ یَبْعَثُ اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذَا ثُمَّ یُمِیْتُکَ ثُمَّ یُحْیِیْکَ
ثُمَّ یُدْخِلُکَ نَارَ جَھَنَّمَ [۱۷۱]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس کو اللہ دوبارہ زندہ کرے گا پھر تجھے موت دے گا پھر تجھے زندہ کرے گا پھر تجھے دوزخ میں داخل کرے گا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جن میں اس کافر کے سوال کا جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ، وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ ؕ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ، قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ

---

۱۷۱ روح المعانی:۲۳/۵۳،یسین،دار إحیاء التراث،بیروت /اتحاف الخیرۃ المھرۃ:۶/۲۶۰،(۵۷۹۸)،کتاب التفسیر،تفسیر سورۃ یٰسین،دار الوطن للنشر

www.khanqah.org

کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئیں ہوں کون زندہ کر دے گا۔ آپ جواب دے دیجیے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (بیان القرآن)

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک عجیب تقریر فرمائی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ انسان کے اجزاء آفاقِ عالم، اقصائے عالم، اکنافِ عالم میں منتشر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو باپ کے نطفہ میں جمع فرمادیا۔ کیسے؟ انسان جو غذائیں کھاتا ہے وہ آفاقِ عالم میں منتشر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس غذا سے کس بندہ کا خمیر تیار ہونا ہے، وہ تمام غذائیں اللہ تعالیٰ باپ کے نطفہ میں جمع کر دیتے ہیں اگر اس کا کوئی ذرہ کشمیر کے سیب میں ہے تو کشمیر سے سیب آئے گا اور اس کا باپ کھائے گا، اگر کوئی ذرّہ آسٹریلیا کے گندم میں ہے تو اللہ تعالیٰ حکومت کو توفیق دے دے گا کہ وہ آسٹریلیا سے گندم منگائے، پھر آٹے کی روٹی سے وہ ذرہ اس کے باپ کے معدہ میں پہنچ جائے گا، اگر اس انسان کا کوئی ذرہ کوئٹہ کی بکریوں میں ہے تو بلوچستان سے وہ بکری آئے گی اور اس کے ماں باپ کھائیں گے، اگر مدینہ منورہ کی کھجوروں میں کوئی ذرہ ہے تو اس کے ماں باپ حج کرنے جائیں گے یا کوئی مدینہ سے وہ کھجور لائے گا اور انہیں کھلائے گا۔ اگر لیبیا کے کیلوں میں اس کا کوئی جز ہے تو وہ کیلا باپ کھائے گا۔ غرض اے انسان! تو اپنی تخلیقِ اول میں سارے عالم میں منتشر تھا۔ تو آسٹریلیا کے گندم میں تھا، تو کشمیر کے سیبوں میں تھا، تو کوئٹہ کی بکریوں میں تھا، تو مدینہ کی کھجوروں میں تھا ہم نے تیرے منتشر ذرات کو سارے عالم سے تیرے باپ کی منی کے قطرہ میں جمع کر دیا جس سے تو پیدا ہوا۔ جس نے پہلی بار تیرے منتشر ذرّات کو جمع کر دیا تو دوسری بار قیامت کے دن تیرے اجزائے منتشرہ کو جمع کرنا کیا مشکل ہے۔ یہ میرے شیخ کی اثباتِ قیامت پر عجیب و غریب تقریر ہے۔

جنّت کا مزہ کون زیادہ پائیں گے

ارشاد فرمایا کہ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار بخاری شریف پڑھاتے ہوئے طلباء سے فرمایا کہ جب جنت کہے گی یا اللہ! میرا پیٹ نہیں بھرا تو اللہ تعالیٰ ایک مخلوق کو پیدا فرمائیں گے اور جنت میں ڈال دیں گے تو ایک طالب علم نے کہا کہ وہ لوگ بڑے مزے میں ہوں گے، نہ نماز نہ روزہ نہ نظر کی حفاظت نہ دل کی حفاظت اور مفت میں جنت۔ کاش! ہم وہی ہوتے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تُو تو بے وقوف ہے۔ ارے! ان کو کیا مزہ آئے گا کہ نہ مشقت اُٹھائی، نہ کوئی غم اُٹھایا نہ عبادت کی، وہیں پیدا ہوئے اور وہیں جنت میں داخل ہوگئے۔ مزہ تو ہم لوگوں کو آئے گا کہ یہاں نظر بچاؤ، وہاں دل بچاؤ، عبادت کرو، نفس سے مغلوب ہوگئے اور کوئی گناہ ہوگیا تو اب سجدے میں پڑے ہوئے رورہے ہیں۔

اے جلیل اشکِ گناہ گار کے اک قطرہ کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سو دانوں پر

یہ سب نعمتیں وہ کہاں سے پائیں گے اور اللہ کے راستے کی مشقتیں کہاں سے اُٹھائیں گے تو وہ مزہ بھی نہیں پائیں گے جو جنت میں ہم خطاکاروں کو نادم گناہ گاروں کو اور اللہ کی راہ میں محنت کرنے والوں کو ملے گا۔ جو جتنی محنت کرتا ہے، جتنی مشقت اٹھاتا ہے اُتنی ہی اس کو نعمت کی قدر ہوتی ہے۔

مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۱/ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ

کبر کا بہترین علاج

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس کے اندر رائی کے دانے کے برابر یعنی ذرّہ برابر بڑائی ہوگی جنت میں جانا تو درکنار جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جب کہ جنت کی خوشبو میلوں جائے گی۔

www.khanqah.org

اب کبر دو طرح پر ہوتا ہے: آدمی اپنے کو یا تو مسلمانوں سے بہتر سمجھے گا یا کافروں سے بہتر سمجھے گا تو حضرت حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جملہ سے دونوں کا علاج ہوجاتا ہے کہ یا اللہ! میں تمام مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل۔ جب یہ سمجھے گا کہ میں تمام مسلمانوں سے خواہ بے نمازی ہو، داڑھی منڈاتا ہو کتنا ہی گناہ گار ہو میں اس سے کمتر ہوں کہ ممکن ہے اس کا کوئی عمل قبول ہوگیا ہو جس کی وجہ سے اس کا سب معاف ہوجائے اور میرا کوئی عمل ناپسندیدہ ہوگیا ہو جس کی وجہ سے میرے سب کیے دھرے پر پانی پھر جائے اور میری پکڑ ہوجائے۔ اسی طرح اگر کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگیا اور خدانخواستہ میرا خاتمہ خراب ہوگیا تو وہ کافر مجھ سے اچھا ہے پس جب یہ سمجھے گا تو اپنی بڑائی کیسے آئے گی۔ اس لیے عقل کا تقاضا ہے کہ جب تک زندہ ہے اور انجام کا علم نہیں تو دوسروں سے خود کو اچھا نہ سمجھے۔ اسی لیے حکیم الامت تھانوی غلبۂ خوف میں فرماتے تھے کہ قیامت کے دن نہ جانے اشرف علی کا کیا حال ہوگا اور آبدیدہ ہوجاتے تھے۔

حکیم الامت کا خود کو مسلمانوں اور کافروں سے کمتر سمجھنے کا یہ جملہ کبر کا بہترین علاج ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک شخص تفسیر پڑھا رہا ہے، بخاری شریف پڑھا رہا ہے، وہ گالی گلوچ بکنے والے قصائی سے یا کسی شرابی کبابی سے خود کو کیسے کمتر سمجھے؟ تو فرمایا: یہ احتمال قائم کرلو کہ ممکن ہے اس گناہ گار کا کوئی عمل قبول ہو جس کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت کے تحت ہو اور میرا یہ بخاری پڑھانا قبول نہ ہو جس کی وجہ سے میں اللہ کے غضب کے تحت ہوں۔ اسی طرح کافروں سے کمتر سمجھنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ احتمال قائم کرلو کہ ممکن ہے اس کا خاتمہ اللہ کے یہاں ایمان پر مقدر ہو اور میرا خاتمہ خدانخواستہ میری کسی شامتِ عمل سے خراب لکھا ہو جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا قصہ ہے کہ ایک ہندو بنیا مرگیا تو مولانا نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہا ہے۔ پوچھا کہ لالہ جی! آپ جنت میں کیسے آگئے؟ تو کہا کہ مرتے وقت میں نے "اَن کہی" پڑھ لی تھی، ہندو کلمہ کو اَن کہی کہتے ہیں یعنی نہ کہنے والی بات۔

www.khanqah.org

دیکھیے حضرت حکیم الامت نے دین کو کیسا سمجھا کہ اپنے کو کمتر سمجھنے کا احتمال قائم کرلو، یقین کرنا فرض نہیں ہے، یہاں احتمال ہی سے کام بن جائے گا اور کبر کا علاج ہوجائے گا۔ اگر یقین کرنا فرض ہوتا تو کتنی مشکل ہوجاتی، یقین کیسے ہوتا کہ میں کمتر ہوں اور احتمال قائم کرنا آسان ہے کہ یہ مسلمان جو گناہ گار نظر آرہا ہے ممکن ہے اس کا کوئی عمل قبول ہو اور یہ اللہ کا پیارا ہو اور میرا کوئی عمل نامقبول ہوگیا ہو جس سے اللہ مجھ سے ناراض ہو۔ اسی طرح کافروں کے متعلق بھی احتمال قائم کرلو کہ ممکن ہے اس کا خاتمہ اچھا ہوجائے اور ممکن ہے کہ خدانخواستہ میرا خاتمہ خراب ہوجائے۔ اس احتمال کے ہوتے ہوئے دل میں کیسے بڑائی آئے گی اس لیے حضرت حکیم الامت کا یہ جملہ صبح و شام کے معمولات میں داخل کرلو دماغ سے ان شاءاللہ! کبر نکل جائے گا اور دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل و دماغ سے تکبر نکال دیں۔

صبح ساڑھے نو بج رہے تھے اور آزاد ول سے لنیشیا روانگی کا وقت ہو رہا تھا۔ حضرتِ والا نے میزبان سے فرمایا کہ آپ کے مکان میں بہت آرام ملا۔ اگر موقع ہوتا تو میں آپ کی بات کو نہ ٹالتا اور رُک جاتا مگر مفتی حسین بھیات نے پہلے ہی وعدہ لے لیا ہے۔ بہر حال شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہِ تست

تانہ پنداری کہ تنہا می روی

یہ سعدی شیرازی ہیں جو تصوف کے بہت بڑے امام ہیں، فرماتے ہیں کہ مرا دل اور آنکھیں تمہارے ساتھ ہیں تاکہ یہ نہ سمجھو کہ تم لوگ تنہا ہو۔ میں تو اپنے دوستوں کو خود چاہتا ہوں۔ اگر دوستوں کی ملاقات عزیز نہ ہوتی تو میرا سب سے پہلا سفر بنگلہ دیش کا نہ ہوتا جہاں کا افلاس اور غریبی مشہور ہے۔ بیس مرتبہ وہاں گیا پھر اس کے بعد آپ کے یہاں سلسلہ ہوا۔ وہاں اب بھی بُلایا جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنی رحمت سے مجھ کو بھی تمام رذائل سے محفوظ فرمائے اور آپ لوگوں کو بھی محفوظ فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ والا متقی بنادے اور کوتاہیوں کو معاف فرمادے۔

خَیْرُ الرّٰحِمِیْن کے معنیٰ

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ دیکھو سب سے بڑے پیارے نے یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے کو یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب سے بڑا پیارا وظیفہ دیا رَبِّ اغْفِرْ الخ بس مغفرت اور رحمت مانگو، اسی سے نجات ہوگی، قابلیت کام نہیں دے گی، قابلیت میں تو فی نکل سکتا ہے کہ فِیْہِ نَظَرٌ لیکن رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ میں کوئی فِیْہِ نَظَرٌ نہیں ہے کیوں کہ اس میں قصور کا اعتراف ہے کہ یا اللہ! ہم قصوروار ہیں، خطاکار ہیں بس ہمیں بخش دیجیے اور اللہ تعالیٰ خیر الرّاحمین ہیں اور خیر الراحمین کے کیا معنیٰ ہیں؟ کیوں کہ دنیا میں جتنے رحم کرنے والے ہیں حادث اور فانی ہیں، اللہ تعالیٰ قدیم ہیں، واجب الوجود ہیں تو قدیم کا مقابلہ حادث کیسے کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدیم ذات کی رحمت غیر محدود ہے اور اُن فانی اور حادث رحم کرنے والوں کی رحمت محدود ہے چاہے ماں باپ ہوں یا اور کوئی ہو سب کی محبت و رحمت محدود ہے تو محدود محبت غیر محدود محبت، غیر محدود مغفرت و رحمت کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے۔

حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب امریکی جو سیالکوٹ سے تعلق رکھتے ہیں اور مظہر محمود جو لاہور سے تعلق رکھتے ہیں ان دونوں کے لیے فرمایا کہ دو بندے مستقل میری خدمت میں ہیں۔ ایک امریکی ہے جو امریکا سے آئے ہیں اور ایک لاہوری ہیں، دونوں پنجابی ہیں۔ میری خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ پنجاب کو منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ان کو جزائے خیر دے، ہم کیا جزاء دے سکتے ہیں، اس لیے اسلام نے سکھایا کہ یہ مت کہو کہ میں اس کی جزا دوں گا بلکہ کہو جزاك الله یعنی اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزاء دے کہ وہ اپنی شان کے مطابق دے گا، بندہ کیا جزاء دے سکتا ہے اسلام کی کتنی بڑی خوبی ہے کہ ہر بات میں اللہ کو یاد کرو، ان کا نام لینے کو بہانہ چاہیے۔

ان کے ملنے کا بہانہ چاہیے
نام لینے کا بہانہ چاہیے

بعض ارشادات بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب (لینیشیا)

مثنوی کے دو اشعار کی تشریح

حضرت والا نے مولانا رومی کا یہ شعر پڑھا ؎

اولیاء را در دروں ہا نغمہ ہاست

طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست

اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کے سینوں میں کچھ نغمات ہیں، طبلہ قوالی وغیرہ نہیں، حلال اور جائز نغمے، اللہ کی محبت کے درد میں ڈوبے ہوئے نغمے جن سے اللہ کے طالبوں کو حیاتِ بے بہا ملتی ہے چاہے اولیاء اللہ خاموش رہیں، وہ کچھ نہ بولیں لیکن ان کے دل میں بہت سے حلال نغمے چُھپے ہوئے ہیں جو الفاظ کے بھی محتاج نہیں، جن سے مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے ؎

خامش اند و نعرۂ تکرارِ شاں

می رود تا یار و تختِ یارِ شاں

یعنی اولیاء اللہ خاموش ہیں لیکن اندر اندر عشق کے نعرے لگ رہے ہیں۔ اہل اللہ کے سینوں میں اللہ کی محبت کے ایسے نالہائے درد ہیں جو عرشِ اعظم سے گزر کر صاحبِ عرشِ اعظم تک پہنچتے ہیں۔

ناقلِ ملفوظات اور عاملِ ملفوظات کا فرق

ارشاد فرمایا کہ ان اشعار کو یاد کرلو لیکن یہ سمجھو کہ اشعار تو یاد کرلیے مگر حقیقت سے ہم ابھی ناشناس ہیں جیسے میر صاحب سے کوئی کہے کہ شادی میں یہ مزہ آتا ہے تو شادی ان کی ہوئی نہیں۔ یہ شادی کی لُغت سے تو واقف ہیں مگر حقیقت کی لذت سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح جن کو اللہ کا قُرب حاصل نہیں وہ یہی سمجھے کہ ہم صرف اللہ والوں کی باتیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کے باطن کو جو مزہ حاصل ہے اس کی ہمیں خبر نہیں، اللہ ہمیں ان کا باطن بھی عطا فرمائے جو اللہ کے قُرب کی دولت سے

www.khanqah.org

مشرف ہے جیسے ایک عورت نے دوسری سے پوچھا کہ اے بہن! تیری شادی ہوگئی، تجھے کیا مزہ ملا؟ تو وہ کہنے لگی کہ وہ مزہ ملا جو بتا نہیں سکتی۔ جب تیری شادی ہو جائے گی تو تجھے خود معلوم ہو جائے گا کہ شادی میں کیا مزہ ہے۔ جیسے کتاب پڑھ کر کوئی شادی کا مزہ بیان کرنے لگے اور شادی نہ ہوئی ہو۔ یہی حال ان صوفیوں کا ہے جو بزرگوں کے الفاظ رٹے ہوئے ہیں، ناقلِ ملفوظات ہیں لیکن ان کے قرب کے مقامات کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی اس لیے ملفوظات کے جمع کرنے پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔ ہماری مثال اس باورچی کی سی ہے جو دوسروں کو سوپ (Soup) پلائے اور خود محروم رہے۔ ہم لوگ ملفوظات جمع کرنے سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ولی اللہ ہوگئے حالاں کہ خاک ولی اللہ نہیں ہوئے۔ اپنے کو یہی سمجھو کہ ہم بزرگوں کی باتیں نقل کرتے ہیں مگر جو قُرب ان کی روح کو عطا ہے اس کی ہم کو ہوا بھی نہیں لگی۔ اگر وہ قرب عطا ہو جائے گا تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ، اللہ ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، وہ گناہوں سے پناہ مانگتا ہے اور ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے گناہ نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں یہ علامت ہے کہ اس کو قرب کی ہوا لگ گئی اور گناہ تو کیا جب تک گناہ کی حسرت ہے کہ کاش! یہ جائز ہوتا تو ہم کرلیتے تو یہ علامت ہے کہ یہ شخص ابھی اللہ سے بہت دور ہے۔ گناہ بھی حرام ہے اور گناہ کی حسرت اور تمنا بھی حرام ہے۔ بس اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں گناہ کرنے سے بھی بچا اور اس کی حسرت سے بھی بچا۔ چہرہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں گناہ کی حسرت ہے اور جس کے دل میں حسرت بھی فنا ہو جائے اس کا چہرہ بتا دیتا ہے کہ اس کا دل پاک ہو چکا ہے۔

فنائیتِ حُسن کا مراقبہ کب مفید ہے؟

ارشاد فرمایا کہ یہ سوچو کہ سب لڑکیاں اسّی برس کی بڈھیاں ہو گئیں اور بڈھیاں بے دام بُلا رہی ہیں کہ آؤ ہم کو مفت میں Use کرو تو اس وقت یہی کہو گے کہ مائی! بس معاف کرو، اپنا مال اپنے پاس رکھو، اسی طرح جتنے حسین لڑکے ہیں سوچو کہ سب اسّی برس کے بڈھے ہوگئے اور بلا رہے ہیں کہ آؤ ہمارے تربوز کو یوز (Use) کرو

www.khanqah.org

تو اس وقت پناہ مانگو گے کہ بابا! بس معاف کرو، اپنا تربوز اپنے پاس رکھو، تمہارا تربوز قابلِ یوز (Use) نہیں، لیکن اس وقت پناہ مانگنا کیا کمال ہے۔ کمال تو اس وقت ہے جب عالمِ شباب میں کوئی سولہ سال کی لڑکی بلائے کہ آؤ آؤ میں بہت اچھی ہوں یا کوئی حسین لڑکا بزبانِ حال کہے کہ مجھے دیکھو میں بہت حسین ہوں تو اس وقت وہاں سے بھاگو اور ان سے پناہ مانگو کہ تم لوگ میرے اللہ کے راستہ کے حجاب ہو۔ اس سے نظر بچا کر پھر مراقبہ کرو تو یہ مراقبہ مفید ہوگا۔ اگر نظر نہ بچائی تو کوئی مراقبہ مفید نہیں ہو سکتا کیوں کہ نظر سے لعنت برستی ہے اور ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے اس لیے پہلے نظر بچاؤ پھر سوچو کہ لڑکیاں اسّی برس کی بڈھیاں ہو گئیں اور لڑکے اسّی برس کے بڈھے ہو گئے اور پھر لاشیں ہو گئیں جن میں کیڑے چل رہے ہیں۔

گیا حُسنِ خوبانِ دل خواہ کا
ہمیشہ رہے نام اللہ کا

مورخہ ۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۱؍مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ بعد عشاء

مجلس بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، لینیشیا

اچھے اشعار کی منصوص حکمت

حضرتِ والا دام ظلہم العالی نے مولانا رفیق ہتھورانی سے اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا۔ انہوں حضرتِ والا کی یہ غزل پڑھی۔

دو جہاں کا مزہ اس کو حاصل نہیں
آہ جو دل ترے غم کا حامل نہیں

ارشاد فرمایا کہ وعظ کبھی منثور کہتا ہوں کبھی منظوم کہتا ہوں یعنی کبھی نثر میں کہتا ہوں کبھی نظم میں۔ یہ میرا منظوم وعظ ہے جس میں میرے جگر کا خون شامل ہے۔ شعر ایسے ہی نہیں بنتے۔ دنیادار تو لفاظی سے شعر بنادے گا لیکن میری شاعری میں میرا دردِ دل

www.khanqah.org

اور خونِ جگر شامل ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شعر و شاعری کوئی چیز ہے، بعض نادان اس کو جائز نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ۲۳ صحابہ رضی اللہ عنہم شاعر تھے۔ خود مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اشعار ہی کی مجلس ہوتی تھی۔ اہلِ دل اور اہلِ دردِ محبت کے اشعار بہت اثر کرتے ہیں۔ چار چار گھنٹے کے وعظ میں جو اثر ہوتا ہے بعض دفعہ وہ ایک شعر میں ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً[۲۷] بعض شعر حکمت انگیز ہوتے ہیں۔

اللہ کی یاد میں رونے کی تمنا

مولانا رفیق صاحب حضرتِ والا کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ جب یہ شعر پڑھا۔

یوں بیانِ محبت زباں پر تو ہے
اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے

تو فرمایا کہ آنسو کے دریا پر مولانا رومی کا شعر یاد آگیا جو آٹھ سو برس پہلے کے بزرگ ہیں۔ میرے مرشد مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مولانا روم بہت پیارے آدمی ہیں۔ اللہ کے پیارے سے پیار سیکھو۔ فرماتے ہیں۔

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے

اے کاش! میرے آنسو دریا ہو جاتے تاکہ میں اپنے محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہ پر آنسوؤں کے دریا کا دریا قربان کر دیتا۔ عاشقوں کو ایک دو آنسو رونے سے تسلی نہیں ہوتی۔ یہ مولانا روم ہیں، عاشقوں کے امام ہیں، ہمیں عشق و محبت سکھا رہے ہیں کہ دو قطرے آنسو گرا کر کیا مزہ پاؤ گے۔ ارے! تمنا کرو کہ یہ آنسو دریا ہو جائیں تو میں اپنے مالک پر، اپنے مولیٰ پر قربان کر دوں۔ کیا تمنا اور کیا محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عشق و محبت سے کچھ حصہ ہم کو بھی اور ہمارے دوستوں کو بھی عطا کر دے۔

---

[۲۷] صحیح البخاری:۲/۹۰۷-۹۰۸،(۶۱۴۵)،باب ما یجوز من الشعر والرجز،المکتبۃ المظھریۃ

www.khanqah.org

لذتِ غم کیا ہے؟

پھر مولانا رفیق ہتھورانی صاحب نے حضرتِ والا کے دوسرے اشعار پڑھے اور جب یہ شعر پڑھا ؎

ساری دنیا کے مزے فانی ملے
غیر فانی مجھ کو تیرا غم ملا

تو فرمایا کہ غم سے مراد کوئی مصیبت نہیں ہے، الحمدللہ! میں ہمیشہ سے آرام سے ہوں، غم سے مراد اللہ کے راستے کا غم، حسینوں سے نظر بچانے کا غم، اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں سے بچنے کا غم، یہ وہ غم ہے جس کا مزہ غیر فانی ہے ورنہ اللہ کے راستے میں غم کہاں خوشی ہی خوشی ہے، صرف گناہ چھوڑنے کا غم ہوتا ہے اور وہ بھی ذرا سی دیر کا ہوتا ہے۔ بس جو یہ ذرا سی دیر کا غم اُٹھالیتا ہے اس کے دل کو اللہ وہ مٹھاس، وہ حلاوت عطا فرماتا ہے۔ جس کے سامنے دنیا کی کوئی لذت نہیں آسکتی۔ اس لیے کیسا ہی حسین ہو اس سے نظر بچا کر غم اُٹھاؤ، جب ہوائی جہاز پر سفر کرو تو ایئر ہوسٹس کو نہ دیکھو، نہ اس کی پنڈلی دیکھو جو کھلی ہوتی ہے، اگر پنڈلی دیکھو گے تو تمہارا پنڈ نہیں چھوڑے گی، بس دل کو مار لو، صبر کرو اسی صبر سے اللہ ملتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اس لیے گناہ چھوڑنے کا جو غم اُٹھالے گا وہ خدا کو پالے گا اور جو گناہ چھوڑنے کا غم نہیں اُٹھائے گا وہ کبھی خدا کو نہیں پائے گا چاہے کتنی ہی تہجد پڑھ لے، کتنی ہی عبادت کرلے، کتنی ہی تلاوت کرلے، کتنا ہی شمسِ بازغہ اور صدرا پڑھ لے اس کو خدا نہیں مل سکتا۔ خدا اس کو ملتا ہے جو گناہ چھوڑنے کا غم اُٹھاتا ہے اور گناہ چھوڑنے میں سب سے زیادہ غم نظر بچانے میں ہے، اس غم میں سب مبتلا ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ، کوئی پیاری شکل سامنے آجائے، اس وقت نظر کو بچالو، دل پر غم جھیلو، خدا کو پاجاؤ گے اور اگر دیکھ لو گے تو لعنت میں آجاؤ گے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۱۳] اور لعنت رحمت کی ضد ہے، رحمت اور لعنت جمع نہیں ہوسکتی، اجتماعِ ضدین محال ہے اور اللہ تعالیٰ

۱۳؎ کنز العمال:۷/۳۳۸،(۱۹۱۶۲)،فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ،مؤسسۃ الرسالۃ

نے فرمایا: نفسِ امارہ سے کوئی بچ نہیں سکتا لیکن جس پر اللہ کی رحمت ہو، جب اللہ کی رحمت ہوگی تو بے شک نفس آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن رحمت اُسی کو ملتی ہے جو لعنتی عمل سے بچے۔ اس لیے بد نظری نہ کرو، جو اللہ کے خاص بندے ہیں وہی اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اللہ سے دور ہیں وہی حسینوں پر مرتے ہیں کہ آہ! کیا پیاری شکل ہے، ایسی موہنی شکل تو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ یہ کون لوگ ہیں؟ عقل کے اندھے اور اُلّو ہیں جو پاخانے پر لگے ہوئے چاندی کے ورق پر عاشق ہورہے ہیں اور پاخانے سے صرفِ نظر کررہے ہیں۔ ابھی وہ حسین منہ پر ہگ دے تو عشق کا بھوت اُتر جائے گا۔ عشقِ مجازی عذابِ الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ حُسنِ مجازی پر عاشق ہونا گُو مُوت پر عاشق ہونا ہے۔ ان حسینوں کے پاس گُو موت کے علاوہ اور کیا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

آگے سے موت پیچھے سے گُو
اے میرؔ جلدی سے کر آخ تھو

کتنے بڑے سے بڑا حسین ہو آگے سے مُوت ہی نکالے گا، عرقِ گلاب نہیں نکالے گا اور پیچھے سے گُو ہی نکلے گا زعفران نہیں ہگے گا۔ اگر یہ عرقِ گلاب مُوتتے اور زعفران ہگتے تو جتنے فقیر ہیں حسینوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے کاسہ لے کر دوڑتے کہ گھر میں آٹا دال نہیں ہے، بچے بھوکے مررہے ہیں زعفران کا ذرا سا لینڈ نکال دیجیے، میرے بچوں کی پرورش ہو جائے گی، آہ کیا دھوکا ہے، کتنا ہی حسین ہو آگے سے مُوت ہی ملے گا اور پیچھے سے گُو ہی نکلے گا۔ کہاں ایمان ضایع کرتے ہو۔ آخر ایک دن اللہ کو منہ دکھانا ہے۔

قصہ بازِ شاہی اور اُلّوستان

ارشاد فرمایا کہ جو مومن اپنی ناجائز آرزوؤں کا خون پیے گا اور تقویٰ سے رہے گا اس کا ایمان بہت شاندار ہوگا اور اس کا بیان بہت جاندار اور مزے دار ہوگا، خوب سمجھ لو کہ آرزو کا خون پینا ہی راہِ تقویٰ کی جان ہے جس نے اپنی حرام آرزو کا خون نہیں کیا وہ کیا جانے کہ تقویٰ کیا چیز ہے۔ جو حسینوں کو دیکھتا رہتا ہے وہ الّو ہے اور اُلّوستان کا رہنے والا ہے۔ اُلّوستان مولانا رومی کی اصطلاح ہے جس کے معنیٰ ہیں

اُلّوؤں کے رہنے کی جگہ۔ مولانا رومی نے اس پر ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک باز شاہی بادشاہ کے دربار سے اُڑ کر غلطی سے اُلّوستان پہنچ گیا۔ سارے اُلّوؤں نے کہا کہ یہ تو ہم جیسا نہیں ہے، یہ تو کچھ اور قسم کی چڑیا ہے۔ یہ ہمارے یہاں کیوں آئی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے ویرانے پر قبضہ کرلے۔ باز نے کہا۔

من نخواہم بود ایں جامی روم
سوئے شاہنشاہ راجع می شوم

میں تمہارے یہاں ہرگز نہ رہوں گا، میں تو اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤں گا۔

ایں خراب آباد در چشمِ شماست
ورنہ ما را ساعدِ شہ خوب جاست

یہ خراب آباد، یہ ویرانہ اے اُلّو! تمہیں مبارک ہو، میرا ٹھکانہ تو بادشاہ کی کلائی ہے۔ لیکن اُلّوؤں نے کہا کہ یہ باز مکر کررہا ہے اور ہمارے ویرانے پر قبضہ کرنے کا چکر چلارہا ہے لہٰذا اس کو مارو، کاٹو، احتجاج کرو اور اس کا گھیراؤ کرو، تب بازِ شاہی نے کہا۔

بازم و در من شود حیراں ہما
چغد کہ بود تا بداند سرّ ما

میں باز شاہی ہوں، مجھ پر تو ہما بھی رشک کرتا ہے، اُلّوؤں کی کیا حقیقت ہے جو میری قدر پہچان سکیں۔ میرا بادشاہ میری فکر میں ہے اور مجھے تلاش کررہا ہے۔

در دلِ سُلطاں خیالِ من مقیم
بے خیالِ من دلِ سُلطاں سقیم

میرا خیال ہر وقت بادشاہ کے دل میں ہے اور میرا شاہ ایک لمحہ کو مجھ سے غافل نہیں اس لیے اے اُلّوؤ! کان کھول کر سُن لو۔

گُفت باز ار یک پرِ من بشکند
بیخِ چغدستاں شہنشہ بر کند

www.khanqah.org

کہ اگر تم نے میرا ایک پر بھی اُکھاڑ دیا تو یاد رکھو میرا شاہ تمہارے اُلّوستان کو جڑ ہی سے تباہ کرادے گا اور جنگل کا جنگل جلا کر خاک کرادے گا۔

اس طرح وہ باز اُلّوؤں سے جان بچا کر بھاگا۔ پس اگر کبھی حسینوں میں پھنس جاؤ تو وہاں سے بھاگو اور کہہ دو کہ میں تو بازِ شاہی ہوں، میرا مقام تو اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، میں تمہارے قریب ایک لمحہ کو نہیں رہنا چاہتا کیوں کہ تمہاری خاک تو بدلتی رہتی ہے، آج کچھ ہو کل کچھ اور ہوگے، آج حسین ہو کل غیر حسین ہوگے، آج سولہ برس کی ہو کل اسّی برس کی بڑھیا ہو کر جب آؤ گی تو تم کو دیکھ کرتے آئے گی جب کمر جھکی ہوئی ساڑھے گیارہ نمبر کا چشمہ لگا کر کوئی بڑھیا کہے کہ بھیا! ذرا راستہ پار کرادے، میرا ہاتھ پکڑ لے تو کہو گے کہ ہاتھ پکڑنا تو بڑھیا کا بھی جائز نہیں۔ اس وقت تقویٰ کا بہت اعلیٰ مقام دکھاؤ گے۔ ارے تقویٰ کا اعلیٰ مقام جب ہے جب جوانی ہو، تمہاری بھی جوانی ہو اور اس کی بھی جوانی ہو، پھر اس سے نگاہ بچاؤ تو کمال ہے ورنہ بڑھیا کا ہاتھ نہ پکڑنا تو آسان ہے۔ بات تو جب ہے کہ جوان ہو پھر اس سے بچو۔ اس وقت اگر اللہ کا فضل نہ ہو تو اچھے اچھے پھسل جاتے ہیں جیسے ایک بار شیطان نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ میں شیطان ہوں مجھ سے ذرا ہوشیار رہنا۔ مولوی صاحب کسی اللہ والے کے صحبت یافتہ نہیں تھے، دعویٰ کر بیٹھے کہ میں مولوی ہوں تو میرا کیا بگاڑے گا، ایک لاحول پڑھوں گا تجھے بھاگنے کو راستہ نہیں ملے گا۔ شیطان نے کہا کہ مولوی صاحب! ایسی پٹخنی دوں گا کہ تم لاحول پڑھنا ہی بھول جاؤ گے۔ مولوی صاحب روزانہ دریا پار کر کے شہر جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب دریا میں طوفان تھا تو دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک خوبصورت لڑکی کھڑی ہوئی رو رہی ہے۔ مولوی صاحب کا دل نرم ہو گیا کہ پتا نہیں بے چاری کس مصیبت میں ہے۔ پوچھا کہ بی بی! کیا بات ہے، کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگی: دریا میں طوفان ہے میں کیسے دریا پار کروں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کون سا مشکل کام ہے، میں پار کرادوں گا، میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ، چناں چہ اُسے کندھے پر بیٹھا لیا، اس کی دونوں ٹانگیں سینہ پر آگئیں اور گردن کو اس کے خاص مقام سے رگڑ کر دل دل میں مزے لینے لگے۔ جب بیچ دریا میں پہنچے تو لڑکی نے اپنی ٹانگ اتنی بڑی کرلی کہ دریا کے کنارے پر پہنچ رہی تھی،

www.khanqah.org

مولوی صاحب ڈر گئے اور جلدی سے اُسے کندھے سے پھینک دیا اور مارے ڈر کے تیرنا بھی بھول گئے اور پانی میں ڈبکیاں کھانے لگے تو شیطان نے قہقہہ مارا اور کہا: مولانا صاحب! کہاں گیا تمہارا لاحول۔ میں نہ کہتا تھا کہ ایسا پٹخوں گا کہ سب بھول جاؤ گے۔

بوڑھوں کو حسینوں سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے

غرض جوان ہو یا بوڑھا حسینوں سے بچو بلکہ بوڑھے تو اور زیادہ بچیں کیوں کہ جب کار پرانی ہو جاتی ہے تو بریک بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور بریک لگانے پر بھی ایک فٹ آگے بڑھ جاتی ہے، پھر رُکتی ہے، بُوڑھوں کی قوتِ ضبط بھی کمزور ہو جاتی ہے اس لیے ان کو زیادہ احتیاط کرنی چاہیے کیوں کہ جب داڑھی سفید ہو گئی تو سوائے دیکھنے، للچانے، دل کو تڑپانے اور کلپانے کے کچھ نہیں ملے گا۔ اگر وہ کہے بھی کہ بڑے میاں! کیوں للچا رہے ہو، مجھ کو یوز (Use) کر لو تو شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ کیا کریں اب دم ہی نہیں رہا، چوہا اتنا کمزور ہو گیا کہ اب بل میں نہیں جا سکتا۔ لیکن یاد رکھو کہ نفس کبھی بڈھا نہیں ہوتا۔ جتنی طاقت ہو گی اتنی بدمعاشی کر لے گا، اگر دیکھنے کی طاقت ہو گی تو دیکھ کر حرام مزہ اُڑا لے گا اور دیکھنے کی طاقت بھی نہیں رہے گی تو پرانے گناہوں کو یاد کر کے مزہ اینٹھ لے گا۔ نفس پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ میرا شعر ہے؎

دھوکا نہ کھاؤ کسی ریشِ سفید سے
ہے نفس نہاں ریشِ مُسوَّد لیے ہوئے

اوپر سے چاہے داڑھی کتنی ہی سفید ہو لیکن نفس کالی داڑھی لیے ہوئے اندر چُھپا ہوا ہے۔ میں نے پچاس سال پہلے ہندوستان میں ایک بس پر اسّی سال کے بڈھے کو دیکھا جو اگلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا اور منہ بھی پھیلائے ہوئے تھا۔ کنڈیکٹر نے کہا کہ چاچا! ٹکٹ لے لو، چاچا سنتے ہی نہیں۔ پھر کہا چاچا! ٹکٹ لے لو۔ یہاں تک کہ کنڈیکٹر نے بڈھے کا کندھا پکڑ کر جھنجھوڑا کہ ارے چاچا! کہاں دیکھ رہے ہو؟ ٹکٹ لے لو تب چاچا کو ہوش آیا۔

www.khanqah.org

اس لیے خوب سمجھ لو کہ جو بڈھا ہو جائے اس کو بھی بے فکر نہیں ہونا چاہیے اور جوانوں کو بھی بے فکر نہیں ہونا چاہیے، کسی عمر میں بے فکر نہ ہو، جب سے بالغ ہوئے ہو اس وقت سے اللہ تعالیٰ مکلف کرتا ہے اور کب تک؟ مرتے دم تک۔ اس لیے ایک نظر بھی خراب نہ کرو اور جو نظر خراب ہو گئی اس کی اللہ سے معافی مانگ لو کہ اے اللہ! زندگی میں جب بھی اور جہاں بھی میری نگاہیں غلط پڑی ہیں میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اللہ سے توبہ کرلو۔ اگر توبہ ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگ لو کیوں کہ بعض شکلیں توبہ شکن ہوتی ہیں مگر جس پر اللہ کا فضل ہو جائے، یعنی فضلِ رحمٰن ہو جائے تو پھر وہ لعنتی فعل نہیں کرتا۔ یہ میرا شعر ہے ؎

جس پہ ہوتا ہے فضلِ رحمانی
ترک کرتا ہے کارِ شیطانی

دیکھنے سے سوائے لعنت کے کچھ نہیں ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، کیوں اللہ کے رسول کی بد دعا لیتے ہو؟ اللہ کے رسول کی بد دعا سے کبھی چین نہیں پاؤ گے۔ بس اللہ کو دیکھو یعنی اللہ کی مانو، واللہ چین سے رہو گے، اتنا چین سے رہو گے کہ جس کا تصور بادشاہ بھی نہیں کرسکتے۔

چار اعمال

اس لیے چار باتیں پیش کرتا ہوں جن میں دو باتیں تو ماشاء اللہ! یہاں کہنے کی ضرورت نہیں۔ ایک مٹھی داڑھی اور ٹخنوں سے اُونچا پاجامہ تو الحمدللہ سب رکھتے ہیں۔ اب صرف دو پرچے رہ گئے آنکھ اور دل۔ آنکھ بچاؤ اور دل بچاؤ اور اللہ کو پا جاؤ۔ واللہ کہتا ہوں کہ یہ چار اعمال کرلو اگر اللہ کو نہ پاؤ تو کہنا کہ اختر کیا کہتا تھا۔ یہ میرا ساری زندگی کا تجربہ ہے کہ جو ان چار باتوں پر عمل کرلے گا اس کو ان شاء اللہ تعالیٰ! پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ ولی اللہ ہو کر دنیا سے جائے گا۔

ان فانی چیزوں سے آنکھ بچالو اور دل بچالو، ان فانی چیزوں پر ایمان ضایع نہ کرو، جو لڑکی آج سولہ برس کی ہے جب اسّی برس کی بڑھیا ہو گی تو اس سے کہنے جاؤ گے

www.khanqah.org

کہ جوانی میں، میں تم پر فدا تھا؟ ہر گڈّی بڈّھی ہونے والی ہے اور گڈا بڈھا ہونے والا ہے۔ بس مراقبہ کرو کہ ساری دنیا بڈھی ہوگئی، کوئی جوان نہیں اور سوچو کہ ایک لاکھ بڈھیوں کا جلوس جارہا ہے، سب اسّی اسّی برس کی ہیں، سب کی کمریں جُھکی ہوئی ہیں، پستان ایک ایک فٹ لٹکے ہوئے، منہ میں دانت بالکل نہیں اور وہ اشارہ کرکے بُلا بھی رہی ہیں۔ کسی نے کہا کہ دیکھو بڈھیوں کا جلوس جارہا ہے اور وہ مفت میں دعوتِ گناہ دے رہی ہیں تو تم جاؤ گے یا کہو گے کہ بڈھیو! تمہارا ناس جائے تمہیں شرم نہیں آتی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ تمہیں کیوں شرم نہیں آتی جب تم جوان لڑکیوں کو دیکھتے ہو اور اللہ کو ناراض کرتے ہو حالاں کہ ان لڑکیوں کا انجام یہی تو ہونے والا ہے۔

آج سینچر ہے، کل اتوار کو میں کراچی میں واپس جارہا ہوں۔ یہ باتیں سن لو بڑی کام کی ہیں، پھر اس طرح کھول کھول کر سنانے والا شاید ہی آپ کو ملے۔ شاید دعویٰ توڑنے کے لیے لگادیتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تھا؎

کر رہا ہے فاش رازِ حُسن و عشق
پھر ملے گا ایسا دیوانہ کہاں

عورتوں کو ثواب حاصل کرنے کا انوکھا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ عورتیں داڑھی رکھنے اور پاجامہ ٹخنہ سے اوپر رکھنے کا ثواب کیسے حاصل کرسکتی ہیں؟ وہ اپنے شوہر، والد اور بھائیوں کو ترغیب دے کر داڑھی رکھوادیں تو ان کو بھی مفت میں یہ ثواب حاصل ہوجائے گا خصوصاً شوہروں کو ان کی ایک نصیحت اور کسی مولوی کی سو نصیحت برابر ہے۔ بس شوہروں سے اتنا کہہ دیں کہ داڑھی منڈا کر آپ اچھے نہیں لگتے، چھلے ہوئے آلو معلوم ہوتے ہیں تو بیوی کی نگاہوں میں سیلیکٹڈ (Selected) ہونے کے لیے وہ بہت جلد داڑھی رکھ لیں گے۔ اس طرح عورتیں اپنے شوہر، والد اور بھائیوں کو اگر داڑھی رکھوادیں گی اور ان کے پاجامے ٹخنوں سے اوپر کرادیں گی قیامت تک ان کے نامۂ اعمال میں دونوں چیزوں کا ثواب ہمیشہ لکھا جائے گا۔

www.khanqah.org

اللہ والوں کی امتیازی دولت

ارشاد فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بھی دی اور ہم کو بھی دی وہ ہماری امتیازی دولت نہیں ہے کیوں کہ دشمن اور دوست میں جو چیز مشترک ہو وہ دوستوں کی امتیازی دولت کیسے ہو سکتی ہے۔ اللہ والوں کی امتیازی دولت وہ دردِ دل ہے، اللہ کی محبت کا مزہ ہے، گناہوں سے بچنے کے غم کی لذت ہے، حسرتوں کا غم ہے جو کافروں کو نہیں ملا۔ کافروں کو چاہے کتنا ہی مزہ ملے، ایک سے ایک عورتیں ملیں مگر ان کی کھوپڑی پر عذاب برستا ہے۔ ہر گناہ گار کی کھوپڑی ٹٹولو تو گرم ملے گی بلکہ میرا اعلان ہے کہ ہر گناہ گار جس نے ابھی گناہ نہیں کیا لیکن گناہ کی اسکیم بنا رہا ہے۔ اس کا دماغ بھی آگ کی طرح گرم ہو گا۔ آج سے بیس سال پہلے ایک مدرسہ میں ایک غیر ملکی طالب علم کے یہاں ایک لڑکا جس کی داڑھی نہیں تھی اس کے ملک سے آگیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ طالب علم میرے پاس آیا کہ میرا سر گرم ہو رہا ہے، مجھے تیل دے دیں۔ کچھ دن بعد پھر آیا۔ میں نے پوچھا تیل سے سر ٹھنڈا ہو گیا؟ کہنے لگا: سر تو ٹھنڈا نہیں ہوا تیل بھی گرم ہو گیا۔ میں نے کہا: معلوم ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ کہنے لگا: بتائیے۔ میں نے کہا کہ اُس لونڈے کو فوراً ایئرپورٹ پہنچا دو کہ وہ اپنے ملک چلا جائے، تم نے آگ سے دوستی کر رکھی ہے تو دماغ گرم نہ ہو گا؟ جن کے گال انگارے جیسے لال ہیں یہ دراصل عذابِ نار ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دیکھ ان آتشیں رخوں کو نہ دیکھ
ان کی جانب نظر نہ کر زنہار
اور اچانک نظر جو آئیں تو پڑھ
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

یعنی لال گالوں کو دیکھنے سے خواجہ صاحب بچا رہے ہیں کہ ان کو مت دیکھو یہ بھی آگ کی طرح لال ہیں اس لیے ان میں عذاب نار کی خاصیت ہے۔ پس اے میرے رب! ہمیں عذابِ دوزخ سے بچالے۔ غالب نے کہا تھا ؎

www.khanqah.org

آگرے کے شعلہ رُو ہیں آگ رے
بھاگ رے مرزا یہاں سے بھاگ رے

تو میں نے جب اس سے کہا کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہارا دماغ ٹھنڈا ہو جائے تو اس بے داڑھی والے لڑکے کو فوراً نکال دو ورنہ تمہارا دماغ چل جائے گا چناں چہ میرے مشورہ پر عمل کیا اور پھر ہنستا ہوا آیا کہ واقعی اب میرا دماغ بغیر تیل کے ٹھنڈا ہو گیا۔

کامل اطمینان کی ضمانت

ارشاد فرمایا کہ دیکھو میرے دوستو! عزیزو! اور میرے پیارے بزرگو! چین صرف اللہ کی یاد میں ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ گناہوں میں چین ملے گا وہ انٹرنیشنل اُلّو، ڈونکی یعنی گدھا اور مونکی یعنی بندر ہے۔ گناہ میں چین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ [۱۶۷]

اگر تم اطمینان، چین تلاش کرتے ہو تو میری یاد کرو اور بے چینی کا راستہ لینا ہے تو مجھ سے اعراض کرو اور مجھے بھول جاؤ اور گناہوں میں مزہ تلاش کرو پھر دیکھنا تم کتنا بے چین رہتے ہو۔ جن لوگوں نے گناہ کی زندگی گزاری ہے ان سے پوچھ لو کہ حسینوں پر زندگی ضایع کر دی مگر چین نہ پایا۔ چین ملا تو خانقاہوں میں ملا۔ دنیا میں کہیں چین نہیں۔ دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اَلَا خبردار! کان کھول کر سن لو، اَلَا کان کھول کر سن لو، بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ اللہ ہی کے ذکر سے چین ملے گا۔ اگر یہ کہو کہ اللہ کے ذکر سے چین ملے گا تو یہ ترجمہ غلط ہو جائے گا۔ جار مجرور مقدم فرمایا جس سے معنیٰ حصر کے پیدا ہو گئے جس کا ترجمہ ہو گا کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور کیوں کہ ماں کے پیٹ میں دل اللہ نے بنایا ہے، جرمن اور جاپان کی مشینوں نے نہیں بنایا۔ تو جو دل بنانے والا ہے وہی تو دل کا تیل بتا رہا ہے۔ دل بنانے والے سے دل کی غذا

۱۶۷؎ الرعد:۲۸

www.khanqah.org

سن لو اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ تو تم گناہوں میں کہاں چین تلاش کررہے ہو، میری نافرمانی میں کہاں چین تلاش کررہے ہو، تمہارے دلوں کو چین صرف میری یاد سے ملے گا۔ لہٰذا میری یاد میں لگو اور یاد کا فردِ کامل فرماں برداری ہے اور غفلت کا فردِ کامل نافرمانی ہے۔ لہٰذا نافرمانی سے بچو یہ سب سے بڑی یاد ہے، سب سے بڑا ذکر ہے۔ جو شخص نافرمانی کررہا ہے وہ یاد میں کہاں ہے۔ ارے وہ تو یاد کے بالکل خلاف جارہا ہے اور اس زمانے میں عام نافرمانی بد نظری ہے بس اللہ تعالیٰ نظر اور دل بچانے کی توفیق دے دے۔ میری آپ لوگوں سے اور اپنے نفس سے یہی فریاد ہے کہ آنکھ کو بچاؤ اور دل کو بچاؤ۔ کہاں جارہے ہو اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے علاوہ کہیں چین نہیں مل سکتا۔ بس تقویٰ سے رہو۔ تقویٰ سے رہو۔ تقویٰ میں چین کی ضمانت ہے۔ بس آج سے عہد کرلو، آپ بھی عہد کریں ہم بھی عہد کریں کہ ایک لمحہ ایک سانس بھی خدا کی ناراضگی میں نہیں گزاریں گے۔ بس پھر اطمینان ہی اطمینان اور چین ہی چین ہے۔

دنیا کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ دنیا تو آنی جانی چیز ہے۔ جو آج بچہ ہے کچھ دن میں معلوم ہوا کہ بابا بن گیا، کچھ دن میں معلوم ہوا دادا بن گیا۔ ایک دن معلوم ہوگا کہ مرگیا۔ ساری دنیا یہاں سے جانے والی ہے۔ پوری دنیا جو زمین کے اوپر ہے سو برس کے بعد زمین کے نیچے چلی جاتی ہے۔ سو برس میں اوپر کے لوگ زمین میں دفن ہوجائیں گے اور روح اوپر اللہ کے پاس چلی جائے گی۔

بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب، کمرہ میں بعض ارشادات

۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۲؍ مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ

دنیا اور آخرت کی مثال

ارشاد فرمایا کہ بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو ماں کے

www.khanqah.org

پیٹ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے لیکن جب ماں کے پیٹ سے دنیا میں آتا ہے تو تعجب کرتا ہے کہ میں ماں کے پیٹ میں کیسے نو مہینے رہا، ماں کا پیٹ کتنا تنگ تھا اور اس کے مقابلے میں دنیا کتنی چوڑی اور فراخ ہے۔ ایسے ہی جب موت آئے گی تو مومن کہے گا کہ دنیا جیسی تنگ جگہ میں میں کیسے رہا۔ ایک ایک جنتی کو ایک پورا عالم ملے گا جس میں باغات، نہریں اور محل ہوں گے اور حوریں بھی ہوں گی اور سب سے بڑھ کر اللہ کا دیدار ہو گا۔

قانونِ رحمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کوئی ارحم الراحمین نہیں ہے۔ ان کا کوئی کام رحمت سے خالی نہیں۔ آنکھوں کی حفاظت کا جو قانون بنایا ہے اس میں بھی ان کی رحمت ہے کہ میرے بندے آرام سے رہیں، نظر لڑا کر پریشان نہ ہوں، بے چین نہ ہوں کیوں کہ دیکھنے سے مل تو نہیں جاتی بس دل تڑپ کے رہ جاتا ہے مگر عادت بُری بلا ہے، جب پڑ جاتی ہے تو پھر باز بھی نہیں آتے یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔ آکسیجن چڑھائی ہوئی ہے مر رہے ہیں نرس آگئی اور اس کو دیکھ رہے ہیں اسی نافرمانی کی حالت میں موت آگئی۔ اللہ پناہ میں رکھے۔ **اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ**

سلوک کی جان

ارشاد فرمایا کہ سلوک کی جان بس یہی چیز ہے کہ حسینوں سے بچ جاؤ۔ آنکھ بچاؤ، دل بچاؤ اور جسم کو بھی دور رکھو تو اللہ کا راستہ بالکل آسان ہے۔ حسینوں سے بچے تو گو، موت اور پیشاب کے مقامات سے بچے اور ان گندے مقامات سے بچے تو اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ گندے مقامات سے نجات اعلیٰ مقامات کے ملنے کی ضمانت ہے۔ جب پیشاب پاخانے، گو موت کے مقامات سے پاک ہو گئے تو اللہ پاک کو پا گئے اور پاک ہونا شادی پر موقوف نہیں، شادی سے تقویٰ میں آسانی ہو جاتی ہے مگر نفس کی لالچ تھوڑی جاتی ہے۔ شادی کے بعد بھی لوگ بد نظری اور حسینوں کی تاک جھانک میں مبتلا ہیں۔ بیوی بھی گھر میں ہے پر وہ باہر کا مال دیکھ کر للچا رہا ہے اور اپنے گھر کی چیز اچھی نہیں

www.khanqah.org

لگتی۔ گھر کی مرغی دال برابر اور باہر کی دال بھی اس کو مرغی معلوم ہوتی ہے۔ ان حسینوں کے چکر میں کتنے گھر برباد ہوگئے۔ بعض لوگ میرے اس مضمون سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو بس حسینوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ گھبراتے کیا ہو۔ ان حسینوں سے بچنا اللہ تعالیٰ کو پانا ہے اور اللہ کے راستے میں ہر قدم پر راحت اور عزت ہے۔ ان حسینوں کے راستے میں ہر قدم پر پریشانی اور ذلت ہے اور سر پر جوتے پڑتے ہیں۔ ایک شخص کسی لونڈے کے ساتھ بدفعلی کرے اور اس کا باپ دیکھ لے تو باپ کیا اس کی عزت کرے گا؟ جوتے سے سر گنجا کر دے گا اور خود نہ مار سکے گا تو پکڑوائے گا اور برادری والوں سے پٹوائے گا کہ مارو سالے کو جوتوں سے۔ کیوں بھئی! حقیقت ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے عزت سے رہیں، آنکھ کی حفاظت کریں، حسینوں کو نہ دیکھیں، میری یاد میں لگے رہیں، میری یاد ہی میں ان کو چین ملے گا۔ اگر بیوی ہے تو حلال ہے مگر حلال کو بھی ایسا حلال نہ کرو کہ رات دن اسی میں پڑے رہو، پچیس بڑے بڑے علماء ایسے گزرے ہیں جنھوں نے شادی نہیں کی، اللہ کی محبت میں لگے رہے۔ جیسے شیخ محی الدین ابوزکریا نووی، مسلم شریف کی شرح لکھنے والے، دن ان کے بھی گزر گئے، قبروں میں آج عیش کر رہے ہیں۔

مجلس صبح ۱۱ بجے، بر مکان مفتی حسین بھیات صاحب لینیشیا

حدیث شَوْقًا اِلٰی لِقَائِكَ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کا غم ہمیشہ گرم رہتا ہے؟ اس کے علاوہ دنیا کے سارے ہنگامے ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ آج جو بچہ ہے کل دولہا بنا پھر بابا ہو گیا پھر دادا ہو گیا پھر قبر میں لیٹ گیا۔ سب ہنگامے سرد ہو گئے ؎

زیں سبب ہنگامہ ہا شد کُل ھَدَر
باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

بس اللہ تعالیٰ کی محبت کا ہنگامہ ہر وقت گرم تر رہتا ہے، باقی سارے ہنگامے فانی ہیں۔

www.khanqah.org

شادی بیاہ کی خوشیاں منائی جارہی ہیں، پھر بچوں کی پیدائش پر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ آج خوشیاں منائی جارہی ہیں کل کو غمی ہورہی ہے جن کے ہاتھوں سے آؤ بھگت ہورہی تھی ان ہی ہاتھوں سے دفن کررہے ہیں، جس بیوی کے لیے ہر وقت بے چین رہتے تھے اس بیوی کے دانت ٹوٹ گئے اور آنکھوں پر بارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا، کمر جھک گئی تو نازکی اس کمر کی کہاں گئی؟ بس یہی ہے دنیا، یہاں کی ہر چیز فانی ہے۔ اس لیے دنیا دل لگانے کی قابل نہیں۔ ایک وقت ہے کہ بچہ ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، پھر بابا بن جاتا ہے، پھر دادا بن جاتا ہے اور بعض لوگ پر دادا بھی ہوجاتے ہیں جیسے میں اللہ کے فضل سے ہوگیا ہوں لیکن ایک دن اللہ سے ملاقات کرنا ہے اس کے لیے دعا کیجیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ شَوْقًا اِلٰی لِقَآئِکَ[١٧٥]

یا اللہ تعالیٰ! میں آپ سے آپ کی ملاقات کا شوقِ طلب مانگتا ہوں۔ یہ مطلوب نبوت ہے۔ دنیا والے مرتے ہیں تو دیکھتے ہیں ہائے میرا مکان، ہائے میری کار، ہائے میری شاندار مرسیڈیز، ہائے یہ کون لے گا؟ یہ کہاں جائے گی اور اللہ والے کس طرح مرتے ہیں شَوْقًا اِلٰی لِقَآئِکَ اللہ کی ملاقات کی تڑپ لے کر جاتے ہیں، مگر وہ طلب ایسی ہے جو مطلوب بشرط شئ ہے غَیْرَ ضَرَّآءٍ وَّلَا مُضِرَّۃٍ اللہ اپنی ملاقات کا شوق دے مگر وہ ایسا ہو جو مضر نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ شوق میں ہم بیمار ہوجائیں، یا دماغی توازن کھو بیٹھیں۔ ایسا شوق ہو جو ہمارے جسم کو نقصان نہ دے وَلَا فِتْنَۃٍ مُضِلَّۃٍ[١٧٦] اور دوسروں کو بھی نقصان نہ دے یعنی اس سے کوئی فتنہ گمراہی کا نہ پیدا ہو اور فتنہ گمراہی کا کیسے پیدا ہوگا کہ ہائے میرے اللہ ہائے میرے اللہ آپ کہاں ملیں گے اور سب بیوی بچوں اور کاروبار کو چھوڑ کر جنگل کو نکل گئے تو یہ دوسروں کے لیے بھی فتنہ ہے۔ یا غلبۂ شوق میں زیادہ آلودۂ شوق ہوکر کوئی بدعت ایجاد کردی جو شریعت میں جائز نہ ہو، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو مثلاً غلبۂ شوق میں گانے بجانے لگے، عارفانہ اشعار ساز و موسیقی پر پڑھنے لگے

---

١٧٥ مسند أبي یعلی الموصلی: ٣/١٩٥، (١٦٢٤)، مسند عمار بن یاسر، دار الثقافة العربیة

١٧٦ مرقاة المفاتیح: ٥/٤١١، (٢٤٩٧)، کتاب الدعوات، باب جامع الدعوات، دار الکتب العلمیة، بیروت

www.khanqah.org

تو ایسا شوق فتنہ بن گیا، گمراہی کا سبب بن گیا۔ دیکھیے یہ کلامِ نبوت کا اعجاز ہے کہ شوقِ ملاقاتِ الٰہی کو مقید کر دیا کہ ایسا شوق عطا ہو جو ہمارے لیے بھی مضر نہ ہو اور دوسروں کے لیے بھی مضر اور گمراہی کا باعث نہ ہو۔

کم خرچ نکاح کی مثال

دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ آج کل شادی بیاہ میں مسلمان کتنا پیسہ ضایع کر دیتے ہیں حالاں کہ حدیثِ پاک میں ہے:

اَعْظَمُ النِّکَاحِ بَرَکَۃً اَیْسَرُہٗ مَؤُنَۃً[۱۷۷]

برکت والا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ میری شادی بہت سستی ہوئی تھی، صرف دو سو روپے میں ہوئی تھی۔ معمولی سا ایک جوڑا کپڑا دیا اور آپ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ خود اختر نے اپنا نکاح پڑھا کیوں کہ اس گاؤں میں کوئی مولوی نہیں تھا۔ میں نے خود خطبہ پڑھا اور گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا۔ یہاں تک الحمدللہ! اب پر دادا اور پر نانا بن گیا اور بیوی بھی انتقال کر گئی۔ انتقال کے بعد لوگوں نے ان کے بارے میں بہت اچھے خواب دیکھے۔ مفتی حسین بھیات نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر وہ پہنچیں تو دربان نے کہا کہ ان کو جنت میں جانے دو اور وہ جنت میں داخل ہو گئیں۔ جدہ میں ایک عالم کی بیوی نے ان کو جنتی لباس میں دیکھا۔ اور بھی بہت اچھے اچھے خواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کو اللہ اپنی رحمت سے بلند درجات عطا فرمائے گا۔ وہ بہت نیک تھیں۔ جب شادی ہوئی تو انہوں نے کہا: میں جانتی ہوں آپ اپنے پیر حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ پر فدا ہیں لہٰذا آپ جب تک چاہیں ان کی خدمت میں رہیں، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اگر آپ جنگل میں رہیں گے تو میں بھی جنگل میں رہوں گی، آپ کھائیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ کھانا کھالوں گی، اگر آپ فاقہ کریں گے تو میں بھی فاقہ کروں گی، ہم ہر حالت میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ ایسی نیک بیوی ملی کہ بس کیا کہوں۔

---

[۱۷۷] مسند احمد بن حنبل: ۴۱/۵، (۲۴۵۲۹)، مؤسسۃ الرسالۃ

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

اہلِ وفا کون ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ اہلِ وفا صرف اللہ والے ہیں اور دنیا میں کوئی اہلِ وفا نہیں ہے۔ وہ تو اہلِ نفس ہیں، اہلِ ھویٰ ہیں، اپنے نفس کے غلام ہیں، نفس جو کہتا ہے کرلیتے ہیں۔ جو نفس کے غلام ہیں وہ لومڑیانہ مزاج رکھتے ہیں اور اللہ والے شیرانہ مزاج رکھتے ہیں اور شیر ہمیشہ دھارے کے خلاف بہتا ہے۔ دریا اگر اِدھر بہہ رہا ہے تو شیر اُدھر تیرے گا، اس لیے اللہ والے معاشرہ کے بہاؤ پر، نفس کے تقاضوں کے بہاؤ پر نہیں بہتے شیروں کی طرح بہاؤ کے خلاف چلتے ہیں، اللہ کی مرضی پر چلتے ہیں اسی لیے وہ اصلی اہلِ وفا ہیں، باقی سب نقلی ہیں۔ اصل اہلِ وفا وہی ہیں جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کردیں اور اللہ کو راضی رکھیں۔ چاہے ساری دنیا ناراض ہو مگر اہلِ وفا اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔

وفا کیا ہے؟

مثنوی کے ایک قصہ سے سمجھو کہ وفاداری کسے کہتے ہیں۔ شاہ محمود نے وزیروں سے کہا کہ یہ موتی غیر ملکی ہے، نایاب ہے مگر میرے حکم سے اس کو توڑ دو تو ۶۵ وزیروں نے کہا: اَرے یار بادشاہ امتحان لے رہا ہے۔ اس لیے انہوں نے نہیں توڑا اور جس نے نہیں توڑا اس کو بادشاہ نے جوڑا انعام دیا اور گھوڑا بھی دیا۔ ۶۵ وزیروں کو بادشاہ نے انعام دیا۔ پھر اس نے کہا ایاز! تم میرے عاشق باوفا کہلاتے ہو، تم اپنی وفا کا ثبوت پیش کرو۔ اگر وفادار ہو تو اس موتی کو توڑ دو۔ ایاز نے پتھر اُٹھایا اور موتی کو چکنا چور کردیا۔ پھر شاہ محمود نے ایاز سے پوچھا کہ سب وزیروں نے تو یہ موتی نہیں توڑا، تم نے کیوں توڑ دیا؟ ان وزیروں کو وجہ بتاؤ تو اس نے کہا ؎

گُفت ایاز اے مہترانِ نامور

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

اے معزز وزیرو! تم کو وزارت مبارک ہو لیکن یہ بتاؤ کہ شاہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی

زیادہ قیمتی ہے؟اس واقعہ کو بیان کر کے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ یہ حسین زیادہ قیمتی ہیں یااللہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے۔ اب فیصلہ کرلو کہ ان حسینوں کو نظر انداز کرنا چاہیے یااللہ تعالیٰ کے حکم کو؟ ان حسینوں سے نظر بچا کر اپنا دل توڑ دینا چاہیے یااللہ کا حکم توڑنا چاہیے؟ باوفا بندے وہ ہیں جو اللہ کے حکم کو نہیں توڑتے، اپنے نفس کی خواہش کو توڑ دیتے ہیں، وہ کیسا باوفا ہے جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا باوفا ہوں اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے، نفس کی بات مانتا ہے اور اللہ کا قانون توڑ دیتا ہے حالاں کہ اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کی کوئی قیمت نہیں، پوری دنیا پیشاب پاخانہ کا مجموعہ ہے، ساری دنیا مردار ہے، ہر چیز ہلاک اور موت رسیدہ ہونے والی ہے، دنیا میں کوئی چیز نہیں جو باقی رہے۔ بچہ جوان ہوا، جوان بڈھا ہوا اور بڈھا قبر میں گیا۔ یہاں سب مرنے ہی والے ہیں تو مرنے والوں پر کیوں مرتے ہو، اللہ پر مرو تو تم بھی باقی ہو جاؤ گے۔ جو اللہ کا باوفا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے دوستوں کو اور سب کو باوفا بنا دے، جان دے دیں مگر گناہ نہ کریں۔

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان بچانے کے لیے تھوڑی ہے جان تو اللہ پر قربان کرنے کے لیے ہے۔

حضرتِ والا کی ذرّہ نوازی اور اندازِ لطف و کرم

حضرتِ والا نے احقر راقم الحروف، حافظ ضیاء الرحمٰن صاحب اور مظہر محمود صاحب سے فرمایا کہ تم تینوں ایک لائن میں کھڑے ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو آپ نوکر رکھ لیں اور ایک لاکھ رین مہینہ دیں تو ان لوگوں سے پوچھ لیجیے کہ یہ یہاں رہیں گے؟ عرض کیا کہ ایک لاکھ کیا چیز ہے ساری دنیا کی سلطنت دے دیں تب بھی نہیں رہیں گے بلکہ جو دعوت دے گا اس کی بھی خیر نہیں کہ نالائق تو سمجھتا ہے کہ پیسوں کی خاطر میں حضرت کو چھوڑ دوں گا! فرمایا کہ دیکھو ان تینوں نے زندگی کو اللہ کے لیے وقف کر دیا خصوصاً میر صاحب نے تو شادی بھی نہیں کی، بڈھے ہو گئے، کنوارے بڈھے ہیں۔ یہ تین نمونے پیش کر رہا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ رین دکھاؤ اور مولوی کو خرید لو، جھوٹے ہیں وہ۔ اگر اصلی

www.khanqah.org

مولوی ہو گا تو نہیں بِکے گا اور دیکھو جہاں میں جاتا ہوں تینوں ساتھ جاتے ہیں۔ عمرہ میں بھی ساتھ جاتے ہیں، برطانیہ بھی جاتے ہیں، بنگلہ دیش بھی جاتے ہیں اور ساؤتھ افریقہ بھی جاتے ہیں۔ میرے ساتھ میر صاحب کو بھی فرسٹ کلاس کا ٹکٹ دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ میر صاحب سید بھی ہیں اور بڈھے بھی ہو گئے اور بیمار بھی ہیں، اگر بیمار نہ ہوتے تو یہ کسی کو میری خدمت کے لیے موقع نہیں دے سکتے تھے، آگے آگے رہتے لیکن چوں کہ ہمارے بزرگوں نے سیدوں سے خدمت نہیں لی لہٰذا ان کو اب علمی کام میں لگا دیا، یہ میری باتیں نوٹ کرتے ہیں اور اس کو چھپواتے ہیں تو یہ کام صدقۂ جاریہ بن رہا ہے۔ خدمت تو میرے بعد ختم ہو جائے گی اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ قیامت تک جاری ہے۔ میر صاحب سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کام لے رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

بُوڑھی بیوی سے بے تکلف حسنِ سلوک کی ترغیب

ارشاد فرمایا کہ جن پر ہم جان دیتے ہیں اگر لڑکا ہے تو بڈھا ہو جائے گا اور لڑکی ہے تو بڈھی ہو جائے گی اور بڈھے میاں بیوی کی گردن رعشہ سے ہلے گی۔ اگر معانقہ کرنا چاہیں گے تو نہیں کر سکیں گے کیوں کہ ایک کی گردن نفی میں ہل رہی ہو گی تو دوسرے کی اثبات میں۔ بڈھا گردن سے yes yes کر رہا ہو گا اور بڑھیا no no کر رہی ہو گی۔ ایسے میں گردن کیسے ملے گی کیوں کہ بڈھا جب گردن سے yes yes کا اشارہ کرتے ہوئے معانقہ کرنا چاہے گا تو بڈھی کی گردن رعشہ سے no no میں ہل جائے گی اور یوں معانقہ کی کوشش ناکام ہو جائے گی۔ تو ایسی چیزوں سے جن پر ایک دن بڑھاپا آنے والا ہے کیا دل لگانا۔ اگر بیوی ہے تو اس کا حق ادا کرو مگر پرائی عورتوں کو مت دیکھو۔ اللہ تعالیٰ بیویوں کی محبت پر اجر و ثواب دیتا ہے اور پرائی محبت پر لعنت برساتا ہے لہٰذا العنتی نہ بنو رحمتی بنو۔ اگر شادی نہیں ہوئی یا اگر ہوئی تو بیوی مر گئی، دوسری شادی کی کوشش کرتا ہے مگر ناکام ہے بوجہ بڑھاپے کے۔ کسی نے پوچھا تمہاری شادی کیوں نہیں ہوئی؟ تو کہا کہ جوان مجھے پسند نہیں کرتی اور میں بڈھی کو پسند نہیں کرتا۔ غرض ایسوں کے لیے اللہ کافی ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا اللہ

www.khanqah.org

اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے۔ پرائی کو دیکھو مت اور بیویوں سے محبت کرنا تو بہت ہی ثواب ہے۔ خصوصاً جب بُڑھی ہو جائے تو اب بہ تکلف محبت کرو۔ جوانی میں محبت کرنا کمال نہیں کیوں کہ جوانی میں تو طبیعت سے مغلوب ہو کر محبت کرتے ہو اب جب بڈھی ہو گئی اور محبت کے طبعی تقاضے نہیں ہیں اب ایمان کے تقاضے کا امتحان ہے کہ اب محبت کرتے ہو یا نہیں۔ بڈھی بیوی سے اور زیادہ پیار کا اظہار کرو، اب اللہ کے لیے بیوی سے پیار کرو کہ میرا اللہ خوش ہو گا۔ کمال تو اب ہے کہ جب بُڈھا بڑھیا کو دیکھے تو کہے اے میری بڑھیا! شکّر کی پڑیا واہ رے میری گُڑیا!۔ مخلوق سے محبت کرنا نصف عقل ہے، حدیثِ پاک ہے اَلتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصۡفُ الۡعَقۡلِ[۱۷۸] لہٰذا اپنی بیوی سے محبت کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

مجلس بعد عشاء در دارالعلوم زکریا

شب ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ، مطابق ۲۳ مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار

کل آزاد ول سے واپس آنے کے بعد مولانا شبیر صالح جی مہتمم دارالعلوم زکریا نے حضرتِ والا سے درخواست کی تھی کہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کی مجلس دارالعلوم میں کی جائے جس کو حضرتِ والا نے قبول فرمالیا تھا لیکن آج عصر کے وقت حضرتِ والا کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی، شوگر کم ہو گئی تھی، ڈاکٹر عمر کو ڈربن فون کیا گیا۔ انہوں نے آرام کا مشورہ دیا۔ چناں چہ فون پر دارالعلوم اطلاع کر دی گئی کہ حضرتِ والا کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے اس لیے دارالعلوم تشریف نہیں لا سکیں گے۔ مغرب کے بعد الحمد للہ! طبیعت بحال ہو گئی تو حضرت والا نے فرمایا کہ دارالعلوم چلیں گے۔ چناں چہ دوبارہ فون پر مولانا شبیر صالح جی کو اطلاع کر دی گئی اور عشاء کے بعد حضرتِ والا دارالعلوم تشریف لے گئے۔ مولانا رضاء الحق صاحب کا لکھا ہوا منظوم استقبالیہ طلباء نے پڑھا جو قارئینِ کرام کی نشاطِ طبع کے لیے پیش ہے:

[۱۷۸] شعب الایمان للبیہقی: باب فی فضل العقل: مکتبۃ الرشد

www.khanqah.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظم

شیخِ طریقت حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب **حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ** کا دارالعلوم زکریا (افریقہ) کی آمد پر مخطوطہ نظم حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ کو پیش کیا گیا۔

تیرگی مٹ گئی، روشنی آگئی
دردِ فرقت گیا تازگی آگئی

فیض اُبلنے لگا دل اُچھلنے لگا
معرفت چھاگئی اور خوشی آگئی

شیخ اختر یہاں جلوہ افروز ہیں
شکر ہے روح میں زندگی آگئی

خوب فیضان ہے شمع تاباں ہے
کیف و مستی میں خود بے خودی آگئی

رب سے ہے یہ دعا ان کو دے دے شفاء
شکر ہے اب مرض میں کمی آگئی

زندہ سنت ہوئی رسمیں مٹنے لگیں
فیضِ ابرار ہے سادگی آگئی

دیوبند کے اکابر کی شان دیکھ لو
قصرِ فساق میں کپکپی آگئی

کتنے بھٹکے ہوئے لوگ تائب ہوئے
مرغ بسمل بنے بندگی آگئی

www.khanqah.org

نور کا فیض ہے جام لبریز ہے
بحرِ فیضان میں موج بھی آگئی
چشمِ ساقی سے دل میں سکوں آگیا
دل کی دنیا میں بھی چاشنی آگئی
ساقی آیا ہے پھر میکدہ شاد ہے
انجمن سج گئی دِلکشی آگئی
منتظر چشم بر راہِ خُدّام تھے
ہے خدا کا کرم یہ گھڑی آگئی
آئی بادِ صبا رحمتوں کی گھٹا
خوش ہیں اہلِ نظر آگہی آگئی
ہے بزرگوں کی تجھ پر توجہ رضا
اس لیے تجھ کو کچھ شاعری آگئی

فقط والسلام

کتبہ / محمد فاروق عبد اللہ نیپالی عفی عنہ
متخصص فی الفقہ دارالعلوم زکریا
جنوبی افریقہ ۲۳؍ مئی ۲۰۰۴ء

غم کا مارا کسے کہتے ہیں

اس کے بعد حضرتِ والا کے حکم پر حضرت کے خلیفہ مولانا رفیق ہتھورانی صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار پڑھے جس کی تشریح خود حضرتِ والا نے فرمائی، علماء پر گریہ طاری تھا۔ مولانا رفیق صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار کا مطلع پڑھا ؎

لطفِ گلشن بھی دے لطفِ صحرا بھی دے
اس چمن میں کوئی غم کا مارا بھی دے

www.khanqah.org

ارشاد فرمایا کہ ”غم کے مارے“ کے معنیٰ کیا ہیں؟یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے غم کا مارا۔ اللہ والوں کو غم کہاں ہوتا ہے؟ ان کے غم بھی خوشی بن کر ان کے دل میں داخل ہوتے ہیں۔ معدہ میں تو روٹی جاتی ہے اور اہل اللہ کے دل میں غم بھی خوشی بن جاتے ہیں۔ غم سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غم اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غم کے معنیٰ یہ ہیں کہ گناہ چھوڑنے سے جو دل کو غم پہنچتا ہے اللہ والا اس کو خوشی خوشی برداشت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا، اپنے نفس کی حرام خوشیوں کو کچل دیتا ہے اور اللہ کو راضی رکھتا ہے۔ اللہ والوں کو بس یہی خوف رہتا ہے کہ ان سے کوئی غلطی ایسی نہ ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں۔ ان کو کوئی اور غم نہیں ہے۔ اللہ والوں کا غم صرف یہی ہے کہ ہم سے کوئی حرکت، کوئی فعل، کوئی بات ایسی نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو اور اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہو جائیں۔ غم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑنے میں اگر جان بھی چلی جائے تو اس کو گوارا کرلے مگر گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرے۔ یہ ہیں غم کے معنیٰ اور غم کے مارے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نافرمانیاں اور گناہ چپک گئے ہوں، چھوٹتے نہ ہوں، عادت پرانی ہو گئی ہو، گناہوں کا ایسا چسکا لگا ہوا ہو کہ گناہوں کے بغیر اس کا دل بے کیف ہو جاتا ہو وہ گناہ چھوڑ دے اور گناہ چھوڑنے کا غم اٹھالے تو وہ بھی غم کا مارا ہو گا۔ بس غم کے مارے کا یہی مفہوم ہے کہ ہر تکلیف اُٹھالو، دل کو توڑ دو لیکن اللہ کے قانون کو مت توڑو، اللہ کو راضی کرنے میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کو برداشت کرلو۔ گناہ چھوڑنے کے غم کی تکلیف دوزخ کی آگ کی تکلیف سے کم ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے کہ کہاں دوزخ کی تکلیف اور کہاں اس غم کی معمولی سی تکلیف بلکہ اللہ کے راستے کے غم میں بھی ایسا مزہ، ایسا کیف ہے کہ بس کیا کہنا! بے عقلوں اور گدھوں کو اس کی خبر نہیں کہ گناہ چھوڑنے میں کیا کیف اور مزہ ہے۔ اس کی لذت اللہ والوں سے پوچھو اور اللہ والوں کے غلاموں سے پوچھو۔

حدیث مَنْ عَشِقَ فَکَتَمَ کی تشریح

اور اگر کوئی ایسا رومانٹک مزاج ہے کہ اس کو کسی کا عشق لگ گیا۔ التشرف فی

احادیث التصوف میں بھی یہ حدیث ہے، مَنۡ عَشَقَ فَکَتَمَ وَعَفَّ[۱۷۹] جو عاشق ہو گیا اور اپنے عشق کو چھپایا، کسی پر ظاہر نہیں کیا نہ اس معشوق سے زبان سے کہا، نہ ہاتھ سے اشارہ کیا، نہ اس کو خط لکھا کہ میں آپ کے عشق میں بے چین ہوں، اپنے عشق کو دل میں پوشیدہ رکھا وَعَفَّ اور پاک دامن رہا، نہ آنکھوں سے اسے دیکھا، نہ پاؤں سے اس کے پاس چل کر گیا، نہ ہاتھ سے اس کو چھوا، نہ زبان سے اس سے باتیں کیں، نہ کان سے اس کی باتیں سنیں، پوری ہمت سے کام لیا کہ نہ جسم کو اس کے قریب کیا، نہ دل میں اس کا خیال پکایا فَمَاتَ پھر اسی گھٹن اور شدتِ غم سے مر گیا۔ فَھُوَ شَھِیۡدٌ تو وہ شہید ہو گا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلامِ نبوت ہے۔ لہٰذا جو اس حدیثِ پاک کا مصداق ہو گا وہ یقیناً شہید ہے۔ اس میں کتنی بڑی بشارت ہے ان عاشق مزاجوں کے لیے جو باوجود انتہائی عاشقانہ مزاج کے عفیف اور پاک دامن رہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے بسا زندہ شہید معتمد

اے لوگو! بہت سے آدمی زندہ ہیں مگر شہید ہیں کیوں کہ اپنی خواہشات کا خون کر دیا ہے۔ (یہ فرماتے ہوئے حضرتِ والا پر گریہ طاری ہو گیا) بہت سے لوگ زندہ ہیں مگر شہید ہیں، زندہ ہیں مگر شہید ہیں کیوں کہ اللہ کی راہ میں اپنی ناجائز آرزوؤں کا خون پینا سیکھا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت میں جو غم بھی آئے اس کو نعمت سمجھو تا کہ قیامت کے دن کہہ سکو کہ ہم آپ کے راستے میں اتنا غم اُٹھا کے آئے ہیں اور گناہ کے تقاضوں کو روکنے میں چاہے آدھی جان ہو جاؤ چاہے بے جان ہو جاؤ مگر ہمت سے کام لو۔ ہمتِ مرداں مددِ خدا۔ ہمت سے جو کام لیتا ہے وہ بڑے سے بڑا گناہ چھوڑنے کی طاقت پا جاتا ہے۔ ہمت سے کام لو، بزدلی اور ہیجڑا پن مت دکھاؤ، اللہ کے سامنے لومڑیانہ چالیں نہ چلو، اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ (حضرتِ والا نے انتہائی درد سے روتے ہوئے فرمایا کہ) اللہ کے لیے، اللہ کے لیے، اللہ کے لیے گناہوں کے چھوڑنے میں پوری ہمت صَرف کر دو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! گناہوں کو چھوڑنے میں ایسا مزہ آئے گا جو بادشاہوں کو بھی نصیب

۱۷۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۲/۴، (۱۵۴۶)، باب عیادۃ المریض وثواب المرض، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.khanqah.org

نہیں ہوا اور دنیا میں بھی عزت ملے گی لیکن دنیا کی عزت کے لیے گناہوں کو مت چھوڑو اللہ کی رضا کے لیے چھوڑو۔ عزت تو خود کتّی اور خادمہ بن کر آئے گی۔ عزت بھی اللہ والوں کے لیے ہے وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مگر عزت کی نیت مت کرو، رب العزت کی نیت کرو کہ عزت کا رب مل جائے، وہ راضی ہو جائے۔

اور غم سے مراد وہ مشقت بھی ہے جو نیک اعمال کرنے میں ہوتی ہے اور یہ بھی غم ہے جیسے نماز پڑھنے کی مشقت، زکوٰۃ دینے کا غم، حج کی مشقت، روزوں کی مشقت، بعض لوگوں کو رمضان شریف آنے کا بہت غم بلکہ خوف ہوتا ہے جیسے ایک دیہات میں ایک مولوی صاحب گئے اور دیہاتیوں سے کہا کہ دیکھو رمضان شریف آرہے ہیں ایک مہینہ روزہ رکھنا پڑے گا۔ دیہاتیوں نے پوچھا کہ رمضان شریف کدھر سے آتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مغرب کی طرف سے جب چاند نظر آتا ہے۔ ۲۹ تاریخ کو سب دیہاتی لاٹھیاں لے کر گاؤں کے باہر کھڑے ہوگئے۔ مغرب کی طرف سے ایک اونٹ والا آیا تو گاؤں والے لاٹھی لے کر دوڑے اور پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ رمضان علی۔ بس غضب ہو گیا اُس پر لاٹھیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ بے چارہ گھبرا گیا اور اونٹ کو واپس لے کر بھاگا۔ ایک مہینہ کے بعد مولوی صاحب آئے اور پوچھا کہ رمضان شریف میں روزے رکھے تھے؟ دیہاتیوں نے کہا کہ ہم روزہ کیوں رکھتے، رمضان شریف کو تو ہم نے گاؤں میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔

نماز باجماعت کی عاشقانہ حکمت

مجھ کو خلوت میں بھی یاد تیری رہے
اے خدا عاشقوں کا نظارا بھی دے

ارشاد فرمایا کہ اگر تنہائی اور خلوت میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت اور اپنی یاد زیادہ پسند ہوتی تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی۔ ہر آدمی کو کہا جاتا کہ تنہائی میں الگ الگ مصلّے بچھا کر سجدہ میں پڑے رہو لیکن فرمایا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھو وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ علماء نے لکھا کہ اسی آیت سے جماعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

www.khanqah.org

معلوم ہوا کہ تنہائی میں نفلی عبادت تو کرو مگر فرض نماز جماعت سے پڑھو یعنی عاشقوں کے ساتھ رہو، پانچوں وقت عاشقوں کی ملاقات واجب ہے اور جمعہ کے دن اور زیادہ عاشقوں سے ملو کیوں کہ جامع مسجد میں عاشقوں کا اجتماع زیادہ ہو گا اور پھر عید اور بقر عید میں اور زیادہ عاشقوں سے ملو اور حج کرنے جاؤ تو بین الاقوامی عاشقوں کی ایک بہت بڑی تعداد سے ملو۔ عاشقوں کے بغیر عاشق کا جینا محال ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک دنیا میں رہنا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ رہنا ''صادقین'' سے مراد ''متقین'' ہیں۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ صادق اور متقی کلی متساوی ہے یعنی ایک ہی چیز ہے تو سوال یہ ہے کہ جب صادق سے متقی مراد ہے تو پھر متقی کیوں نازل نہیں کیا صادق کیوں نازل کیا؟ تاکہ معلوم ہو کہ صادق فی التقویٰ مراد ہے، جس کا تقویٰ سچا ہو، بناوٹی نہ ہو یعنی جو نفس کی حرام خواہش اور ناجائز مطالبہ کو کچل دیتا ہو اور اللہ کو راضی رکھتا ہو وہ متقی ہے۔ پس جو تقویٰ میں صادق ہے وہی متقی ہے اور جو نفس کا غلام ہے وہ ہرگز متقی نہیں کیوں کہ وہ تقویٰ میں صادق نہیں۔ بس نفس کے غلام نہ بنو بلکہ نفس پر غالب رہو۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک دنیا میں زندہ رکھا ہے تو کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم دیا ہے کہ صادقین کے ساتھ رہ پڑو۔ یہ ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ایک دو دن کے لیے جاکر کسی بزرگ سے مل آنا کافی نہیں بلکہ ان کے ساتھ رہ پڑو۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے اِیۡ خَالِطُوۡهُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ[۱۸۰] یعنی اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اس شیخ کی طرح ہو جاؤ، اس کا تقویٰ تمہارے اندر منتقل ہو جائے، اس کے آنسو تمہارے آنسو ہو جائیں، اس کی آہ تمہاری آہ ہو جائے۔ یہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ایک دو دن کی ملاقات کا نام نہیں ہے، اللہ والوں کے ساتھ مسلسل رابطہ کا نام ہے۔ ان کے ساتھ اتنا رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ خَالِطُوۡهُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ اللہ والوں سے اتنا زیادہ خلط ملط رکھو کہ تم بھی ان ہی جیسے اللہ والے ہو جاؤ۔ یہ خَالِطُوۡا حدیث میں بھی آیا ہے۔

۱۸۰؎ روح المعانی: ۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

"التشرف فی احادیث التصوف" میں حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ سَایِلُوا الْعُلَمَاءَ علماء سے مسئلے پوچھا کرو، ان سے دین کے بارے میں سوال کیا کرو ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے وَجَالِسُوا الْکُبَرَاءَ یعنی جو بڑے بوڑھے ہیں ان کے ساتھ بیٹھا کرو، ان کے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ اور خَالِطُوا الْحُکَمَاءَ[۱۸۱] جو بزرگانِ دین ہیں ان سے خلط ملط رکھو۔ حکماء سے مراد اہل اللہ اور صوفیائے کرام ہیں کہ اصل حکیم وہی ہیں، ان سے خوب گھل مل جاؤ، ان کی خدمت میں رہ پڑو، ان کی معیت اختیار کرو تاکہ ان کے اعمال واخلاق تمہارے اندر آجائیں۔

آنسوؤں کا دریا

یوں بیانِ محبت زباں پر تو ہے
اے خدا مجھ کو آنسو کا دریا بھی دے

ارشاد فرمایا کہ دیکھو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سے کتنا رونا مانگا ہے ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے

اے کاش کہ میرے آنسو دریا ہوجاتے۔ بتایئے کوئی انتہا ہے اللہ تعالیٰ کی یاد میں رونے کی ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے

اے کاش کہ میرے آنسو دریا ہوجاتے ؎

تا نثارِ دلبرِ زیبا شُدے

تاکہ میں ان آنسو کے دریا کو اس محبوبِ حقیقی پر قربان کردیتا۔

علم اور عشق کا امتزاج

اپنے اختر کو دے نعمتِ علم بھی
اور زباں پر محبت کا نعرہ بھی دے

---

۱۸۱ کنز العمال: ۹/۷ (۲۴۶۶۱) باب فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

www.khanqah.org

ارشاد فرمایا کہ دیکھو دو باتیں ہیں: ایک علم دوسری محبت۔ بعض میں علم کی فراوانی ہے مگر محبت کا نعرہ نہیں ہے، محبت کے نعروں سے وہ محروم ہے علم اس کی خالی زبان پر ہے اور ایک وہ اللہ والے ہیں کہ علم بھی خوب ہے مگر محبت کا نعرہ بھی رکھتے ہیں۔ میرے شیخِ اول حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ محبت کا نعرہ لگاتے تھے ''یاربی! معاف کردیجیے'' اکیلے ہوتے تھے، کوئی نہیں ہوتا تھا اور اختر کہیں کونے میں چھپا ہوا ہوتا تھا تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اللہ کو پکار رہے ہیں یاربی! معاف فرمادیجیے۔ آہ! وہ باتیں یاد آتی ہیں (انتہائی درد بھرے لہجہ میں) فرمایا کہ ؎

جو یاد آتی ہے وہ زلفِ پریشاں

تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں

اور حضرتِ والا پھولپوری بہت بڑے عالم فاضل اور قابل تھے اور ایک واسطے سے مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے۔ حضرت شاگرد تھے مولانا ماجد علی جونپوری کے اور مولانا ماجد علی صاحب شاگرد تھے حضرت گنگوہی کے اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند کی صدر مدرسی کے لیے حضرت پھولپوری کا انتخاب کیا تھا جب حضرت تھانوی دیوبند کے سرپرست تھے۔ حضرت حکیم الامت نے لکھا کہ آپ کیا تنخواہ لیں گے تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ نے جواب میں لکھا کہ حضرت! میں کوئی تنخواہ نہیں لوں گا، چنے چبا کر پڑھادوں گا۔ تو حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ بے شک مجھے یقین ہے آپ ایسا ہی کرکے دکھادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ایسے شیخ کے ساتھ مجھے سترہ سال رکھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، ان کا احسانِ عظیم ہے۔

تحدیثِ نعمت

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے اپنے بڑے بھائی جناب اسرارالحق صاحب مرحوم سے فرمایا کہ میں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ پہلے زمانے میں اپنے شیخ کی خدمت میں لوگ زندگی وقف کردیتے تھے لیکن دیکھا نہیں تھا۔ اختر کو دیکھنے سے یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اس نے اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری کی

www.khanqah.org

جس طرح خدمت کی اس سے اندازہ ہوا کہ پہلے لوگ کیسے خدمت کرتے ہوں گے اور حیدرآباد دکن میں اشتہار میں خالی اختر کا نام لکھ دیا تھا تو حضرت شیخ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ اختر کے نام کے ساتھ عارف باللہ بھی لگاؤ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ بڑے اگر عزت دیں تو شکر ہے اللہ کا، خود کو اس قابل نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح بنگلہ دیش کے اشتہار میں صرف حکیم محمد اختر لکھا گیا تو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ناراض ہوئے اور فرمایا کہ علم کی نسبت کو کیوں ظاہر نہیں کیا، لکھو مولانا حکیم اختر صاحب۔ میں اپنا ایک شعر پڑھتا ہوں بعض وقت اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بیان کر دیتا ہوں۔ بزرگوں سے یہ ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کرم ہے اس کے اظہارِ تشکر میں، میرا یہ شعر ہے؎

بہت روئیں گے کر کے یاد اہلِ مے کدہ مجھ کو
شرابِ دردِ دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ کے عجیب و غریب لطائف

حضرتِ والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ[۱۸۲]

اے نبی! آپ کہہ دیجیے یعنی اللہ تعالیٰ نبی رحمت سے کہلا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر بواسطۂ نبوت ہے کہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کرلیا۔ دیکھیے گناہ گار بندوں کو بھی میرا فرمارہے ہیں، اپنی نسبت قائم رکھی، اپنی بندگی سے نہیں نکالا۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ اے نبی رحمت! میں اپنی رحمت کا تو اعلان کررہا ہوں مگر کس کے واسطے سے جو خود سراپا رحمت ہیں، مجسم رحمۃ للعالمین سے اللہ تعالیٰ کہلا رہے ہیں کہ اے نبیٔ رحمت! آپ میرے بندوں سے فرمادیجیے میں ارحم الراحمین ہوں اور آپ رحمۃ للعالمین میں اپنی رحمت کو نبیٔ رحمت کے واسطے سے بیان کررہا ہوں تاکہ میرے بندوں کو دوگنا مزہ آئے اور رحمۃ للعالمین

۱۸۲؎ الزمر: ۵۳

www.khanqah.org

صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے وہ میری رحمت کے اور زیادہ امیدوار ہو جائیں، میری رحمت اور نبی کی رحمت دو رحمتوں سے مل کر شرابِ محبت، شراب رحمت اور تیز ہو جائے گی۔

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مئے مرشد کو مئے حق میں ملا لینے دو

اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب اور مرشد کی محبت کی شراب جب دونوں مل جاتی ہیں تو نشہ تیز ہو جاتا ہے۔ اصلی مرشد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ تو سارے عالم کے لیے مرشد ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے عالم کے لیے نبی بنایا ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ[۱۸۳] آپ تو سارے عالم کے لیے رحمت ہیں، سارے عالم کے لیے نبی ہیں۔ تو ارحم الراحمین بواسطہ رحمۃ للعالمین اپنی رحمت کا اعلان فرما رہے ہیں کیوں کہ میں تو غیبوبت میں ہوں، ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں، میرے آثار و نشانات سے بندے مجھے پہچانتے ہیں لیکن میرا نبی تو ان کی آنکھوں کے سامنے ہے، ان کی رحمت و شفقت کو تو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو رحمۃ للعالمین کی رحمت کو دیکھ کر ان کو ارحم الراحمین کی رحمت کا یقین آئے گا اس لیے اے نبی! آپ کہہ دیجیے يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا اے میرے گناہ گار بندو! آہ کیا رحمت ہے کہ گناہ گار بھی فرما رہے ہیں اور میرے بھی فرما رہے ہیں۔ یائے نسبتی لگا کر اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھا دیا کہ اگرچہ یہ نالائق ہیں مگر میرے ہیں۔ تو یاء کیوں لگایا یعنی میرے کیوں فرمایا؟ مارے مَیا کے، مارے محبت کے۔ کیوں کہ جب باپ کہے میرے بیٹے تو سمجھ لو اس وقت محبت کا دریا جوش میں ہے۔ اگر صرف بیٹا کہے تو اس وقت محبت میں جوش نہیں ہے لیکن جب کہے میرے بیٹے میرے بیٹے تو یہ جوشِ محبت کی علامت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بھی یَا عِبَاد نہیں فرمایا کہ اے بندو! عبادی فرمایا کہ اے میرے بندو! یعنی جو ناامید ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے امیدوار کر رہے ہیں، نافرمانوں کو گناہ گاروں کو، سرکشوں کو، مجرمین کو، نالائقوں کو امید رحمت دلا رہے ہیں، عبادی فرما کر اپنی

---

[۱۸۳] الانبیاء:۱۰۷

آغوشِ رحمت میں لے رہے ہیں تاکہ میری رحمت کا ان کو آسرا، سہارا اور اطمینان ہو جائے۔ آہ **یاعبادی** میں کیا کرم ہے، کیا شفقت ہے، کیا رحمت ہے، ہمارے گناہوں کی وجہ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے بندے نہیں ہو۔ ماں باپ بھی اپنی نالائق اولاد کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہمارے نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں ان کی محبت کے آگے ماں باپ کی محبت کیا حقیقت رکھتی ہے، وہ فرما رہے ہیں کہ چاہے تم کتنے ہی گناہ گار ہو، چاہے ایک ہزار، ایک لاکھ، ایک کروڑ، دس کروڑ ایک ارب گناہ کرلو یعنی بے شمار گناہ کرلو مگر میرے ہی ہو، میرے دائرۂ عبدیت سے خارج نہیں ہو سکتے۔ جب تم گناہ کرتے ہو اس وقت بھی میرے رہتے ہو، میری محبت و رحمت سے اس وقت بھی خارج نہیں ہوتے۔ پس اے میرے بندوں جنہوں نے گناہ کر لیے! چاہے بڑے گناہ ہوں یا چھوٹے سب اسراف میں داخل ہیں کیوں کہ اسراف کے معنیٰ ہیں **وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ** کسی شئی کو غیر محل میں رکھ دو تو یہ اسراف ہے تو جو بھی حرام کام ہوگئے گناہِ کبیرہ یا صغیرہ ہوگئے جو بھی نالائقیاں ہو گئیں، اے میرے بندو! جب تم میرے ہو تو کیوں ناامید ہوتے ہو، میں ارحم الراحمین بواسطہ رحمۃ للعالمینا علان کررہا ہوں کہ **لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ** میری رحمت سے ناامید مَت ہو **اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا** اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ **اَلذُّنُوْب** پر الف لام استغراق کا ہے جس میں تمام گناہ آگئے، کفر و شرک، کبائر و صغائر، مکروہاتِ تحریمی، مکروہاتِ تنزیہی یعنی کوئی گناہ نہیں چھوڑوں گا جس کو معاف نہ کردوں۔ اس کے بعد **جَمِیْعًا** سے مزید تاکید فرمادی اگرچہ الف لام استغراق کا سبب گناہوں کو سمیٹے ہوئے تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری تسلی کے لیے **جَمِیْعًا** نازل فرمایا یعنی گناہ کے جتنے انواع و افراد و اقسام ہیں سب کے سب معاف کردوں گا، کوئی گناہ نہیں بچے گا جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں۔

آگے فرمایا **اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ** یہ بخشش کون کررہا ہے، تمہاری مغفرت کیوں کررہا ہے، میری رحمت ہی کافی تھی لیکن تمہاری مغفرت کا نبی رحمت سے

اعلان کیوں کرارہاہوں؟ تمہارے اطمینان کے لیے! کیوں کہ میں تو ابھی عالمِ غیب میں ہوں، پوشیدہ ہوں، تمہارے سامنے نہیں ہوں، مگر میرا نبی تو تمہارے سامنے عالمِ شہادت میں ہے، عالمِ حضور میں تم میرے نبیٔ رحمت کو دیکھ رہے ہو کہ وہ سراپا رحمت ہیں اور تم پر کتنے مہربان اور شفیق ہیں اس لیے ان کے واسطے سے کہلارہاہوں تاکہ رحمۃ للعالمین کی رحمت سے تم کو ارحم الراحمین کی بے پایاں اور غیر محدود رحمت کی معرفت ہوگی اور میری رحمت کو تم چشمِ بصیرت سے دیکھوگے اور قلب وجاں میں محسوس کروگے۔ اگرچہ میں پردۂ غیب میں ہوں لیکن تمہارے ساتھ ہوں **وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ** اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو، تم اکیلے نہیں رہتے ہو ہم بھی تمہارے ساتھ ساتھ ہیں چاہے جہاں بھی جاؤ، چاہے سمندر میں ہو، چاہے خشکی میں ہو، ہوائی جہاز میں ہو یا ریل میں جہاں بھی تم رہتے ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَاللہُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَمَثۡوٰکُمۡ** اے صحابہ! تمہارا بازاروں میں چلنا پھرنا اور اپنے گھروں میں سونا سب ہمارے علم میں ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا **فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا** اے نبی! آپ تو میری نگاہوں میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے نہیں فرمایا کہ تم لوگ میری نگاہوں میں ہو مگر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت بیان کی کہ **فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا**۔ **اِنَّ** تحقیق کے لیے پس تحقیق کہ آپ میری نگاہوں میں ہیں اور **اَعۡیُن** جمع کا صیغہ ہے اور جمع عربی میں تین سے شروع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے تو اس کی تمام صفات بھی غیر محدود ہیں۔ پس اس کا ترجمہ ہوا کہ اے نبی! آپ میری غیر محدود نگاہوں میں ہیں۔ اس آیت میں کیا محبت اور کیا رحمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی خوشی ہوئی ہوگی، کتنی کیفیت طاری ہوئی ہوگی، کتنا وجد آیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ آپ میری نگاہوں میں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنی صفت بیان فرمارہے ہیں **اِنَّہٗ ھُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ** کہ جانتے ہو کہ تمہاری مغفرت کیوں کررہاہوں؟ میری مغفرت کا سمندر کیوں ٹھاٹیں ماررہاہے کہ کفر وشرک کبائر صغائر تمہارے سب گناہ معاف کردیتاہوں؟ معلوم

ہے تمہیں کیوں بخش دیتا ہوں؟ بوجہ رحمت کے۔ غفور کے بعد رحیم نازل ہونے کا راز یہ ہے کہ میری مغفرت کی وجہ میری رحمت ہے، بوجہ رحمت کے تمہیں بخش دیتا ہوں، میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سورۂ بروج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ یعنی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کیوں معاف کردیتے ہیں؟ مارے میا کے، بوجہ محبت کے اور یہاں فرمایا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ- اِنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بھی کافی تھا پھر ھُوَ کیوں لگایا جب کہ اِنَّهٗ میں ھُوَ موجود ہے؟ تاکید کے لیے لگایا، ارے وہ اللہ تم اس کو نہیں جانتے؟ وہی اللہ جو بڑا غفور رحیم ہے تم اس سے ناامید ہوتے ہو، وہ تو بہت بخشنے والا ہے اور بخشنے کی وجہ کیا ہے مارے رحمت کے، مارے محبت کے معاف کردیتا ہے غفور کے بعد رحیم نازل ہونے کی یہ حکمت ہے۔ جب رحمت کا غلبہ ہوجاتا ہے تو انسان بھی بڑے بڑے جرائم بڑی بڑی خطاؤں کو معاف کردیتا ہے۔ اسی لیے ماں باپ جلد معاف کردیتے ہیں۔ اولاد بھی سمجھتی ہے کہ یہ میری اماں ہے، یہ میرے ابا ہیں اگر وہ کہہ دے اماں! معاف کردیجیے۔ ابا! معاف کردیجیے تو وہ جلدی سے معاف کردیتے ہیں کہ نہیں؟ بس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا، بے انتہا بخشنے والا، مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔ غفور رحیم یہ موقعِ فضل میں ہے کہ تم پر بخشش اور رحمت کی فراوانی کیوں ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ تحقیق وہ اللہ بڑا غفور رحیم ہے، اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہونا۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر میری رحمت سے ناامید ہوئے تو جہنم میں ڈال دوں گا، مجھ سے نااُمید ہوئے تو کافر ہوجاؤ گے، خبردار! نااُمید نہ ہونا۔ کیا رحمت ہے کہ جہنم کا ڈنڈا دِکھا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنارہے ہیں جیسے باپ کہتا ہے کہ اگر دودھ نہیں پیوگے تو ڈنڈے لگاؤں گا۔ ڈنڈے لگانا باپ کا مقصود نہیں ہوتا بلکہ باپ دودھ پلانا چاہتا ہے۔ اسی طرح جہنم سے ڈراکر ناامیدی سے بچارہے ہیں کہ میری رحمت کو کیا سمجھتے ہو ناامید نہ ہو اگر تمہارے گناہ بڑے بڑے ہیں تو اللہ ان سے بڑا ہے۔

مجلس کے ختم ہونے کے بعد طلباء مصافحہ کرنا چاہتے تھے، حضرتِ والا نے

فرمایا بوجہ ضعف مصافحہ سے قاصر ہوں اور مولانا شبیر صالح جی مہتمم دارالعلوم سے فرمایا کہ آپ سب کی طرف سے وکیل بن جایئے اور مجھ سے مصافحہ کرلیجیے۔ فعل الوکیل فعل المؤکل ہے۔

مجلس بَرمکان مفتی حُسین بھیات صاحب، لینیشیا

مورخہ ۳/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۳/ مئی ۲۰۰۴ء، بروز اتوار بوقت گیارہ بجے صبح آج اس سفر کی مجلس کا آخری دن تھا، مجمع بہت زیادہ تھا۔ شام چار بجے ایئرپورٹ روانگی کا نظم ہے، جہاز کی پرواز سات بجے ہے۔ لوگ بہت غمگین تھے۔ حضرتِ والا نے بہت عجیب و غریب مفید ارشادات فرمائے جن میں سے بعض یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

خوفِ الٰہی کا صِلہ

ارشاد فرمایا کہ دیکھو اللہ والوں کو یہ پیغام ملے گا: لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا یہ کہ تم دنیا میں بہت ڈر چکے اور بہت غم اُٹھایا اب غم مت کرو، اب بہار لوٹنے کا وقت آگیا، اب مزہ لو یہ تمہارے ڈرنے کا صلہ ہے۔

خبیث فعل

بچو گندے عمل سے امردوں سے دور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خدا پتھر نہ برساتا

دیکھو میرا یہ شعر گویا ایک آیت کا ترجمہ ہے کَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ یہ قوم خبیث عمل کیا کرتی تھی یعنی لڑکوں کے ساتھ بد فعلی کرتی تھی تو خبیث عمل کرنے والا کیا خبیث نہ ہوگا؟ جب اس عمل کا نام اللہ نے خبیث رکھا تو اس قوم کو خبیث کہنا کیوں جائز نہ ہوگا۔

محبتِ للّٰہی کا ثمرہ

ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب نے

www.khanqah.org

فرمایا کہ کسی ملک میں ایک مہینہ سے زیادہ مت ٹھہرو ورنہ مرکز کمزور ہو جائے گا۔ کراچی ہمارا مرکز ہے، مرکز سے ہی سارے عالم میں کام ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ والے دوستوں سے الگ ہونے کو دل نہیں چاہتا، مجبوراً الگ ہوا جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ جو جس سے محبت کرے گا وہ اسی کے ساتھ رہے گا یعنی جنت میں۔ مگر محبت صرف زبان پر نہ ہو، جسم کو بھی اس کے پاس لے جائے جس سے اللہ کے لیے محبت ہے، محبت میں ملنا بہت ضروری ہے۔ خالی محبت کا دعویٰ کرے اور جسم دور رہے تو یہ کیسی محبت ہے، محبت کی تو لُغت ہی ایسی ہے کہ جب دونوں ہونٹ ملتے ہیں تب محبت نکلتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ محبت کی لُغت ایسی ہے کہ جو متقاضی وصل دوام ہے اور دونوں ہونٹ ملے بغیر محبت کا لفظ بھی ادا نہیں ہو سکتا تو محبت کا مسمّٰی وصل اور قُربِ دوام سے بے نیاز کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ محبت کا دعویٰ تو ہے اور ملاقات کبھی نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ مجھے تو بزنس میں روپیہ کمانے سے ہی فرصت نہیں، میرے پاس ٹائم ہی نہیں ہے کہ کسی اللہ والے سے ملوں تو سمجھ لو کہ یہ شخص محبت سے محروم ہے۔

مصیبت کا علاج

ارشاد فرمایا کہ جب ڈاکٹر کہہ دیں کہ دل خراب ہو گیا، جگر خراب ہو گیا اس وقت کسی کو گناہ یاد نہیں رہتا۔ ہر وقت بس یا اللہ! رحم کر دے، یا اللہ! رحم کر دے اور جب عیش و آرام میں ہوتا ہے تو گناہ کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مصیبت ہی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور عیش میں گناہ کو سوچتا ہے اس کا علاج مصیبت ہی ہے۔ یہ مصیبت ہی سے ٹھیک ہو گا۔ لیکن یہ حماقت ہے۔ عیش میں اللہ کو یاد رکھو تو مصیبت کاہے کو آئے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ فِی الرَّخَاءِ سُکھ میں اللہ کو یاد کرو یَذْکُرْکُمْ فِی الشِّدَّۃِ[۱۸۴] تو اللہ تم کو یاد کرے گا مصیبت میں۔

۱۸۴؎ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاک بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

www.khanqah.org

جلوت مع الحق.... خلوت سے بڑی نعمت

ایک صاحب نے حضرتِ والا کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار سنائے؎

مجھے دوست چھوڑدیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب وروز میں ہوں مجذوبؔ اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پُوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

حضرتِ والا نے کئی بار یہ اشعار سنے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب نے یہ اشعار غلبۂ حال میں کہے ہیں لیکن غلبۂ حال وقتی ہوتا ہے، یہ کیفیت باقی نہیں رہتی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کا عمل ہمیشہ اس کے خلاف رہا ہے۔ خواجہ صاحب ہمیشہ اپنے اللہ والے دوستوں میں رہتے اور اپنے اشعار سے خود بھی مست ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی مست کرتے تھے اور اپنے شیخ کے عاشق تھے، حضرت حکیم الامت کے تمام مریدوں میں خواجہ صاحب سب سے بڑے عاشق تھے۔ حضرت حکیم الامت کے انتقال کے بعد بھی گوشۂ تنہائی میں نہیں بیٹھے بلکہ اپنے دل کو بہلانے کے لیے اپنے پیر بھائیوں کے پاس جاتے تھے۔ کبھی ایک پیر بھائی کے پاس کبھی دوسرے پیر بھائی کے پاس۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کے پاس بھی تشریف لائے تھے۔ شیخ کی جدائی میں بے قرار رہتے تھے اور پیر بھائیوں کو دیکھ کر تسلی حاصل کرتے تھے۔ انسان اُنس سے ہے اس لیے ایک دوسرے سے مل کر اس کو تسلی ہوتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مناسبت ہو۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم باب معراج شریف صفحہ ۵۶ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو جب وہ مقام آیا جس کے آگے جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں ٹھہر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل! کیا کسی مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں گا تو

جل جاؤں گا۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آگے بڑھے اور ستّر ہزار حجاب آپ کو طے کرائے گئے یہاں تک کہ تمام انسانوں اور فرشتوں کی آوازیں منقطع ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ معلوم ہوا کہ گھبرانا بھی سنتِ نبی ہے۔ اس وقت ایک پُکارنے والے نے حضرت ابو بکر صدیق کے لہجہ میں آواز دی کہ ٹھہر جایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ایک فرشتہ ابو بکر کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو ان کے لہجہ میں پُکارے تاکہ آپ کی وحشت اور گھبراہٹ دور ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو بہت تھے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہی میں فرشتے کی آواز کیوں سنائی گئی؟ اللہ تعالیٰ خالقِ دل ہیں وہ اپنے نبی کے دل کو بہلانے کا سامان جانتے تھے کہ آپ کی جانِ پاک نبوت جانِ صدیق سے مانوس تھی۔ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ میرے نبی کو سب سے زیادہ محبت و مناسبت کس سے ہے اور میرے نبی سے سب سے زیادہ محبت کس کو ہے، اس لیے فرشتہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکل میں پیدا فرما کر ان کی آواز سنائی گئی تاکہ آپ کی وحشت دور ہو کیوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یارِ غار تھے اور بچپن کے دوست تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا** انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا ہے اور ضعیف کیوں پیدا کیا؟ تاکہ اپنے ضعف کو دیکھ کر ہمیں پکارے، اپنی یاد کے لیے ہمیں ضعیف پیدا کیا لیکن ضعیف ہوتے ہوئے تو ہمارا یہ حال ہے کہ ان کو یاد نہیں کرتے اگر کہیں قوی ہوتے تو پھر بالکل ہی غافل ہو جاتے اور مجہول کا صیغہ کیوں نازل کیا؟ کیوں کہ ضعیف ہونا ایک نقص ہے اور ضعیف پیدا کرنے کی نسبت عظمتِ شانِ الٰہیہ کے منافی تھی اس لیے مجہول کا صیغہ نازل فرمایا۔ پس جب ہم ضعیف ہیں تو گھبراہٹ ہونا بھی لازمی ہے پس جب تمہیں گھبراہٹ محسوس ہو تو کسی اللہ والے کے پاس چلے جاؤ لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے مناسبت ہو۔ مناسبت ہو گی تو دل بہل جائے گا۔ کیوں کہ وہ بھی انسان ہے اور تم بھی انسان اور انسان، انسان سے مانوس ہوتا ہے۔ جب میری والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا تو ان کا پاندان، ان کی چارپائی اور ان کی چیزیں دیکھ کر میرا دل رونے لگتا تھا تو میں دل بہلانے کے لیے کراچی سے دور اپنے بعض اللہ والے

دوستوں کے پاس چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ دل صرف اللہ والوں کی صحبت میں بہلتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مناسبت ہو۔

انسانوں میں باخدا رہنا تنہائی سے بہتر ہے۔ عطائے نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عرصہ غارِ حرا میں رہے لیکن عطائے نبوت کے بعد پھر آپ کا غارِ حرا میں جانا ثابت نہیں۔ جب آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو پھر آپ کارِ نبوت میں مشغول ہوگئے۔ اسی طرح نسبت عطا ہونے کے بعد کوئی صاحبِ نسبت تنہا نہیں رہتا۔ اس کا ذوق پھر یہ ہو جاتا ہے جو میں نے ان اشعار میں بیان کیا ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یا رب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

غیر اختیاری حزن و غم کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ صاحبِ حزن اللہ تعالیٰ کی راہ کو جتنا جلد طے کرلیتا ہے اتنا جلد غیر صاحبِ حزن نہیں کر سکتا اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو بھی حزن میں مبتلا فرمایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ[۱۸۵]

اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں بسبب ان کے غم سے گھُٹنے کے۔ یہاں غم کی نسبت یعقوب علیہ السلام کی طرف فرمائی کہ فَهُوَ كَظِيْمٌ وہ غم کو دل ہی دل میں دبا رہے تھے اور غم سے گھٹ رہے تھے، اپنی طرف غم کو عطا فرمانے کی نسبت نہیں فرمائی ورنہ بندے ڈر جاتے اور ساتھ ساتھ ادب بھی سکھا دیا کہ نقص کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف

۱۸۵؎ یوسف: ۸۴

www.khanqah.org

نہ کرو۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ **وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ** جب میں مریض ہوتا ہوں تو اللہ مجھے شفاء دیتا ہے۔ اس میں ادب کی تعلیم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مرض کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور شفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ

یہ جملہ حالیہ معرضِ تعلیل میں ہے جس میں ذوالحال یعنی یعقوب علیہ السلام کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں عِلّت **فَهُوَ كَظِيْمٌ** میں بیان فرمائی یعنی ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں بوجہ اس کے کہ وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹ رہے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا بطور معجزہ واپس آنا بھی قرآنِ حکیم میں موجود ہے، ارشاد فرمایا:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا[۱۸۶]

جب خوش خبری دینے والا آیا اور یوسف علیہ السلام کا کُرتا یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو ان کی بینائی لوٹ آئی۔ یہاں یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا واپس آنا بطورِ معجزہ کے تھا۔ جو اس کو کرامت سمجھتے ہیں وہ نادان ہیں کیوں کہ جن خوارق عادت چیزوں کا ظہور انبیاء علیہم السلام سے ہوتا ہے وہ معجزہ ہے کرامت نہیں۔ **فَارْتَدَّ بَصِيْرًا** کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہوا کہ یعقوب علیہ السلام ٹکاٹک دیکھنے لگے ؎

درد از یار است و درماں نیز ہم
دل فدائے اُو شد و جاں نیز ہم

درد بھی یار کی طرف سے ہے اور درماں بھی اُسی کی طرف سے ہے اس لیے بوجہ حزن اگر بلڈ پریشر ہائی (High) لو (Low) ہو جائے یعنی زیادہ یا کم ہو جائے تو پریشان نہ ہو کیوں کہ بلڈ بھی ان کا ہے اور پریشر بھی ان کی طرف سے ہے اس لیے پریشانی کیسی لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ غم غیر اختیاری طور پر آجائے ورنہ غم کی تمنا نہ کرے۔ خود

۱۸۶؎ یوسف:۹۶

www.khanqah.org

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غم سے پناہ مانگنے کی تعلیم اپنی امت کو تلقین فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَالۡحُزۡنِ[۱۸۷]

اے اللہ! میں ہمّ اور حزن سے پناہ چاہتا ہوں، ھم اس غم کو کہتے ہیں اَلَّذِیۡ یُذِیۡبُ الۡاِنۡسَانَ[۱۸۸] جو انسان کو گھلادے اور حزن اس سے کم درجہ کا غم ہے۔ غم کو طلب کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو پہلوانی دکھانا ہے حالاں کہ ارشادِ ربانی ہے وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا۔ انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا۔ خُلِقَ مجہول کا صیغہ ہے، ضعیف پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف نہیں فرمائی اور تعلیم فرمادی کہ نقص کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کرے۔ پس جب ہم ضعیف ہیں تو غم کو طلب نہ کرے۔ ہاں اگر غیر اختیاری طور پر خود بخود غم آجائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ لیکن یہ ایسا انعام ہے جس کا مانگنا جائز نہیں، یہ ایسا مہمان ہے جس کا بلانا جائز نہیں، مَاۤ اَصَابَکَ مِنۡ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ۫ وَ مَاۤ اَصَابَکَ مِنۡ سَیِّئَۃٍ فَمِنۡ نَّفۡسِکَ۔ جو اچھائی تمہیں پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تمہیں پہنچے وہ تمہارے نفس کی شرارت، جسارت، دناءت، حماقت اور نجاست ہے۔

آیت کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کے متعلق ایک علمِ عظیم

میرے شیخِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے چٹنی روٹی میں بھی بریانی کا مزہ آرہا ہے اس لیے کہ میرے مولیٰ کھلا رہے ہیں۔ حضرت نے ہر نوالے پر یہی فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو اپنے ہاتھ سے کھا رہے ہیں۔ فرمایا: میرا ہاتھ ان ہی کی رحمت سے کام کررہا ہے، لہٰذا میرے ہاتھ میں ان ہی کا ہاتھ چھپا ہوا ہے کیوں کہ اگر فالج گرادیں تو یہ ہاتھ منہ تک نہیں آسکتا۔ اگر مجنون کو لیلیٰ اپنے ہاتھ سے کھلائے تو اسے کتنا مزہ آئے گا لیکن در حقیقت لیلیٰ فانی ہے اور اس کا حسن بھی فانی ہے جب کہ مولیٰ غیر فانی ہے اور حی و قیوم ہے۔

۱۸۷؎ سنن ابی داؤد:۱/۲۱۷،باب الاستعاذۃ،ایچ ایم سعید

۱۸۸؎ مرقاۃ المفاتیح:۵/۲۱۷، باب الدعوات فی الصفات، المکتبۃ الامدادیۃ،ملتان

www.khanqah.org

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیسے اور کیوں کر کم ہوسکتا ہے؟ مولیٰ کی شان تو یہ ہے جو خود مولیٰ نے بیان فرمائی کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس کی نئی نئی شان ہوتی ہے۔ یہاں یوم کا ترجمہ دن نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے یوم کا ترجمہ فرمایا:

اَیْ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَمْحَۃٍ مِّنَ اللَّمْحَاتِ وَفِیْ کُلِّ لَحْظَۃٍ مِّنَ اللَّحْظَاتِ

مثلاً ایک شخص کو بادشاہ بنادیا تو دوسرے کو بادشاہت سے معزول کردیا۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ[۱۸۹]

ہر وقت ہر لمحہ اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی نئی نئی شانیں ظاہر ہورہی ہیں۔ ڈربن، ساؤتھ افریقہ کے ایک بہت بڑے عالم نے کراچی میں یہ اشکال پیش کیا جو ان کو بہت عرصہ سے لاحق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت نئی نئی شان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنی ذات اور صفات میں قدیم ہیں (ازلی ابدی) پس ان کی صفات میں حدوث محال ہے اور ہر وقت نئی نئی شان کا ہونا بظاہر حدوث کو لازم ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی شان باعتبار وجود نئی نہیں ہوتی، باعتبار ظہور نئی ہوتی ہے۔ جتنی شانیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں لیکن ہر لمحہ ان کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ ایسے کسی سیٹھ کی جیب میں لاکھوں کے نوٹ ہیں لیکن جب چاہتا ہے نوٹ نکال کر دکھاتا ہے تو نوٹ پہلے سے موجود ہیں ظاہر بعد میں کررہا ہے۔ یہ سارے مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہیں اور اس میں میرا کچھ کمال نہیں ؎

میرے پینے کو دوستو سُن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

۱۸۹؎ اٰل عمرٰن:۲۶

شیخ ثانی کے حقوق کے متعلق اہم تنبیہ

ارشاد فرمایا کہ جس کے کئی شیخ ہوں یعنی ایک شیخ کے انتقال کے بعد دوسرے شیخ سے تعلق کیا پھر دوسرے شیخ کے انتقال کے بعد تیسرے شیخ سے تعلق کیا ہو اس کے لیے نصیحت ہے کہ جو شیخ گزر گئے۔ ان کا فیض ان کے کٹ آؤٹ کے ختم ہونے سے ختم ہوگیا۔ اب جو زندہ شیخ ہے اسی کے کٹ آؤٹ سے فیض آئے گا۔ یہ یقین رکھو کہ پہلے دونوں مشائخ جو رحمۃ اللہ علیہ ہوگئے ان کا فیوض بھی موجودہ شیخ کے کٹ آؤٹ سے آرہا ہے اور اپنے شیخ کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ میرے لیے ان سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔ دنیا اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے مگر میرا شیخ میرے لیے سب سے زیادہ مفید ہے اور شیخ کی پہچان یہ ہے کہ سلسلہ کے کسی شیخ سے اس کی نسبت ہو، اس سے خلافت پائی ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ موجودہ شیخ کا رنگ پہلے مشائخ جیسا ہو کیوں کہ ہر ولی کی شان میں تفرد ہوتا ہے، ہر ایک کا رنگ نسبت الگ ہوتا ہے مثلاً حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی شان اور تھی، حضرت مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور شان تھی اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی شان اور ہے۔ حضرت کا انتظام دیکھ کر حضرت پھولپوری نے مجھ سے خود فرمایا کہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بادشاہت بھی چلاسکتے ہیں، اگر امیر المؤمنین بنادیا جائے تو پوری مملکت کا انتظام سنبھال سکتے ہیں یہ اس وقت فرمایا جب حضرت ہردوئی نے حضرت پھولپوری کو اپنے مدارس کا انتظام دکھایا کہ میں اساتذہ کا قد بھی ناپ کر رکھتا ہوں کہ کتنے فٹ کتنے انچ ہے، فلاں کے چہرہ پر ایسا نشان ہے، فلاں کی بائیں آنکھ کی طرف تل ہے، اساتذہ کا پورا حلیہ لکھا ہوا حضرت کو دکھایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر! ان پر کیا شانِ انتظام غالب ہے۔ پورے ہندوستان میں حضرت کے مدرسوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ غالباً تین سو سے اوپر مدرسے ہیں اور سب مدرسوں کے منتظمِ اعلیٰ حضرت ہیں۔

ایسے ہی حضرت کا تعلق مع اللہ بھی عظیم الشان ہے۔ ایک واقعہ ہی سے سمجھ لو

کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ سے کتنا تعلق ہے۔ لکھنؤ میں مولانا علی میاں کے یہاں جلسہ تھا بس وہاں فوٹو کشی ہونے لگی۔ حکومت کی طرف سے انتظام تھا، مولانا علی میاں بے چارے مجبور تھے۔ غرض جو وجہ بھی ہو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب اُٹھے اور مولانا محمد احمد صاحب سے مشورہ کیا کہ یہاں خلافِ شرع کام ہو رہا ہے، اب یہاں سے ہٹ جانا چاہیے ورنہ یہاں رہنے سے گناہ میں شرکت لازم آئے گی۔ دونوں بزرگوں نے بستر اُٹھایا اور ہردوئی تشریف لے آئے، اتنا بڑا مجمع، بڑے بڑے علماء موجود، حکومت کا انتظام لیکن حضرت نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ مولانا علی میاں نے فرمایا کہ مولانا ابرار الحق صاحب بڑے اولوالعزم ولی اللہ ہیں۔ ایسے ہی دیوبند کا سو سالہ جلسہ تھا۔ دیوبند سے پیدا ہونے والے علماء سب وہاں گئے تھے۔ اس میں اندرا گاندھی بھی آگئی، کسی کو منع کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اگر ہمارے حضرتِ والا ہردوئی کے ہاتھ میں انتظام ہوتا تو ہرگز نہیں آسکتی تھی۔ تو حضرت نے وہاں سے بھی فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اختیار کیا۔ دیوبند کو خالی کر دیا۔ کتنی بڑی ہمت کا کام ہے کہ دنیا بھر کے علماء وہاں بیٹھے تھے یہاں تک کہ حضرت کے استاذ مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں تھے لیکن حضرت نے فرمایا کہ اب یہاں رہنا جائز نہیں ہے۔ اس میں شرکت لازم آئے گی۔ جس مجلس میں مَردوں کے درمیان عورت آکر بیٹھ جائے اس میں شرکت خلافِ شریعت ہے۔ لٰہذا ساری دنیا تو دیوبند جا رہی تھی اور حضرت دیوبند سے واپس آرہے تھے۔ اللہ کے حکم کے سامنے ساری دنیا کی پرواہ نہ کرنا بڑی ہمت کا کام ہے، یہ شیروں کا کام ہے۔ اگر حضرتِ والا کو اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہ ہوتا تو یہ ہمت ہوتی؟ کہ بڑے بڑے علماء بیٹھے ہوئے ہیں لیکن حضرت نے جس کام کو جائز نہیں سمجھا تو کسی کی پرواہ نہیں کی، بس اللہ کی رضا کو سامنے رکھا۔ حضرت کا جو تعلق مع اللہ اور نسبت ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسی وجہ سے ماشاء اللہ! حضرت ہردوئی دامت برکاتہم کا فیض عام اور تام ہے اور ہمارا جو کچھ کام ہے حضرت کی جوتیوں کا صدقہ ہے ورنہ اختر کو کون پوچھتا اگر حضرت اجازتِ بیعت نہ دیتے۔ یہ سب کچھ بہار اور رونق حضرت کے تعلق کی ہے، حضرت کی اجازت کی وجہ سے لوگ سلسلہ میں داخل

www.khanqah.org

ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق ہوا لیکن بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ حضرت کے انتقال کے بعد حضرت ہردوئی سے تعلق کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اگرچہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے بھی مجھ کو خلافت دی لیکن حضرت ہردوئی کے صدقہ ہی میں آج مجھے دنیا پوچھ رہی ہے۔

لیکن بعض لوگوں کو دوسرے شیخ کو شیطان معمولی دکھاتا ہے۔ جب یہ خیال آئے کہ پہلا شیخ بڑا تھا، موجودہ شیخ معمولی ہے تو سمجھ لو شیطان مردود آگیا اور شیخ کے فیض سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس کی بات میں نہیں آنا چاہیے۔ اپنے شیخ کے بارے میں ساری دنیا کے بزرگوں سے بڑھ کر عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ساری دنیا کے بزرگ محترم ہیں، میرے لیے قابلِ عزت ہیں لیکن میرے لیے میرا شیخ ہی مفید ہے۔ شیخ کو پہچاننے کے لیے بھی عقل اور دل و دماغ ہونا چاہیے۔ شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے اپنی ماں، جس ماں کا دودھ پی کر جوان ہوا ہے اس ماں کا احسان ماننا چاہیے۔ اپنی ماں چاہے جیسے بھی ہو، چاہے گرم مزاج کی ہو، کڑوے مزاج کی ہو لیکن اس کے دودھ سے تمہاری پرورش ہوئی ہے۔ دوسرے کی ماں کتنی ہی ٹھنڈے مزاج کی ہو، کتنا ہی پیار دے مگر اس نے دودھ نہیں پلایا، اس کے دودھ پر تم تھوڑی پلے ہو۔ اسی طرح شیخ روحانی ماں ہے۔ دوسرے شیخ کیسے بھی ہوں مگر ہمیں تو اپنے شیخ کا دودھ ملا ہے، ہماری پرورش تو انہوں نے ہی کی ہے، ان ہی کی برکت سے آج سارے عالم میں ڈنکا پٹ رہا ہے۔ اپنی ماں اگر ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتی ہے تو یہ بھی اس کی شفقت اور رحمت کی وجہ سے ہے۔ حضرت نے ایک دفعہ ہردوئی میں فرمایا تھا کہ میری ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرایا نہ کرو۔ اگر تم میری برداشت نہیں کرو گے تو تمہاری بھی تو اولاد ہے یعنی تمہارے مرید تمہاری کیسے برداشت کریں گے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اللہ والوں کی ڈانٹ ڈپٹ بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے۔ شیخ کے ادب اور اس کے ناز اُٹھانے پر حضرت حکیم الامت تھانوی مست ہو کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

کہتے ہیں بے وفا ہے وہ جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

معلوم ہوا کہ جان و دل عزیز رکھنے والا عاشق نہیں ہے، جان و دل فدا کرنے والا عاشق ہے۔ والدین ہماری جسمانی تربیت کرتے ہیں اس لیے ان کے لیے دعا کرنے کی تعلیم دی گئی رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا اے میرے رب! میرے ماں باپ پر رحم کیجیے جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا۔ اسی طرح شیخ روحانی تربیت کرتا ہے اس لیے اس کے لیے بھی دعا کرنا چاہیے۔

جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو ماں باپ ہی نے تو پالا ہے جب الٰہ آباد طبیہ کالج سے چھٹیوں میں سلطان پور جاتا تھا تو ابّا ایک مہینہ پہلے ہی سے سرمہ لگاتے تھے تاکہ آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے گی تو اپنے بیٹے کو اچھی طرح دیکھوں گا۔ (حضرتِ والا نے روتے ہوئے فرمایا کہ) جب میری ریل اسٹیشن پر پہنچتی تھی تو ابا للچائی نظروں سے ڈبوں میں دیکھتے تھے کہ میں نظر آجاؤں۔ اور ابّا کنویں سے ڈول میں پانی بھر کے مجھے خود نہلاتے تھے حالاں کہ میں بڑا ہو گیا تھا، کالج میں طب پڑھ رہا تھا مگر باپ کی محبت ایسی تھی (بہت گریہ کے ساتھ فرمایا) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے میرے ماں باپ کو بخش دیجیے! یااللہ اپنی رحمت سے میرے ماں باپ کو بخش دیجیے، اپنی رحمت سے بخش دیجیے، اپنی رحمت سے بخش دیجیے اور یااللہ تعالیٰ! میرے تین مشائخ ہیں تینوں کو جزائے خیر، جزائے عظیم عطا فرما اور ان کے درجات کو بلند فرما۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو شیخ کی محبت سے بھر دے۔ ہر شخص کو اپنے شیخ کی محبت اللہ سے مانگنی چاہیے۔ یااللہ! میرے شیخ کی محبت میں میرا سینہ بھر دے، یااللہ! شیخ پر قربان ہونے والی محبت عطا فرما دے، یااللہ! حضرتِ والا ہردوئی دامت برکاتہم کی محبت دل کے ذرّہ ذرّہ میں پیوست فرما دیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[190]

---

[190] البقرۃ:۱۲۷

www.khanqah.org

یہ اس سفر کی آخری مجلس تھی اور شام کو کراچی واپسی تھی۔ نمازِ ظہر کے بعد حضرتِ والا نے کھانا تناول فرما کر کچھ دیر قیلولہ فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد جوہانسبرگ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ مفتی حسین بھیات صاحب اور ان کے اہلِ خانہ حضرت کی جدائی سے بہت غمگین تھے اور الوداع کہنے والوں کا بھی مفتی صاحب کے گھر پر ہجوم تھا، سب حضرتِ والا کی جدائی سے اشکبار تھے اور حضرتِ والا کی دوبارہ تشریف آوری کے لیے دعاگو تھے، ایئرپورٹ پر بھی لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ رخصت کے وقت حضرتِ والا نے سب کو بآوازِ بلند سلام فرمایا اور لاؤنج میں داخل ہوگئے اور آٹھ بجے کے قریب جہاز نے دبئی کے لیے پرواز کی جہاں سے دوسرے جہاز کے لیے سیٹیں بُک تھیں۔

❖❖❖❖

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں

آشیاں سے نہ محروم کر باغباں | تجھ پہ رحمت کرے خالقِ دوجہاں
بجلیوں سے بچاتا ہے ربِّ جہاں | ایک تدبیرِ کمزور ہے آشیاں
چشمِ تر خوں فشاں آہ سُوئے سماں | ہیں مرے دردِ دل کے یہ سب ترجماں
کیا یہ شمس و قمر یہ زمیں آسماں | اپنے خالق کا دیتے نہیں ہیں نشاں
کیا جہاں میں نمودار خود ہوگئے؟ | ہر وجود اپنے موجد کا خود ہے نشاں
ہستی انساں کی خالق پہ شاہد ہے خود | تیرے اندر ہے وہ خالقِ دوجہاں
ہو کے مخلوق خالق کا منکر بنے | اس حماقت پہ ہے لعنتِ دوجہاں

یہ صدا سُن لو اخترؔ کی اے دوستو
خالقِ جاں پہ کردو فدا اپنی جاں

www.khanqah.org

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَادُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب
اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونا چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذراسی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ)
سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بدنظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

www.khanqah.org

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔
یعنی نامحرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بدنظری کرنے والے پر اور جو خود کو بدنظری کے لیے پیش کرے۔
پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بددُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بددعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بدنظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

❖❖❖❖

www.khanqah.org

اللہ تعالیٰ نے عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جس باطنی حلاوتِ ایمانی اور لذتِ قربِ خدا سے نوازا تھا اسے کون سمجھ سکتا ہے، البتہ حضرت والا کے دردانگیز الفاظ، اشکبار آنکھیں اور آہ وفغاں محبت کے اس آتش فشاں کے ترجماں تھے جو حضرت والا کے سینہ مبارک میں پوشیدہ تھا۔ جس دردِ دل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو خاص فرمایا تھا یہ امت میں خال خال اولیاء اللہ کو عطا ہوا ہے۔ یہ وہ درد ہے جو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

اپریل ۲۰۰۷ء میں شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنوبی افریقہ کا دسواں سفر ہوا۔ اس سفر میں عجیب وغریب عاشقانہ، عالمانہ، ایمان افروز اور روح کو وجد میں لانے والے مضامین بیان ہوئے۔ پیشِ نظر کتاب ”پردیس میں تذکرۂ وطن“ حضرت اقدس کے ان ہی الہامی اور انوکھے بیانات، ملفوظات اور ارشادات پر مشتمل ہے جس نے ایک عالم میں اللہ کی محبت کی آگ بھڑکائی اور لاکھوں قلوب کو اس کی روشنی سے منور کیا۔

www.khanqah.org